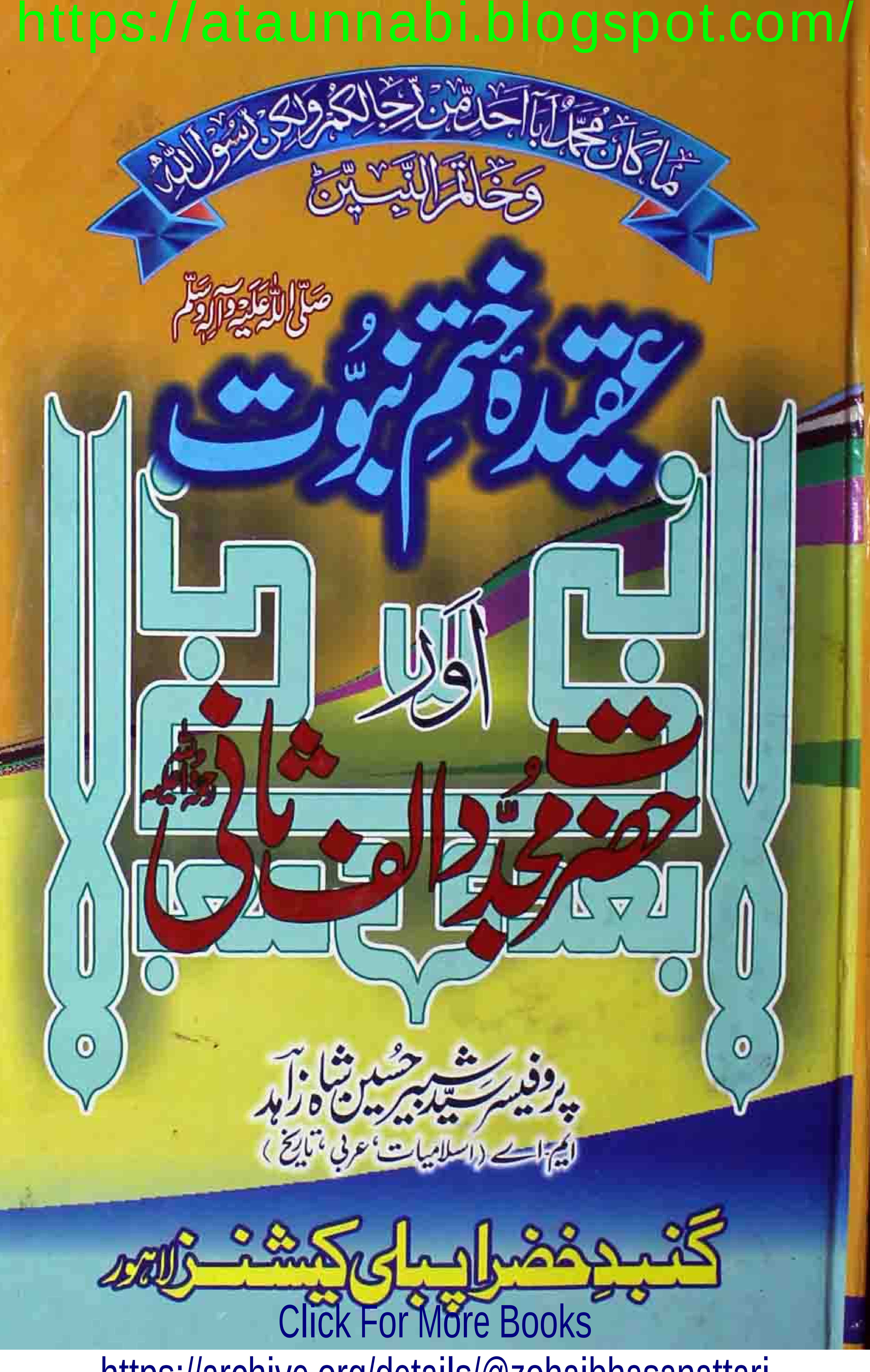
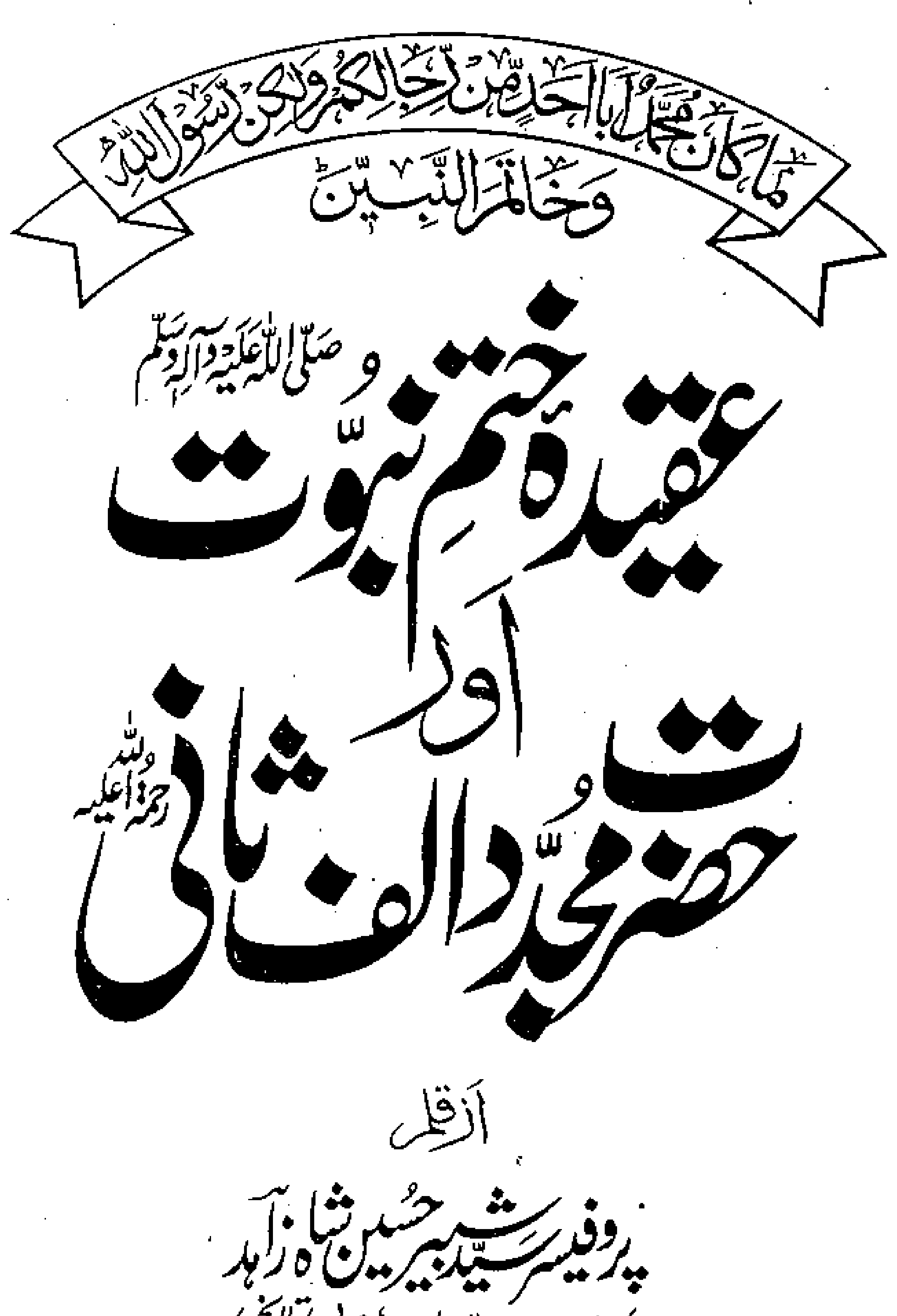


ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ
وخاتم النبیین
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
عقیدۂ ختمِ نبوت
اور
حضرت مجدد الف ثانی
رحمۃ اللہ علیہ
لا نبی بعدی
پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد
ایم اے (اسلامیات، عربی، تاریخ)
گنبدِ خضرا پبلی کیشنز لاہور



گنبدِ خضرا پبلی کیشنز

دربار مارکیٹ ○ گنج بخش روڈ ○ لاہور

نام کتاب : عقیدہ ختم نبوت اور حضرت مجدد الف ثانی

نام مصنف : پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد

سن اشاعت : ستمبر 2000

صفحات:246

قیمت :90

ناشر : گنبد خضرا پبلی کیشنز دربار مارکیٹ لاہور

انتساب

میں اس مقالہ کو اپنے پیر محترم گرامی قدر

محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

کے اسم گرامی سے منسوب کرتا ہوں۔ جن کی باطنی

توجہ اور ہمہ وقت دعاؤں کے طفیل میں یہ کتاب لکھنے

میں کامیاب ہو سکا۔ اللہ آخرت میں ان کے درجات بلند

کرے۔ ﴿آمین﴾

دعاگو!

پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد

یکم اپریل ۲۰۰۰ء

عرض ناشر

ایک مقدس، علمی اور اچھوتے موضوع پر محترم پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد صاحب کی مرتب کردہ کتاب "عقیدہ ختم نبوت اور حضرت مجدد الف ثانی" "شائع کرنے کا اعزاز ہمارے ادارہ کو حاصل ہو رہا ہے۔ واقعتاً اس عنوان پر مصنف موصوف سے پہلے کسی نے قلم آزمائی نہیں کی۔

ہم امید رکھتے ہیں کہ شاہ صاحب کی دوسری علمی و تحقیقی کتب کے شائع کرنے کا اعزاز بھی ادارہ ہذا کو حاصل ہو گا۔

اہل علم اور اہل دین حضرات سے ہماری گزارش ہے کہ اس کتاب کو فکر و تدبر سے پڑھیں اور تمام حلقوں میں پھیلائیں۔ تاکہ اولیاء کرام و صوفیائے عظام کے خلاف پھیلائے گئے بے بنیاد خیالات و شر انگیز عبارتوں کا قلع قمع ہو سکے اور ہم اولیاء اللہ کی مسلم معاشرے میں اہمیت و فضیلت کو ایمانی وجدان کے ساتھ سمجھ سکیں۔

اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو

شبیر احمد شرقپوری

گنبد خضراء پبلی کیشنز لاہور

مشمولات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	عرض احوال بقلم مصنف	7
2	ہدیہ حضور مجدد اعظم	12
3	کلمات خیر مسئلہ انکار ختم نبوت اور امام ربانی	13
پہلا باب	(عقیدہ ختم نبوت)	
4	عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت واثبات	15
دوسرا باب	(حیات وسوانح حضرت مجدد الف ثانی ؒ)	
5	حالات وسوانح حضرت مجدد الف ثانی	21
6	تصانیف حضرت مجدد الف ثانی ؒ	26
7	عقائد = = =	31
8	معمولات = = =	38
تیسرا باب	(اکبر کے کفریہ حالات اور نبوت)	
9	اکبر کے کفریہ عقائد واعمال	42
10	محضر نامہ اکبری	50
11	دین نبوت اکبری کے دلائل	54
چوتھا باب	(مجددی تحریک)	
12	اہل حل وعقد سے مکاتبت	62
13	اعتراف خدمات	69
پانچواں باب	(عقیدہ ختم نبوت کے موید ومعلن)	
14	عقیدہ ختم نبوت اور حضرت مجدد الف ثانی ؒ	83
15	القابات متعلقہ ختم نبوت، ختم رسالت (عقیدہ ختم نبوت)	92

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
16	مجدد و مجدد الف ثانیؒ	98
چھٹا باب (اتہامات کا محاکمہ)		
17	اتہام "افضلیت مجدد پر صدیق اکبرؓ"	105
18	اتہام "انکار ختم نبوت"	112
ساتواں باب (متابعت شریعت واطاعت محمدی کے داعی)		
19	تعلیمات بر اتباع شریعت محمدی	123
20	متابعت محمد رسول اللہ کی تاکید	131
21	افضلیت نبوت علی الولایت	137
22	کمالات نبوت	148
23	حب رسول اور اشعار مجدد	157
24	عجز مجدد بہ بارگاہ محمد رسول اللہ ﷺ	161
آٹھواں باب (اثبات نبوت محمدی ﷺ)		
25	اثبات النبوت کا مطالعہ	167
26	خام صوفیا کا تعاقب	179
27	سکریہ اقوال اور حضرت مجدد	184
28	نبوت محمدی کے دشمنوں سے دشمنی	187
29	اثبات ختم نبوت کے عقلی دلائل	191
نواں باب (مآخذات)		
30	حوالہ جات و حاشیہ جات	194
31	ضمیمہ جات	236
32	ماخذ و مصادر	245

عرض احوال

اکتوبر ۱۹۸۵ کا ذکر ہے۔کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان (پاکستان) کے تعاون سے اسی تنظیم کی ننکانہ صاحب شاخ نے ''عقیدہ ختم نبوت ﷺ'' کے عنوان سے ایک مقابلہ مضمون نویسی کا اعلان کیا۔اور ۱۵ اکتوبر تک مضامین طلب کئے گئے۔بندہ نے بھی اس (مقابلہ کے لئے نہیں بلکہ آزمائشاً) گیارہ صفحات پر مشتمل ایک مضمون تحریر کیا۔کسی مقابلہ نویسی میں شمولیت کا یہ میرا پہلا تجربہ تھا۔جس کے نتائج کا اعلان کیا گیا اور مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۸۵ء کو مہمانِ خصوصی (اس وقت کے صوبائی وزیر) جناب اختر رسول کے ہاتھوں بندہ کو اول انعام یعنی گولڈ میڈل پہنایا گیا۔اس طرح ایک اہم موضوع پر ایک انتہائی شکستہ تحریر کو یہ پذیرائی حاصل ہوئی۔لیکن یہ پذیرائی' یہ داد' یہ انعامات وغیرہ سے نوازا جانا اس گناہگار کے لئے نہ تھا۔بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ تاجدارِ ختم نبوت ﷺ نے اپنی فضیلت پہ لکھی گئی اس تحریر کو شرف قبولیت و پذیرائی سے نوازا۔اور آپ کی قبولیت اللہ عزّ وجلّ کے ہاں قبولیت ٹھہری۔اور عزت افزائی سے اس گناہگار کو نواز دیا گیا۔یہ مقالہ اپریل ۱۹۸۶ء میں ہفت روزہ ''لولاک'' فیصل آباد میں دو قسطوں میں شائع ہوا۔اور اکتوبر ۱۹۸۸ء میں یہی مقالہ کچھ قطع و برید (ایڈیٹنگ) کے ساتھ ''حکمت قرآن'' لاہور میں مکمل شائع ہوا۔اب یہی مقالہ ماہنامہ ''السعید'' ملتان میں تین قسطوں میں چھپا ہے کوشش جاری ہے کہ اس مقالہ کو چند اور مؤقر رسالوں میں شائع کرا لیا جائے۔تاکہ ان رسالوں سے استفادہ کرنے والے احباب بھی مضمون کے مندرجات سے واقفیت حاصل کر سکیں۔اس طرح ایک اہم موضوع پر ایک مختصر تحریر کے مطالعہ کے بعد قاری کے پاس کم از کم تعارفی مواد کا اکٹھا ہو جانا ممکن ہو سکتا ہے۔

جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے کہ حکمت قرآن میں مضمون شائع ہوا۔تو کراچی کے ایک صاحب ''احمد اشرف'' کا ایک مرقومہ اعتراض نامہ (☆) ادارہ حکمت قرآن کے ذریعہ سے موصول ہوا۔جس میں چند بزرگان دین کے چند مبہم اور متصوفانہ اقوال کو سیاق و سباق سے علیحدہ کر کے انہیں انکارِ ختم نبوت کی دلیل کے طور پر پیش کیا گیا تھا۔اور اس پیچ میرز سے سوال کیا گیا۔

☆ ضمیمہ الف پر یہ مکمل خط دیا گیا ہے۔

کہ کیا ان عقائد (جو درج کردہ اقوال سے ثابت ہوتے ہیں) کے رکھنے پر ان بزرگوں کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا؟ اعتراض نامہ میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ، علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ، حضرت بایزید بسطامیؒ، مولانا جلال الدین رومیؒ، حضرت مجدد الف ثانی سرہندیؒ، حضرت شاہ ولی اللہ الدہلویؒ، مولانا احمد رضا خاںؒ بریلوی وغیرہم کو ان کے مسروقہ اقوال کے ہمراہ منکرینِ ختم نبوت کی حیثیت سے پیش کیا گیا۔ مذکورہ خط ملنے کے بعد سے بندہ ان بزرگانِ دین کے پیش کردہ اقوال کی صحت کے بارے میں متردد و متجسس رہا کہ معترض کے اعتراض کا ازالہ کرنے کے لئے ان تمام شخصیات پر مکمل مقالے لکھنے کی ضرورت ہے چنانچہ کتب اور دوسرے مواد کی تلاش و ترتیب میں لگا رہا۔

محترم سیّد ریاست علی قادری صاحب صدر روبانی ادارہ تحقیقات امام رضاؒ کراچی و اسلام آباد سے ۱۹۸۹ء کے آخری مہینوں میں ملاقات ہوئی۔ بلکہ انہوں مجھے ملاقات کا اعزاز بخشا۔ تو انہوں نے بھی اس سلسلے میں مجھے قلم اٹھانے کی دعوت دی۔ بہر حال: دفتری اور گھریلو مصروفیات میں سے ممکنہ وقت نکال کر نقشِ اول کے طور پر صرف امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی احمد سرہندیؒ کی تعلیمات کی روشنی میں ایک مقالہ قلمبند کیا ہے جس میں مختلف جہات سے عقیدہ ختمِ نبوت کی تشریح بھی ہے۔ اور عقیدہ ختمِ نبوت کے حوالے سے امامِ ربانی کی تعلیمات میں ایک تطابق بھی ہے۔ پیروانِ مجددی اور عام مسلمان دونوں ہر لحاظ سے اس مقالہ سے مستفید ہو سکیں گے۔

اس مضمون کے لکھنے میں مَیں متعدد مشکلات کا شکار رہا اوّل: کافی مواد دستیاب نہ ہو سکا۔ مختلف لائبریریوں اور کئی اصحاب کے ذاتی کتب خانوں تک رسائی سے بھی مطلوبہ کتب میسر نہ آسکیں۔ دُوُم: حضرت امام ربانیؒ کے اپنے قلم سے نکلی ہوئی تمام کتب سے استفادہ نہ کر سکا۔ گنتی کی چار پانچ کتب مل سکی ہیں۔ انہی کے حوالہ جات کو غنیمت سمجھ کر مضمون سے متعلقہ حوالے اور اقتباسات لئے گئے ہیں۔ سب سے زیادہ مواد آپؒ کے مکتوبات سے ملا ہے۔ اور مَیں اس تگ و دَو کے بعد خود اس نتیجے پر پہنچا ہوں۔ کہ آپؒ کے مکتوبات علمِ دین، تصوف اور تعلیماتِ حق کا ایک بیش بہا خزانہ ہیں۔ سُوُم: دفتری مصروفیات اور گھریلو ذمہ داریوں نے مجھے وہ توجہ مضمون پر دینے کی اجازت نہ دی جس کا یہ مضمون متقاضی ہے۔ پھر بھی حتی الوسع طویل گفتگوؤں کو مختصر پیرائیوں میں سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے۔ چَہَارُم: شائد کہیں کہیں روابط میں کمزوری محسوس ہو۔ یا اقتباسات کی ترتیب میں بے نظمی نظر آئے۔ مگر یہ احساس پیدا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اقتباسات و حوالہ جات جیسے ملتے گئے شاملِ مضمون کرتا گیا۔ اسی وجہ سے تحریری ترتیب کے مطابق

شاید اقتباسات کی ترتیب قائم نہ ہو سکی ہے۔ آئندہ یہ خامی دور کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ بعض جگہ چند مبحث غیر ضروری نظر آئیں گے مگر در حقیقت یہ مبحث غیر ضروری نہیں ہیں۔ بلکہ اپنے مؤقف کو مدلل اور مضبوط کرنے کے لئے ان مبحث کا پیش کیا جانا ضروری سمجھا گیا ہے۔ ممکن ہے بعض جگہوں پر تشنگی محسوس ہو۔ یہاں مواد کی عدم دستیابی اور بندہ کی اپنی بے بضاعتی آڑے آئی ہے۔ جس کے لئے امید ہے کہ بندہ کو معذور سمجھا جائے گا۔

حوالہ اور استفادہ کے لئے مجھے کئی بزرگوں کی تصانیف کی شدید ضرورت محسوس ہوئی۔ مگر شومئ قسمت کہ میں ان کتب کو پانے میں ناکام رہا۔ مثلاً حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ کی تصانیف، پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کی تصنیف "حضرت مجدد الف ثانی ایک تحقیقی جائزہ" علامہ نور بخش توکلی" کی تصنیف تذکرہ مشائخ نقشبند اور خاص کر "الفرقان" کا مجدد الف ثانی نمبر مجھے کہیں سے نہ مل سکا۔

ہندوپاک میں سیاسی اختلافات نے دوسرے نقصانات کے علاوہ "علمی تبادلوں" کے ضیاع میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ خود حضرت مجددؒ کی تصانیف کی عدم دستیابی کا ذکر میں اوپر کر ہی آیا ہوں۔

میں (ناچیز مؤلف) نہ کوئی عالم دین ہوں نہ مفکر و مدبر۔ بس اپنے مطالعہ کی بنیاد پر یہ چند صفحات مرتب کیے ہیں۔ عقیدہ پر گفتگو، ایک کامل ولی اللہؒ کی تعلیمات پر نظر اور متعلقہ گفتگو، اقتباسات و آراء کی ترتیب۔ یہ تینوں کام بہت مشکل بھی ہیں اور نازک بھی۔ میں نے اپنی طرف سے کوئی سعی خاص نہیں کی۔ بس امام ربانیؒ کی تعلیمات کو مختلف عنوانات کے تحت مرتب کیا ہے اور جہاں مجھے ضروری محسوس ہوا۔ تشریح و وضاحت میں دوسروں کی تحریریں بھی شامل کی ہیں۔ یہ بھی ایک فن ہے۔ جس میں میں بہت حد تک نابلد ہوں مگر کوشش کر گزرا ہوں۔

جہاں تک تعلیمات مجددؒ کا ذکر ہے وہ علم، فہم، فکری صحت و درستگی اور فہم دین کا شاہکار ہیں اور جہاں تک بندہ ناچیز کی تحریر کا تعلق ہے وہ انتہائی عامیانہ اور سادہ ہے۔ اس طرح یہ تحقیقی، تدقیقی اور فکری مقالہ عموم و خصوص کا جامع بن گیا ہے۔

میں نے حضرت امام الہندؒ کو عقیدہ ختم نبوت کا مؤید، معلن، داعی اور پر جوش حامی ثابت کیا ہے۔ یہی جمہور امت کی آواز ہے اور حسنِ ظن رکھنا مسلمان کا رویہ بھی ہے اور حکم رسولﷺ بھی۔ اسی حسنِ ظن کے تحت اس کتاب کی ترتیب و تسوید کے مراحل تکمیل کو پہنچے ہیں۔ بماشاء اللہ تعالیٰ۔

سر سری نظر میں میں نے امام ربانیؒ حضرت مجدد الف ثانیؒ پر مشتمل لٹریچر کو دیکھا ہے۔اور یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔کہ عقیدہ ختم نبوّت کے حوالے سے اور اکبری نبوت کے فتنہ کے حوالے سے حضرت امام ربانیؒ کی شخصیت و کردار پر کوئی مستقل تصنیف نہیں لکھی گئی۔اس پہلو سے کہ اکبر کے کفریہ عقائد و اقدامات کے آگے اگر امام ربانیؒ کی تبلیغی کوششوں اور علمی اقدامات کی صورت میں بند نہ باندھے جاتے۔ تو یقیناً اکبر دعوائے نبوت کر گزرتا۔اس کے حواری و درباری اس کی نبوت کی اشاعت خوب زور و شور سے کرتے۔ متعدد مؤرخین اور سوانح نگاروں نے اپنے موئے قلم کو حرکت دی ہے۔ مگر جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔خالصتاً عقیدہ ختم نبوت کے حوالے سے اکبری افعالِ شنیعہ اور مجددیؒ اقدامات جمیلہ پر شائد قلم نہیں اٹھایا گیا۔ویسے اگر کوئی صاحب اس سلسلے میں درست سمت میں میری رہنمائی فرمائیں تو نہایت شکر گزار ہوں گا۔

ایک اور چیز جو مجھے مشکل لگی ۔وہ یہ ہے کہ امام ربانیؒ کی تعلیمات کے حوالے اور اقتباسات وغیرہ کے سلسلے میں تصانیفی اشارے اکثر قلمکاروں کے ہاں نا مکمل اور غیر محتاط پائے گئے ہیں۔(تفصیلات کا یہاں موقع نہیں ہے) کہیں مکتوب نمبر دیا ہے تو دفتر نمبر نہیں دیا۔اور کہیں دفتر نمبر دے دیا ہے تو مکتوب نمبر چھوڑ دیا ہے اور کہیں کہیں غلط نمبر دے دیئے گئے ہیں۔جب بندہ ان بالغ نظر و تجربہ کار مصنفین کی تصانیف سے خوشہ چینی کرنے بیٹھا۔ تو خود بھی اسی تسامح و تساہل کا شکار ہو گیا۔ کوشش تو بہت کی ہے کہ حوالہ ڈھونڈنے میں قاری کی ممکن حد تک زیادہ سے زیادہ رہنمائی کر دی جائے۔ پھر بھی اگر کہیں اس قسم کا سقم نظر آئے۔ تو بندہ کا اناڑی پن سمجھ کر در گزر فرمائیں۔ویسے اس حد تک استناد اور یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ امام ربانیؒ کا ہر حوالہ کہیں نہ کہیں سے نقل کیا گیا ہے۔وضع نہیں کیا گیا۔مضامین وغیرہ لکھنے کی حد تک تو بندہ ایک عرصے سے میدانِ قلم و قرطاس میں اترا ہوا ہے۔ مگر مستقل تصنیف کے حوالے سے بندہ پہلی کوشش کر رہا ہے کہ اس میں انگشت نمائی کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔اگر قلم جادۂ صواب سے بھٹک گیا تو گستاخی اور نتیجۂ سعادتوں سے محرومی اور اگر تعریفی انداز حدود سے تجاوز کر گیا تو یہ شقاوت اور بدبختی پر منتج ہونے والا عمل ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ اس میدان میں آتے وقت مراتب اولیاء اللہ اور موضوع سے انصاف کرنے کے بارے میں نظریات وغیرہ کافی حد تک واضح ہونے چاہئیں اس کا فیصلہ اب قارئین کرام و علماءِ عظام کریں گے۔کہ میرا قلم کتنی جگہ رپٹا اور میری سوچیں کہاں کہاں حدود سے متجاوز ہوئیں۔ رہنمائی اور کلماتِ بھلائی کا منتظر بھی ہوں اور پیشگی شکر گزار بھی۔

آخر میں مَیں اپنے ان تمام بزرگوں اور دوستوں کا مشکور ہوں ۔ جنہوں نے اپنی علمی، محبتانہ، ناصحانہ اور مدبرانہ مشوروں سے بندہ کی ہمت افزائی فرمائی اور اپنے عملی تعاون سے بندہ کے بوجھ کو ہلکا کیا۔ مطالعہ کے لئے کتابیں عنایت فرمائیں۔ اس مقالے کی پروف ریڈنگ کی۔ زبان وبیان کی تصحیح کی۔ اور اس مقالے کے بارے میں بار بار پوچھ کر مہمیز دلاتے رہے۔ بزرگانِ گرامی کا بھی از حد مشکور ہوں۔ کہ انہوں نے اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ اس گنہگار کو دیا۔ اور اس تحریر کو اپنی مشفقانہ توجہ اور علمی لطف واکرام سے نوازا۔ ان کے الفاظ و آراء میرے لئے وجہِ افتخار اور قیمتی سرمایہ ہیں۔ پُر امید ہوں کہ ان تمام دوستوں اور بزرگوں کا تعاون اور دستِ شفقت آئندہ بھی بندہ حقیر پُر تقصیر پر دراز رہے گا۔ بالخصوص سید ریاست علی قادری مرحوم، سید آل احمد رضوی مرحوم، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب، اثر انصاری صاحب اور بالخصوص صوفی غلام سرور نقشبندی صاحب کے علمی و مالی تعاون کا مَیں بہت شکر گزار ہوں اور گرامی صادق علی زاہد نے میرے اس کارِ محبتانہ میں دن رات میری معاونت فرمائی محترم المقام ابو الشاہد سید شبیر احمد شاہ ہاشمی صاحب نے پیش لفظ لکھ کر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ اللہ سے دعا ہے کہ ان تمام معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے (آمین ثم آمین)

اللہ ربّ العزت ہمیں اظہارِ قولِ حق کے عمل پہ ہمیشہ قائم رکھے اور دین و عقیدے میں مصلحت کیشی سے بچائے۔ آمین یا ربَّ العٰلمین وَ سَلام" عَلٰی خَاتِمِ النَّبِیّٖنَ۔

والسلام: دعاگو و دعا جو

پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد (ایم۔اے)

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبر دار
کی عرض میں نے کہ عطا فقر ہو مجھ کو
آنکھیں مری بینا ہیں ولیکن نہیں بیدار
آئی یہ صدا سلسلہ فقر ہوا بند
ہیں اہل نظر کشور پنجاب سے بیزار
عارف کا ٹھکانہ نہیں ہو خطہ کہ جس میں
پیدا کلہ فقر سے ہو طرۂ دستار
باقی کلہ فقر سے، تھا ولولہ حق
طروں نے چڑھایا نشہ خدمت سرکار

﴿بال جبریل ص ۳۰﴾

بیادگار ... شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

مسئلہ انکار ختم نبوت اور امام ربانیؒ

﴿بقلم ابوالشاہد علامہ سید شبیر احمد شاہ ہاشمی﴾

ہر مسلمان کے لئے یہ عقیدہ فرض ہے کہ حضور ختمی مرتبت رحمۃ اللعالمین ﷺ کی تشریف آوری سے نبوت ورسالت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہوگیا۔ سرکارِ دوعالم ﷺ کا ایک نامی اسم گرامی نبی القیامۃ ﷺ بھی ہے اس لئے جس کے سینہ میں سراج ایمان درخشاں ہے وہ کبھی بھی اس عقیدہ سے انحراف یا اعتزال کا سوچ نہیں سکتا۔ اس کا یہ پختہ ایمان ہوگا کہ آنحضور ﷺ کے بعد کسی کو بالفرض نبی کہنا بھی کفر صریح کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اسی عقیدہ کو سلفاً خلفاً قرناً بعد قرن پوری صراحت، مکمل وضاحت اور عرش آسا جلالت سے بیان کیا گیا ہے۔ امام ربانی، نور حقانی حضرت سیدنا شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ بھی انہی صلحائے امت اور کبرائے ملت میں سے ہیں جنہوں نے اپنے مکتوبات شریفہ اور دیگر تحریرات میں اس عقیدہ حق کو وضاحت اور صراحت سے بیان فرمایا ہے کیونکہ آنحضور ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ضروریات دین میں سے بھی ہے اور ضروریات مذہب میں سے بھی۔ تمام صلحائے امت، شیوخ وعارفین اس عقیدہ حق کے ہمیشہ علمبردار رہے ہیں کیونکہ آں سرور ﷺ کو حقیقی معنوں میں خاتم النبیین تسلیم کیے بغیر ایمان کا تصور ہی ممکن نہیں۔ معرفت وطریقت تو بعد کی باتیں ہیں۔ حضرت امام ربانیؒ جس طرح علوم ظاہری میں معجزہ مصطفےٰ ﷺ ہیں اسی طرح علوم باطنی میں بھی قلزم انوار خدا ہیں۔ مگر آپؒ کے یہ گوہر ہائے تاباں آپؒ کے جہان قلم کاری کے سمندروں میں چھپے ہوئے تھے۔ ان موتیوں کو جمع کرنے کے لئے ایک مشاق غواص اور زہرہ گوار محقق کی ضرورت تھی۔ اس لئے کہ امام ربانی کے اس پہلو پر بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ لیکن حال ہی میں ایک فاضل عزیز محترم قلم کار دانشور، اور فاضل مکرم صاحبزادہ پیر سید شبیر حسین شاہ زاہد نے کتاب "عقیدہ ختم نبوت اور حضرت مجدد الف ثانی" سپرد قلم کی ہے۔ میں نے اس کتاب کا مسودہ اپنے سفر برطانیہ میں رفیق سفر بنایا اور اسکے لطف و

لذت سے دیار غیر میں فرحاں و شاداں ہوتا رہا۔ سید شبیر حسین زاہد جس طرح لسانیات کے ماہر ہیں 'زبان و بیاں پر قدرت رکھتے ہیں' لفظ و معنے کے انتخاب پر ژرف نگاہ ہیں اسی طرح حوالہ تلاشی جیسا جان جوکھوں والا کام بھی آسانی سے کر سکتے ہیں اس فن میں مہارت اور تگ و تاز کا ثبوت یہ کتاب ہے جب حضور امام ربانیؒ اس جہان فانی میں موجود تھے اس وقت قادیانی دجل و فریب نے جنم بھی نہ لیا تھا لیکن اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام ربانی نے اس فتنے کی پیدائش سے صدیوں پہلے اس کی حشر سامانی کو محسوس کر لیا تھا۔ آپ کتاب کے ورق ورق پر مرزا قادیانی کے عقیدہ باطلہ نظریہ فاسدہ اور خیالاتِ کاسدہ کے رد میں امام ربانیؒ کے ایک ایک حرف کو ایسے پائیں گے جیسے ہندو اور انگریزی استعمار کی مشترکہ سازش قادیانی دھرم کا ایک رنگ آپؒ کے سامنے نمایاں تھا۔ برادر عزیز پروفیسر سید شبیر حسین زاہد سلمہ اللہ ایک تفتیشی افسر کے طور پر قادیانی کفر و دجل کے خلاف امام ربانی کے حوالہ جات فیصلہ کن انداز میں جمع کر کے لائے ہیں۔ اس وقت قادیانی دجل و فریب بیشمار پہلوؤں سے ریاض بائے ایمان اور مرغزار اسلام پر جس طرح حملہ آور ہوتا ہے اس میں تصوف کا لبادہ بھی ہے اور دلائل کا برادہ بھی۔ قادیانی تصوف نے جام میں شراب برطانیہ انڈیل کر امتِ مسلمہ کو مبتلائے فریب کرنے کی کوشش کی ہے مگر پروفیسر صاحب نے امام ربانی کے گرز سے قادیانی امت کے کاسئہ سر پر خوب ضربیں لگائی ہیں میرے نزدیک یہ کتاب اس دور کی بہت بڑی ضرورت تھی جسے ایک محقق فاضل نے بڑی عرق ریزی سے پورا کیا ہے۔ مجھے اس امر پر بہت مسرت ہے کہ صحیح العقیدہ حنفی سنی بریلوی محققین قادیانی کفر و ضلالت کا تعاقب بڑے ماہرانہ انداز میں فرما رہے ہیں ان میں میرے عزیز محترم پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد کی ہم رکابی میں ایک اور شعلہ جوالہ نوجوان جناب صادق علی زاہد بھی ہیں پہلے سنتے تھے کہ زاہدِ تنگ نظر سوا کفر بتانے کے کچھ نہیں کرتا مگر ہمارے ان دو زاہدوں نے ایمان کے لالہ زار کو قادیانی خزاؤں سے بچانے کے لئے جس تحقیق 'تدقیق' ذوق' محبت اور جاں کاوی کا مظاہرہ کیا ہے اس کی جزا ان کو صرف خدا اور مصطفے ﷺ ہی عطا فرمائیں گے بہر حال میری دعا ہے کہ یہ کتاب عجالہ نافعہ ثابت ہو اور سرکارِ ختم المرسلین ﷺ اپنی شفاعت کی سعادت صاحب کتاب کو عطا فرمائیں اور علما سے گزارش ہے کہ اس کو حرز جاں بنا کر حوالہ جات کا انسائیکلو پیڈیا سمجھیں اور اسکی سرپرستی فرمائیں آمین۔ بجاہ سید المرسلین ﷺ

ابو الشاہد سید شبیر احمد شاہ ہاشمی

پہلا باب

عقیدہ ختمِ نبوّت کی اہمیت اور اثبات

عقیدہ ختم نبوت اسلام کا وہ عظیم الشان عقیدہ ہے۔ کہ اس کی بنیاد پر مسلمانان عالم کا دین وایمان مستحکم و مصدق اور ان کا عمل یگانگت وہمہ گیری کا مظہر ہوتا ہے۔ اس عقیدہ کی مختصر تشریح اس طرح ہے کہ سلسلۂ نبوت کا آغاز ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق وبعثت سے ہوا۔ اور پھر مختلف علاقوں، زمانوں، قبیلوں، قوموں اور ملکوں وغیرہ میں یہ منصب پروان چڑھتا ہوا حضور سرور کائنات، صاحب لولاک، رحمۃ للعلمین، نبی اولیں وآخریں ﷺ کے عہد تک منتہی ہوا۔ بعثتِ آدم علیہ السلام وبعثتِ محمدی ﷺ کے درمیان روایات کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار یاکم وبیش پیغمبر احکام الٰہی کی تبلیغ واشاعت کرنے آئے اور بروایات مصدقہ تقریباً تین سو پندرہ اولوالعزم اور مقدس رسولانِ عظام مبعوث ہوئے اور انہوں نے پیغام الٰہی کی ترویج ونفاذ کرنے کا حق ادا کیا۔ لیکن حضور سرور دوعالم ﷺ کی بعثت کے بعد یہ سلسلہ ختم کردیا گیا۔ اور قرآن مجید میں اللہ تعالٰی کی طرف سے یہ اعلان کردیا گیا کہ

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب-۴۰)

(ترجمہ) محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں (مگر ہاں) وہ اللہ کے رسول ہیں (اور رسول امت کا روحانی باپ ہی ہوتا ہے) اور (سلسلۂ) انبیاء کے ختم کردینے والے ہیں۔"

(یعنی رسول اللہ کی تمہارے لئے اُبوت حیثیت نبوت اب قیامت تک رہے گی اس لئے کہ اوروں کا آنا اب ناممکن ہے)

قرآن مجید کے اس اعلان کو آیہ تکمیل دین کے ذریعے موءکد کیا گیا ارشاد ربانی ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ-۳)

(ترجمہ) "آج کے دن میں نے (اے مسلمانو) تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا۔ اور تم پر مَیں نے اپنی نعمت کو پورا کردیا۔ اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر میں راضی ہوگیا ہوں۔"

اس کے علاوہ تقریباً ننانوے آیات قرآنی اور ہیں جو اشارۃً مجملاً اور مفصلاً عقیدہ ختم

نبوت کی تائید و تصدیق کرتی ہیں۔ تفصیل کا یہاں موقع نہیں (۱) حدیث کے ذخیرہ پر نظر ڈالی جائے۔ تو تقریباً دو سو دس احادیث اس عقیدہ (ختم نبوت) کی صحت پر شاہد ہیں۔ بطور نمونہ ایک حدیث مبارکہ تبرکاً درج کی جاتی ہے

عن ابی ہریرۃ انّ رسول اللّٰہ ﷺ قال انَّ مَثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجلٍ بنیٰ بیتاً فاحسنہ و اَجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃٍ فجعل النّاس یطوفون بہ و یُعجبُونَ لہ و یقولون ھلاّ وُضِعَتْ ھذہ اللّبنۃُ و انَا خَاتم النّبیین (رواہ البخاری فی کتاب الانبیاء، رواہ المسلم فی الفضائل، رواہ مسند احمد فی مسندہ، رواہ النسائی، رواہ الترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت ﷺ سے روایت فرماتے ہیں۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ کہ "میری مثال مجھ سے پہلے انبیاء کے ساتھ ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اور اس کو بہت عمدہ اور آراستہ و پیراستہ بنایا۔ مگر اس کے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ تعمیر سے چھوڑ دی پس لوگ اس (گھر) کے دیکھنے کو جوق در جوق آتے ہیں۔ اور خوش ہوتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی (تاکہ مکان کی تعمیر مکمل ہو جاتی) چنانچہ میں نے اس جگہ کو پُر کیا اور مجھ سے ہی قصرِ نبوت مکمل ہوا۔ اور میں ہی خاتم النبیین ہوں یا مجھ پر تمام رسولوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا

دو سو دس احادیث کا فرداً فرداً ذکر یہاں کتاب کی طوالت کا باعث ہو گا۔ کہ یہ مضمون عنوان بالا سے اتنی ہی مناسبت رکھتا ہے۔ جتنا ذکر کر دیا گیا (۲)

عقیدہ ختم نبوت پر صحابہ کرامؓ کا اجماع مستند تاریخ سے ثابت ہے۔ چنانچہ دورِ صدیقیؓ میں مسیلمہ کذاب، سجاح اور طلیحہ اسدی کو جھوٹے مدعیان کے خلاف صحابہؓ نے جہاد و قتال کیا۔ اس میں مسلمان مقتولوں کو شہید سمجھا گیا۔ مدعیین کذاب اور ان کے حواریوں کو کافر سمجھا گیا۔ ان کے خون کو حلال اور مال کو غنیمت سمجھا گیا ان کے دورانِ جنگ قید ہونے والے بیوی بچوں کو غلام و لونڈیاں بنایا گیا۔ چنانچہ "جنگ یمامہ" اسلام کی وہ مشہور جنگ ہے جو عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت و صیانت کے لئے لڑی گئی۔ اور مسیلمہ کذاب کو اس کے جھوٹے دعویٰ کی بناء پر کہ "وہ اللہ کا نبی ہے" کیفر کردار کو پہنچایا گیا۔ اس سے اس عقیدہ کے بارے میں تمام صحابہ کے نظری و عملی عقیدہ کے اجماع کی سمت متعین ہو جاتی ہے۔

دورِ خلافت راشدہ کے بعد ہر دور، ہر طبقے اور ہر سطح پر عقیدہ ختم نبوت کو بالکل اسلام کی حقیقی قدروں کے مطابق سمجھا گیا۔ اور اس کے منکروں کی نہ صرف زبان سے مخالفت کی گئی۔ بلکہ طاقت سے اُن کو ان کے جھوٹے دعوؤں سے رجوع پر مجبور کیا گیا۔ اور انکار کی صورت میں تہ تیغ کیا گیا۔ مسلمانوں کے ہاتھوں منکرین کے انجام کی تاریخ علامہ ابو القاسم رفیق دلاوری نے ''آئمہ تلبیس'' کے نام سے دو جلدوں میں مرتب کی ہے۔ جو دورِ رسالت کے اسود عنسی سے لے کر بیسویں صدی عیسوی کے جھوٹوں تک محیط ہے۔ جن کا انجام بُرا ہوا۔ بقول اکبر الہ آبادی

اسلام سے جس نے بھی بے وفائی کی ہے
پایا نہیں مَیں نے اس کا انجام بخیر

رسول خدا ﷺ نے اپنے بعد کسی بھی قسم کے ظلی، بروزی، ثیلی، تبع نبی یا صاحب شریعت وبلا شریعت رسول و نبی کی آمد کی منسوخی کا صریحاً اعلان کیا ہے۔ قرآن کریم نے نبی (خاتم النبیین) کا لفظ بولا ہے۔ جس کا رسول ہونا ضروری نہیں مگر رسول کا نبی ہونا ضروری ہے۔ یعنی نبی کے منصب کے انقطاع کا مطلب یہ ہوا۔ کہ سلسلہ نبوت بھی موقوف ہوا۔ اور سلسلہ رسالت بھی۔ مطلقاً نبی کا لفظ لایا گیا۔ جس میں نبوت کی ہر قسم شامل ہے۔ یعنی ہر قسم کی نبوت منقطع و موقوف ہے۔ قرآن کریم کے اعلان ''خاتم النبیین'' کے مفہوم کی تشریح و تفصیل رسول اللہ ﷺ نے احادیث کے ذریعے ذکر فرمائی۔ مگر ہاں دو ہستیوں کی آمد کا ذکر بھی ہوا ہے۔ جو اعلان ختم نبوت کے بعد آئیں گی۔ مگر ان ہستیوں کی آمد سے نہ تو عقیدہ ختم نبوت کی صحت متاثر ہو گی اور نہ ہی ان ہستیوں کی آمد سے جمہور مسلمانوں کے انقطاع نبوت کے عقیدہ میں کسی قسم کی کمی و بیشی ہونے کا امکان ہے۔ ان دونوں ہستیوں کا آنا احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہوا ہے۔ اور جو رُوح حدیث مبارکہ میں بیان ہوئی ہے۔ وہ عقیدہ ختم نبوت کے موافق اور منکرین کے دعوؤں کے مخالف ہے۔ مُشتے از خروارے صرف ایک ایک حدیث پیشِ خدمت ہے چنانچہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں:

''حضور سرور کائنات ﷺ کا ارشاد، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ کہ ''میرے اور ان (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ اور یہ کہ وہ اترنے والے ہیں۔ پس جب تم ان کو دیکھو تو پہچان لینا۔ ان کا قد درمیانہ، اُن کی رنگت سرخ و سپید، دو زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوں گے۔ ان کے سر کے بال ایسے ہوں گے گویا اب ان سے پانی ٹپکنے والا ہے۔ حالانکہ وہ بھیگے ہوئے نہ

ہوں گے۔ وہ اسلام پر لوگوں سے جنگ کریں گے۔ صلیب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔ خنازیر کو مار ڈالیں گے۔ جزیہ ختم کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں اسلام کے علاوہ تمام ملتوں کو ختم کر دیں گے۔ اور وہ زمین میں چالیس سال قیام فرمائیں گے پھر وہ وفات پا جائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔" (۳)

اس حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی متعدد نشانیاں اور آپ کے دینی اقدامات کا اثبات مذکور ہے۔ آپ کس حیثیت سے زمین پر چالیس سال تک قیام فرمائیں گے۔ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے تفسیر کبیر کے مفسر علامہ فخر الدین رازیؒ شافعی رقم طراز ہیں کہ

"انبیاء کا دور محمد ﷺ کی بعثت تک تھا۔ جب آپ ﷺ مبعوث ہو گئے تو انبیاء کی آمد کا زمانہ ختم ہو گیا اب یہ بات بعید از قیاس نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد محمد ﷺ (کی شریعت) کے تابع ہوں گے"۔ (جلد سوم صفحہ نمبر ۳۴۳)

علامہ آلوسی بغدادی تفسیر روح المعانی جلد ۲۲، صفحہ نمبر ۳۲ پر اسی مفہوم کو یوں مشرح فرماتے ہیں کہ

"پھر عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو وہ اپنی سابق نبوت پر باقی ہوں گے بہر حال اس (نبوت) سے معزول تو نہ ہو جائیں گے مگر وہ اپنی پچھلی شریعت کے پیرو نہ ہوں گے۔ کیونکہ وہ (پچھلی شریعت) ان کے اور دوسرے سب لوگوں کے حق میں منسوخ ہو چکی ہے۔ اور اب وہ اصول و فروع میں اس شریعت کی پیروی کے مکلف ہوں گے۔ لہٰذا اُن پر نہ اب وحی آئے گی اور نہ انہیں احکام مقرر کرنے کا اختیار ہو گا بلکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے نائب اور آپ ﷺ کی امت میں امتِ محمدیہ ﷺ کے حاکموں میں سے ایک حاکم کی حیثیت سے کام کریں گے"۔

غرض یہ کہ سینکڑوں احادیث میں نزولِ مسیح علیہ السلام کا واضح علامات اور بیّن نشانیوں کے ساتھ تذکرہ موجود ہے۔ جو کہ شریعت محمدیہ ﷺ کی اقتداء میں ترویج دین محمدی ﷺ کے لئے ہو گی۔ تقریباً تمام عربی، فارسی اور اردو مفسرین نے نزول عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدے کو جمہور مسلمان امت کے عقیدے کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ (۴)

آمد مہدی علیہ السلام پر بھی محدث شوکانی کے نزدیک پچاس حدیثیں' سید بدر عالم مدنی کے نزدیک پچاس مرفوع احادیث اور اٹھائیس آثار اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی (مصنف التعلیق الصبیح) کے نزدیک ظہور مہدی پر نوّے سے زائد احادیث موجود ہیں جنہیں تیس صحابہ کرامؓ نے روایت کیا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم شریف کی احادیث سے یہ امر ثابت ہے کہ "آخری زمانے میں مسلمانوں کا ایک خلیفہ ہوگا۔ جس کے زمانے میں غیر معمولی برکات ظاہر ہوں گی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے قبل پیدا ہوگا دجال اس کے عہد میں ظاہر ہوگا۔ مگر اس دجال کا قتل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دستِ مبارک سے ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے تشریف لائیں گے تو وہ خلیفہ نماز کے لئے مصلے پر آچکا ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر وہ مصلیٰ چھوڑ کر پیچھے ہٹے گا۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام ان سے فرمائیں گے کہ چونکہ آپ مصلے پر جا چکے ہیں۔ لہذا اب امامت آپ ہی کا حق ہے اور یہ اس امت (امتِ محمدیہ علیہ ﷺ) کی بزرگی ہے۔ (کہ ایک نبی ایک غیر نبی کو نہ صرف یہ کہ امامت کا حق دے بلکہ خود اس کی اقتداء میں نماز ادا کرے) اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ نماز آپ کی اقتداء میں ادا فرمائیں گے یہ تمام صفات ان صحیح احادیث سے ثابت ہیں جن میں محدثین کو کوئی کلام نہیں۔ جمہور امت کے نزدیک یہ خلیفہ حضرت امام مہدی ہوں گے۔ اگرچہ ان تمام احادیث میں نام کی صراحت نہیں ہے مگر بعض احادیث میں نام کی صراحت موجود ہے لہذا علامہ سفارینیؒ کے نزدیک ایمان لانا اس (خروج و ظہور امام مہدی) پر واجب ہے جیسا کہ علمائے اہلِ سنّت کے ہاں ثابت اور مدون ہے (۵) درج بالا تصریحات اور دوسری تفصیلات سے یہ بات ثابت ہے کہ اہل سنت کے نزدیک حضرت امام مہدیؒ اولادِ رسول علیہ ﷺ ہوں گے۔ اور آپ کا منصب جزوی طور پر انبیاء علیہم السلام کے مماثل ہوگا۔ مگر نہ آپ کسی قسم کا کوئی دعویٰ نبوت و رسالت کریں گے۔ اور نہ ہی آپ دین محمدی علیہ ﷺ کے علاوہ کسی اور عقیدے یا دین کی تبلیغ و تشہیر کریں گے۔ جبکہ شیعہ عقائد میں خصوصیات مہدی علیہ السلام میں اہل سنت کے عقائد سے اختلاف پایا جاتا ہے۔ مگر یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ انہوں نے بھی امام مہدی کو خصائصِ نبوت سے متصف کرنے کے باوجود نبی یا رسول نہیں کہا۔

دوسرا باب

حیات وسوانح حضرت مجدد الف ثانیؒ

حالات وسوانح حضرت مجدد الف ثانیؒ

تصانیف حضرت مجدد الف ثانیؒ

عقائد ===========

معمولات ==========

امامِ ربّانی حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرہ العزیز

سیرت وحالات

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کا اسم مبارک احمد ہے۔ والد کا نام عبد الاحد اور دادا کا اسم گرامی زین العابدین تھا۔ آپ کا نسب نامہ اٹھائیس واسطوں سے امیر المومنین خلیفہ راشد ثانی حضرت عمر فاروقؓ تک پہنچتا ہے۔ اسی لئے آپ کی تحریروں میں فاروقی جوش اور دینی حمیت واضح طور پر نظر آتی ہے۔ اور کفر' شرک' بدعت' بے دینی' فسق وفجور' علمائے سُوء اور الحاد وبد عملی سے بیزاری ونفرت بھی وراثتِ فاروقی پر گواہ ہے۔

مدینہ طیبہ کے بعد آپؒ کے آباؤ اجداد کا وطن کابل تھا۔ حضرت عبد الاحد فاروقی کے مورث اعلیٰ شیخ شہاب الدین کا شمار سلاطین کابل کے جلیل القدر امراء و فضلاء میں ہوتا تھا۔ آپؒ کابل سے ہندوستان تشریف لائے۔ فیروز شاہ تغلق آپ کا انتہائی عقیدت مند تھا۔ آپؒ نے اسی دور میں سرہند شریف میں سکونت اختیار کی۔ اس کے بعد آپؒ کی اولاد بھی وہیں رہائش پذیر رہی۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ حضرت عبد الاحد فاروقیؒ کے چوتھے صاحبزادے تھے۔ آپؒ کا لقب بدر الدین اور کنیت ابو البرکات تھی۔ آپؒ کی ولادت بمقام سرہند شریف ۱۴ شوال المکرم ۹۸۱ھ بمطابق 26 جون 1526ء بروز جمعۃ المبارک بوقت نصف شب ہوئی۔ اس وقت اکبر اعظم کی تخت نشینی کو آٹھ سال گزر چکے تھے۔ آپ کی پیدائش کے موقع پر حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ تشریف لائے اور اپنی انگشت مبارک حضرت ممدوحؒ کے منہ میں ڈالی اور بشارت فرمایا۔ کہ "یہ بچہ تجدید دین کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔" ان کی یہ بشارت بعد کو حرفاً حرفاً پوری ہوئی۔ حفظ قرآن کے بعد آپؒ نے اپنی ابتدائی تعلیم کی تکمیل اپنے والد ماجد شیخ عبد الاحدؒ سے کی۔ اس کے بعد سیالکوٹ جاکر مولانا کمال کشمیریؒ سے معقولات کی بعض کتابیں پڑھیں۔ حدیث میں آپؒ کے استاد حضرت مولانا یعقوب صرفی کشمیری تھے۔ سترہ برس کی عمر میں جملہ علوم ظاہریہ سے فارغ ہو کر مسندِ افادہ پر بیٹھے اور مدت تک درس وتدریس کے شغل کے علاوہ طالبانِ حق کو فیوض وبرکات سے نوازنے کا عمل جاری رکھا۔ پھر اکبر آباد یعنی موجودہ آگرہ تشریف لائے۔ اور میدانِ تصوف میں حضرت خواجہ محمد باقی باللہؒ سے بیعت کی۔ یہ بیعت نقشبندی سلسلۂ تصوف میں تھی۔ مزید برآں طریقہ چشتیہ اور قادریہ میں آپؒ اپنے والد ماجد شیخ عبد الاحد سرہندی فاروقیؒ سے بیعت تھے۔ اور خرقہ خلافت حضرت شاہ سکندر کیتھلیؒ نبیرہ شاہ

کمال کیتھلیؒ سے پایا۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کا سلسلہ طریقت متعدد واسطوں سے حضور ﷺ تک پہنچتا ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ میں ۲۱ واسطوں سے ' سلسلہ قادریہ میں ۲۵ واسطوں سے ' اور سلسلہ چشتیہ میں ۲۷ واسطوں سے...... سلسلہ چشتیہ میں اپنے والد ماجد شیخ عبدالاحدؒ سے بیعت تھے اور اجازت و خلافت حاصل تھی۔ سلسلہ قادریہ میں شاہ کمال کیتھلی سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ حضرت خواجہ باقی باللہ سے سلسلہ نقشبندیہ میں اجازت و خلافت حاصل کی۔ (مجدد ہزارہ دوم ص ۱۹۔۲۰)

آپؒ کی شخصیت اور کردار میں وہ دینی بلندی اور تقویٰ کی عظمت و پختگی پائی جاتی تھی کہ جو کوئی آپؒ کو دیکھتا فوراً آپؒ کی شخصیت اور روحانی اثر سے متاثر ہو جاتا (۶) صورت اقدس پر انوارِ ولایت نمایاں تھے۔ ملاحت کے ساتھ رُعب اور دبدبہ بہت تھا۔ غرضیکہ آپؒ فاروقی حمیت کے جلال کی ایک زندہ مثال تھے۔

آپؒ شریعت کے انتہائی پابند اور سنت رسول ﷺ کے بے پناہ محب' بدعات و منکرات سے از حد محترز اور متنفر تھے۔ ہمیشہ عزیمت پر عمل کرتے رخصت کے قریب نہ جانا آپ کا شعار تھا۔ کثرت عبادت' امر بالمعروف و نہی عن المنکر' حق اور حمایتِ مظلوم جیسے عظیم خصائص سے آپؒ کا باطنی کردار صَیقل ہو چکا تھا۔ آپ اسی متقیانہ زیب و زینت کے ساتھ امر حق کی تعلیم اور منہیات سے روکنے میں تمام عمر لگے رہے۔

اصلاحات دینی

دَورِ اکبری میں حضرت مجددؒ کا تبلیغی و اصلاحی مشن اگرچہ جاری رہا۔ مگر یہ مشن امراء ' وزراء ' صاحبِ حیثیت عوام کے ساتھ رابطوں اور ان تک اکبری الحاد و شرک اور دین کی حقیقی تصویر پیش کرنے تک محدود تھا۔ اکبر آپؒ کے مشن و مقاصد سے آگاہ تو ہو چکا تھا۔ مگر اس نے آپؒ کے تبلیغی مقاصد میں رکاوٹ ڈالنے سے پرہیز کیا۔ اور آپؒ سے کترانے ہی میں عافیت جانی۔ مگر عہدِ جہانگیری میں ملکہ نور جہاں کے اثر و رسوخ کی وجہ سے جب بادشاہ اور حکومت پر شیعیت کا غلبہ ہو گیا اور عوام بھی شیعہ نظریات سے متاثر ہونے لگے۔ تو آپؒ میدانِ عمل میں نکلے اور کسی انجمن سازی کے بغیر حکومت' درباری علماء اور دربار کے حواری صوفیا کا مقابلہ کیا۔ اپنے مکاتیب' تبلیغی دوروں اور خلفاء و مریدوں کے ذریعے ارباب حکومت اور عوام الناس کی تعلیم و تربیت فرمائی

ہندی بت پرستوں کے اعمالِ باطلہ اور گمراہ کن عقائد کا ابطال تحریر کیا اور انہیں عملاً رد کر دیا۔ اور مناظرے و مباحثے کے ذریعے ان دشمنِ اسلام فرقوں کے فتنہ و فساد کا سدِ باب کیا آپؒ نے رقص و سرود کو ناجائز بتایا۔ عیش و طرب کے طریقے سے نفرت دلائی۔ سجدہ تعظیمی کو اسلام کی حقیقی روح کے خلاف بتایا۔ قرآن و سنت اور عمل صحابہ کی حقانیت اور صائبیت کا بار بار ذکر کیا۔ جن کی تفصیل آگے آئے گی۔ ایک شخص حسن خان کابلی نے آپؒ کے مکتوبات میں تحریف کر کے کفریہ و زندیقانہ عبارتوں کا اضافہ کیا۔ اور محرف مکتوبات بلادِ عرب، افغانستان اور دیگر اسلامی ممالک میں بھجوا کر آپؒ کے خلاف فتاویٰ حاصل کیے۔ اور مشہور کر دیا۔ "یہ شخص خود کو صدیق اکبر سے افضل کہتا ہے۔" اس کا خوب پروپیگنڈا کیا گیا اور تمام ہندوستان میں آپؒ کے خلاف بدگمانی کی آگ بھڑکا دی گئی (۷)۔ القصہ وہ مشہور واقعہ پیش آیا جس کے بعد جہانگیر بادشاہ نے آپ کو گوالیار کے قلعہ میں قید کر دیا۔ مگر وہاں بھی آپ نے تبلیغ و تعلیم دین کا فریضہ جاری رکھا۔ اور قیدیوں اور محافظوں کو اپنے حلقہ عقیدت میں داخل کیا۔ بادشاہ کو خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوئی۔ اور آپ ﷺ نے بادشاہ کو حضرت مجددؒ کی فوری رہائی کا حکم دیا۔ بادشاہ نے آپؒ کی رہائی کا پروانہ جاری کیا۔ تو آپؒ نے جواباً لکھا کہ میں ان شرطوں پر قلعہ گوالیار کی قید سے باہر آؤں گا۔

(۱) بادشاہ کو سجدہ کرنا حرام قرار دیا جائے۔

(۲) ذبحہ گائے کی عام اجازت ہو اور بادشاہ خود اپنے ہاتھ سے گائے ذبح کرے۔

(۳) شہید شدہ مساجد سرکاری خرچ پر دوبارہ تعمیر کروائی جائیں۔

(۴) ایک جامع مسجد دربار عام کے بالمقابل تعمیر کی جائے۔ جہاں عام مسلمان نماز پڑھیں۔

(۵) مفتی، قاضی محتسب وغیرہ احکام شریعت کے قواعد کے مطابق مقرر کیے جائیں۔

(۶) کفار سے جزیہ وصول کیا جائے۔ جیسا کہ شرع کا حکم ہے۔

(۷) خلافِ شرع تمام قوانین منسوخ کیے جائیں۔

(۸) بدعت کی تمام رسوم کو بند کیا جائے۔

(۹) ہندوستان کے تمام (بالخصوص مسلمان) قیدی رہا کیے جائیں۔ وغیرہ وغیرہ

بادشاہ نے آپؒ کی تمام شرائط مان لیں۔ تو آپؒ اسیری سے باہر آئے۔ اور رشد و ہدایت عام کیا بادشاہ آپ کا بہت معتقد ہوا اور آپؒ نے بھی بادشاہ پر کمال شفقت اور مہربانی فرمائی۔ اور فرمایا "جہانگیر اگر (قیامت کے روز) میں جنت کا حق دار ہوا۔ تو تمہارے بغیر جنت میں داخل نہ ہوں گا۔"

آپ ہندوستان کے مسلم اکابرین میں سے پہلے شخص ہیں۔ جنہوں نے اکبر کے "متحدہ قومیت" اور "صلح کل" کے نظریے کے ابطال اور کمزوریوں کو واضح کیا۔ اور دو قومی نظریہ (ہندوستان میں دو بڑی قومیں ہندو اور مسلمان آباد ہیں۔) پیش کیا ہندوؤں اور مسلمانوں کے عقائد' عبادات' تہذیب و معاشرت' رسوم و رواج' تعمیر و فنون اور دوسرے باہمی معاملات کے جدا جدا ہونے کو واضح کیا اور یہ حقیقت بھی آپ ہی منظر عام پر لائے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں یہ تفاوت کبھی دور نہیں ہو سکتے۔ آپ کے مکاتیب اور دوسری تحریروں میں دو قومی نظریے کے حوالے سے کثیر مواد موجود ہے جو دو قومی نظریے کے محقق کی درست سمت میں رہنمائی کر سکتا ہے۔

اپنی وفات سے چند ماہ قبل فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اپنی عمر تریسٹھ سال معلوم ہوتی ہے اور اپنی وفات کے قریب ہونے کا اکثر ذکر فرمایا کرتے۔ اپنی قبر کی جگہ کا بھی خود تعین فرمایا چنانچہ ۲۸ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ بمطابق 10 دسمبر 1624ء میں سرہند شریف ہی میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ نماز جنازہ خواجہ محمد سعید الخازنؒ نے پڑھائی۔ اور سرہند شریف ہی میں آپ کو دفن کیا گیا آپؒ کا مزار آج بھی مرجع خلائق عام ہے۔ جہاں ہر سال عرس بھی منایا جاتا ہے۔ مولوی بدر الدین حنفی سرہندی نقشبندی نے آپ کی تاریخ وفات "ظل محمدیود" سے نکالی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے وقت کے مجدد تھے(۴) اور پھر آپؒ کو یہ خصوصی اعزاز حاصل ہے کہ آپؒ مجدد الف ثانی تھے۔ یعنی دوسرے ہزار سال کے آغاز پر دین کی تجدید کرنے والا اور دین میں پیدا کی گئی بدعتوں اور قباحتوں کو دور کرنے والا۔ آپ کو مجدد الف ثانی کا خطاب ملا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ نے دیا۔ آپؒ نے خود بھی حدیث مجدد کی تشریح و تفصیل بیان کرتے ہوئے اپنے مجدد بلکہ مجدد الف ثانی ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ (بحوالہ آپؒ کے مکتوبات شریفہ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی جو ابتداء حال میں آپ کے حق میں بدظن تھے۔ آخر آپ کی کمالات اور جلالت کے معترف ہو گئے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی مشہور عالم تصنیف "اخبار الاخیار" کے آخر میں لکھتے ہیں کہ "جو نزاع ہزار سال سے درمیان علماء اسلام اور صوفیاء کرام کے چلی آتی تھی وہ آپ نے اٹھا دی اور مورد "حدیث صلہ" کے ہوئے (اس حدیث پر تفصیلی گفتگو باب "مجدد و مجدد الف ثانی" میں کی گئی ہے۔)

آپؒ کا علمی مرتبہ بلند پایہ تھا۔ آپ کے قلم میں اگرچہ فاروقی جوش نظر آتا ہے۔ مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آپؒ نے اپنے قلم سے جو علمی موتی بکھیرے ہیں۔ اور جن متنازعہ فیہ موضوعات کو خوبصورتی، چابک دستی اور دین کی روشنی میں فیصل کیا ہے وہ آپؒ کے ایک تبحر عالم ہونے کا واضح ثبوت ہے۔ اگرچہ آپ کی تحریروں میں اصطلاحات اور زبان و بیان کے اشکال عام سطح کے قاری کو قدم قدم پر نظر آتے ہیں۔ لیکن آپ کا علمی پایہ درجہ ثقاہت اور جادۂ صواب سے کہیں بھی ہٹنے نہیں پاتا۔ قرآنی آیات، احادیث، علمائے سلف کے حوالے، عقلی و فقہی دلائل اور منفرد تشریحی انداز آپ کی تحریروں کی خوبیاں ہیں۔

تصانیف حضرت امام ربانیؒ

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ایک صوفی، مبلغ اور درویش ہی نہ تھے بلکہ علم و فضل کے سمندر بھی تھے۔ معقولات و منقولات کے ماہر تھے۔ قرآن و حدیث کے فاضل تھے۔ انداز بیان انتہائی دلنشین اور آیات قرآنی و احادیث نبوی سے مزین ہوتا تھا۔ اور عربی اور فارسی اشعار بر موقع و بر محل اور علمی و فقہی کتابوں کے حوالے اور علماء دین کے اقوال و تشریحات آپ اکثر اپنی تحریروں میں شامل کرتے تھے۔ آپ کی تحریریں علم و دانش اور فکری صائبیت کا شاہکار ہیں آپ نے متعدد کتب بھی تحریر فرمائیں اور سینکڑوں مکتوبات لکھے جن کو جمع کر کے مدون کر دیا گیا ہے۔ آپ کی کتب و رسائل کا تعارفی تذکرہ درج ذیل ہے۔

اثبات النبوۃ

اس کا نام بعض مصنفین نے تحقیق النبوۃ بھی لکھا ہے۔ یہ اصل عربی زبان میں ہے۔ اور آپ کی سب سے پہلی تصنیف ہے۔ ۹۹۰ھ کے قریب لکھا گیا اس میں آپ نے بتایا کہ نبوت کا مقام و مرتبہ کیا ہے اور اس کی ضرورت کیوں ہے۔ اور یہ کہ کیا انسانی رہنمائی کے لئے عقل کافی ہے یا نبوت کی ضرورت ہے آپ کا اس رسالے میں انداز تحریر عالمانہ بھی ہے اور ادیبانہ بھی۔ اس کی ضخامت عام کتابی سائز کے چوالیس صفحات ہے۔ یہ رسالہ اردو ترجمہ کے ساتھ اور اردو ترجمہ کے بغیر متعدد مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ (مضامین کی تفصیل باب اثبات النبوۃ میں دی گئی ہے)

رسالہ تہلیلیہ

یہ رسالہ بھی عربی زبان میں ہے اور عام کتابی سائز کے اکیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں آپؒ نے کلمہ طیبہ کے معارف بیان فرمائے ہیں۔ یہ رسالہ ۱۰۱۰ھ میں لکھا گیا ہے۔ یہ رسالہ آپؒ نے چھتیس سال کی عمر میں لکھا ہے۔ رسالے کے مضامین یہ ہیں۔

لفظ اللہ کی تحقیق، لفظ اللہ کے لطائف، دلیل توحید، کلمہ طیبہ کے فضائل، توحید صوفیا، وجود باری تعالیٰ کی حقیقت، وجود باری تعالیٰ کے بارے میں فلاسفہ اور صوفیا کی متفقہ رائے۔ وجود باری تعالیٰ کے بارے میں فلاسفہ کے دلائل۔ آنحضرت ﷺ کے فضائل، معجزہ قرآن کریم معجزہ نبوت کی دلیل ہے وغیرہ وغیرہ۔

اس رسالہ میں انداز بیان آسان اور سہل ہے۔ اردو عربی شائع ہو چکا ہے

ردِ روافض (۹)

یہ آپ کی تیسری تصنیف ہے۔ جو آپ نے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہونے سے پہلے لکھی۔ اصل فارسی زبان میں ہے۔ اکثر تذکروں میں اس کا نام "ردِ مذہب شیعہ" بھی لکھا گیا ہے۔ یہ رسالہ ۱۰۰۲ھ میں لکھا گیا۔ جب مغل دربار میں شیعہ عناصر اور ان کے فتنہ جو دینی افکار کا زور اور اثر بڑھ رہا تھا۔ یہ ماورالنہر کے ایک شیعہ عالم کے ایک رسالے کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ عنوانات یہ ہیں۔ بعض شیعہ فرقوں اور اُن کے عقائد کا بیان اور ان کی تاویلاتِ باطلہ' علمائے ماوراالنہر کی دلیل اور شیعوں کی جانب سے اس کا جواب' حضرت مجدد الف ثانی کا قول فیصل' اجتہادی امور میں صحابہ کا اختلاف' فضائل حضرت ابوبکر صدیقؓ' حضرت عمر فاروقؓ' حضرت عثمان غنی رضوان اللہ علیہم حضرت علیؓ کے خلیفہ اول ہونے کے بارے میں نص کا وجود ثابت نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت پر حضرت علیؓ کا راضی ہونا۔ رسالے کے آخری حصے میں اہل بیت کے مناقب و محاسن اور مدائح و فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ فارسی' اردو' دونوں زبانوں میں شائع ہو چکا ہے یاد رہے کہ اس رسالے کی شرح کا شرف حضرت شاہ ولی اللہؒ کو حاصل ہوا ہے۔

شرح رباعیات

حضرت خواجہ باقی باللہؒ نے شریعت و طریقت کے اسرار و رموز کو نثر کے علاوہ نظم میں بھی بیان کیا ہے۔ اور رباعیات لکھی ہیں۔ جن کی شرح بھی آپ نے خود کی ہے۔ ان رباعیات میں سے (۱۹) دو کی شرح حضرت مجدد الف ثانی نے لکھی ہے۔ مذکورہ رسالے میں پہلے چھ صفحات میں حضرت خواجہ باقی باللہ کی شرح اور اگلے تیس صفحات میں حضرت مجددؒ کی شرح ہے۔ اس طرح اس رسالے کی ضخامت چھتیس صفحات ہے۔ یہ رسالہ ۱۰۱۳ھ میں لکھا گیا۔ مضامین یہ ہیں۔ سریان واحاطہ کا مفہوم' صفات بشری اولیائے کرام کے لئے حجاب بن جاتی ہیں۔ فنائے محمدی سے اشارہ وصول نہایت النہایت' صوفیا اور علماء کے کلام کے درمیان موافقت' مسئلہ تجدید امثال' توحید کے اعلیٰ اقسام حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ان رباعیات کی شرح بھی لکھی ہے۔ جس کا نام ہے "کشف الغین فی شرح رباعیتین" یہ رسالہ بھی اردو فارسی میں شائع ہو چکا ہے۔

معارف لدنیہ

اس رسالے کا دوسرا نام "علومِ الہامیہ" ہے۔ اصل فارسی زبان میں لکھا گیا۔ اسے ۱۰۱۵ھ تا ۱۰۱۶ھ میں لکھا گیا۔ ہر مضمون کو معرفت کا عنوان دیا گیا ہے۔ جن کی مجموعی تعداد اکتالیس

ہے۔ عبارات میں جابجا عربی زبان کے ٹکڑے آتے ہیں۔ بعض معارف تو پورے کے پورے عربی میں ہیں۔ اس کے مضامین یہ ہیں۔ لفظ اللہ میں حروف تعریف کے اجماع کی حکمت' سالک کی سیر کے انواع و مراتب' حقیقت محمدی ﷺ سے مراد' صوفیا اور متکلمین میں معرفت کے متعلق اختلاف' مکان و زمان اور ان کے لوازم سے تنزیہہ قدرت' ولایت خاصۂ محمدیہ' سالک مجذوب اور مجذوب سالک کے مراتب میں فرق' صورت ایمان اور حقیقت ایمان' طریقت اور حقیقت سے شریعت کا تعلق' کفر شریعت اور کفر حقیقت' حضور انور کے فضائل وغیرہ وغیرہ۔ اس رسالے کے اقتباسات مشہور ہندوستانی مورخ محمد غوثی شطاری مانڈوی نے اپنی تصنیف "گلزار ابرار" میں دیئے ہیں یہ رسالہ فارسی اور اردو میں شائع ہو چکا ہے۔

مبدا و معاد

یہ رسالہ حضرت مجدد الف ثانی کے علوم و معارف پر مشتمل ہے۔ اصل فارسی میں لکھا گیا ہے۔ ۱۰۰۸ھ سے ۱۰۱۸ھ تک کے بعض کشف و حقائق بیان کئے گئے ہیں۔ اسے آپؒ کے خلیفہ مولانا محمد صدیق بدخشیؒ نے ۱۰۱۹ھ میں مرتب کیا۔ اور مضامین کو "من ہا" کا عنوان دیا۔ جن کی تعداد اکسٹھ ہے۔ بعض عنوانات یہ ہیں جذبہ سلوک کا حصول' بیان نزول و تائید مشائخ سلاسلِ مختلفہ' قصب الارشاد اور اس کا فیضِ عام' نسبِ نقشبندیہ' اظہار نعمت کمالاتِ ولایت کے درجات اور فرشتوں پر ان کی فضیلت' علمِ ظاہر پر علمِ باطن کی برتری' آداب پیر و استاد' معراج النبی اور عروجِ اولیاء میں فرق' رویت باری تعالیٰ اور حقیقت قرآنی وغیرہ' اردو عربی اور فارسی تینوں زبانوں میں شائع ہو چکا ہے۔

مکاشفات عینیہ

یہ رسالہ حضرت مجدد کی ایسی تحریروں پر مشتمل ہے جو آپ کے بعض خلفاء نے محفوظ کر لی تھی۔ لیکن انہیں آپؒ کے خلیفہ مولانا ہاشم کشمیؒ مصنف زبدۃ المقامات نے غالباً ۱۰۵۳ھ میں کتابی صورت میں یکجا کیا۔ بعض مورخین نے اس رسالہ کا نام "مکاشفات غیبیہ" لکھا ہے۔ اس رسالہ میں متفرق صوفیانہ مسائل اور مکاشفات کا بیان ہے۔ مکاشفات کی کل تعداد انتیس بنتی ہے۔ رسالہ کے آخر میں چالیس متفق علیہ احادیث دی گئی ہیں۔ پانچ مزید حدیثیں فضائلِ شیخین کے بارے میں اور سات احادیث فضائلِ عمر فاروقؓ سے متعلق ہیں۔ یہ رسالہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

مکتوبات امام ربانی

مکتوبات امام ربانی دفتر اول کو خواجہ یار محمد جدید بد خشی طالقانی نے مرتب کیا۔ دفتر دوم کو خواجہ عبد الحیٔ ابن خواجہ چاکر معیاری نے مرتب کیا اور دفتر سوم کو خواجہ محمد ہاشم کشمی برہان پوری نے مرتب کیا۔

دفتر اول: اس کا تاریخی نام دار المعرفت (۱۰۲۵ھ) ہے اس میں ۳۱۳ مکتوبات شامل ہیں۔ اس دفتر کو خواجہ یار محمد جدید بد خشی طالقانی" نے ۱۰۲۵ھ میں جمع کیا۔ مکتوب ۳۱۳ میں حضرت مجدد کا اپنا ارشاد ہے کہ "اس دفتر کو اسی مکتوب پر ختم کریں اور ۱۳ کے عدد کی رعایت کریں۔ کیونکہ پیغمبرانِ مرسل اور صحابہ اہلِ بدر کی تعداد کے مطابق ہے"۔ اسی مکتوب میں خواجہ محمد ہاشم کشمیؒ کو لکھا ہے کہ "اس کے بعد صاحبزادہ محمد صدیقؒ (فرزند اکبر) کے وہ عریضے جو انہوں نے حضرت مجدد کی خدمت میں لکھے۔ وہ بھی شامل کر دیئے جائیں"۔ اس طرح اب کل تعداد ۳۱۶ ہے۔

دفتر دوم: اس کا تاریخی نام نور الخلائق (نور الخلائق) ہے۔ اور ۱۰۲۸ھ سن تصنیف ہے۔ اس میں اسمائے حسنیٰ کے مطابق ننانوے مکتوبات شامل ہیں۔ اس دفتر کے جامع خواجہ عبد الحی ابن خواجہ چاکر حصاری ہیں۔ مرتب نے دیباچہ میں لکھا ہے کہ "اس دفتر کی ترتیب و تدوین کا کام مَیں حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے حکم سے کیا"

دفتر سوم: اس کا تاریخی نام معرفت الحقائق (۱۰۳۱ھ) ہے۔ اسے خواجہ محمد ہاشم کشمیؒ نے مرتب کیا ہے۔ اس میں ۱۱۴ قرآنی سورتوں کی تعداد کے مطابق مکتوبات کی تعداد بھی ۱۱۴ ہے مگر واقعتاً اس دفتر میں ۱۲۴ مکتوبات ہیں۔ (۱۱)

یہ مکتوبات حضرت خواجہ محمد باقی باللہ دہلوی اپنے پیر و مرشد، شیخ عبد الحق محدث دہلوی شہنشاہ نور الدین محمد جہانگیر، وزرائے دربار، عمائدین و امرائے سلطنت، صوبہ داران لاہور، فرزندان کے علاوہ بہت سے اور بزرگان دین کے نام ہیں ایک خط ہردے رام ہندو کے نام ہے (جس نے کہا تھا کہ رام اور رحیم ایک ہی ذات ہے اور جس کا آپ نے خوب زور و شور سے رد کر کے ہندوستان میں دو قومی نظریہ کی بنیاد رکھی) دو مکتوب کسی معتقد خاتون کے نام ہیں اور بزرگان لاہور وغیرہ کے نام ساٹھ خطوط لکھے گئے ہیں۔ (نور اسلام مجدد الف ثانی نمبر ص ۶۷۔۶۸)

مکتوبات کے تینوں دفاتر میں کل ۵۳۶ مکتوبات شامل ہیں۔ جن میں علم و تحقیق، صوفیانہ مسائل پر تبصرہ و تشریح، متعدد اشکالات کی شرح اور حقیقت، قرآن و سنت کی اطاعت اور بدعت و گمراہی سے اجتناب کا ذکر ہے۔ ارکان اسلام اور دوسرے متعدد مسائل پر خالص بالغانہ و عالمانہ نکتہ نظر سے بحث کی گئی ہے۔ غرضیکہ یہ مکتوبات گونا گوں خوبیوں کا مرقع اور دنیائے تصوف میں ایک شاہکار ہیں۔

ان کے علاوہ آپؒ کی چند اور تصانیف کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ مثلاً (۱) رسالہ "جذب و سلوک" (۲) تعلیقات عوارف المعارف (۳) رسالہ "آداب المریدین" (۴) رسالہ "اثبات الواجب" (۵) رسالہ "علم حدیث" (۶) رسالہ "حالاتِ خواجگانِ نقشبند" (۷) رباعیات خواجہ بیر نگ" (۸) رسالہ "مقصود الصالحین" (۹) رسالہ "در مسئلہ وحدت الوجود" (۱۰) رسالہ "تعین ولا تعین" (۱۲)

عقائدِ امام ربانیؒ

ویسے تو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات و تصنیفات آپ کے عقائد حقہ و حسنہ کا منہ بولتا ثبوت ہیں آپ خالصتاً اہل سنت عقائد کے حامل اور سلسلہ تصوف میں نقشبندی تھے دین محمدیؐ اور نبوت محمدیؐ کے منکروں' مخالفوں اور دشمنوں کے زبان اور دل سے دشمن تھے۔ اس لئے کہ دوست کا دشمن دوسرے دوست کا بھی دشمن ہوتا ہے (۱۳) مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۶۶ اور دفتر دوم مکتوب ۶۷ میں آپ نے اپنے عقائد وضاحت اور عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ ذکر کئیے ہیں۔ جن میں سے چند ایک معروف عقائد بطور تبرک یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔ جو مکتوبات سے اخذ کیے گئے ہیں تاکہ آپ کی نورانی شخصیت ان عقائد کی روشنی میں "نور علی نور" کا نمونہ ہو جائے۔

ڈاکٹر ظہور الحسن شارب "تذکرہ اولیائے پاک و ہند" میں امام السنۃ کے عقائد پر یوں روشنی ڈالتے ہیں۔

> "آپ تعلیم دین کو تلقین سلوک کے مقابلہ میں بہتر سمجھتے تھے نبوت کو ولایت سے افضل جانتے تھے تمام اولیاء پر صحابہ کبار کو فضیلت دیتے تھے طریقہ نقشبندیہ کو اور طریق پر فوقیت دیتے تھے صحو کو سکر سے بہتر جانتے تھے ذکر جہر کو خلاف ادب سمجھتے تھے چلا کشی آپ کے نزدیک بے ضرورت اور خلاف سنت ہے آپ قبروں کو سجدہ کرنا ناجائز سمجھتے تھے اور قبروں کا طواف کرنا اور بوسہ دینا آپ کے نزدیک مکروہ ہے زیارتِ قبور کو مستحسن' اولیاء اللہ سے مدد چاہنے کو درست اور ایصال ثواب' عبادات مالی اور بدنی کو جائز قرار دیتے تھے سماع' رقص' صندل اور چراغاں عرس کو منع فرماتے تھے (ص ۲۷۷)

<u>اہل سنت و جماعت</u> :۔ علماء اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی آراء کے مطابق اپنے عقائد کو درست کریں کیونکہ آخرت کی نجات انہی بزرگوں کی بے خطا آرا اور اقوال کی تابعداری پر موقوف ہے (دفتر اول مکتوب ۱۹۳)

<u>حنفی</u> :۔ عجیب معاملہ ہے کہ امام ابو حنیفہ سنت کی پیروی میں باقی سب آئمہ سے آگے ہیں اسی لئے مرسل احادیث کو وہ مستند احادیث کی طرح لائق متابعت جانتے ہیں اور اپنی رائے سے بہر صورت

مقدم رکھتے ہیں بلکہ اسی طرح صحابی کے قول کو بھی اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں کیونکہ وہ حضرات خیر البشر علیہ و علیہم الصلوٰت والتسلیمات کی صحبت کے شرف سے مشرف ہیں اور یہ معاملہ دوسرے آئمہ کے ہاں نہیں ہے۔ (دفتر دوم مکتوب ۵۵)

<u>ذات باری تعالیٰ</u> :۔ ☆ حق سبحانہٗ و تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے نہ وجود کے ساتھ بخلاف تمام موجودات کے کہ وہ اپنے وجود کے ساتھ موجود ہیں (مبدا و معاد ص ۴۴)

☆ اللہ تعالیٰ واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کی خصوصیات سے ہے کہ وہ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے اور موجود ہونے میں اپنے وجود کا قطعاً محتاج نہیں ہے (ایضاً ص ۴۶۔۴۵)

☆ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے اس کی ہستی بذاتِ خود قائم ہے اور جس طرح سے وہ اب ہے ہمیشہ سے اسی طرح ہے اور ہمیشہ اسی طرح رہے گا (ایضاً ص ۴۷)

☆ حق تعالیٰ قدیم اور ازلی ہے اور اس کے سوا کسی کے لئے قدم اور ازلیت ثابت نہیں ہے تمام مسلمانوں کا اس عقیدے پر اجماع ہے (مکتوبات دفتر سوم مکتوب ص ۵۷)

☆ اللہ تعالیٰ کسی چیز سے متحد نہیں ہے اور کوئی چیز اس سے متحد نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا اور نہ کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے (دفتر دوم مکتوب ۶۷)

☆ اللہ تعالیٰ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں نہ وجود میں نہ الوہیت میں اور نہ استحقاق عبادات میں (مکتوبات دفتر سوم مکتوب۔۱۷)

<u>انبیاء کرام</u> :۔ انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات خدا کی طرف سے مخلوق کے پاس بھیجے گئے تاکہ وہ لوگوں کو خدا تعالیٰ کی جانب بلائیں اور گمراہی سے راہ راست پر لائیں اور جو ان کی دعوت قبول کرے اسے بہشت کی خوشخبری دیں اور جو انکار کرے اسے دوزخ کے عذاب سے ڈرائیں (مکتوبات دفتر دوم مکتوب ۶۷)

<u>محمد رسول اللہ ﷺ</u> :۔ ☆ محمد رسول اللہ ﷺ تمام نبیوں کے خاتم اور آپ کا دین ادیان سابقہ کا ناسخ ہے اور آپ کی کتاب پہلی کتب سے بہترین ہے آپ کی شریعت کا ناسخ کوئی نہیں ہوگا اور قیامت تک یہی شریعت رہے گی حضرت عیسیٰؑ جو نزول فرمائیں گے وہ بھی آپ کی شریعت ہی پر عمل کریں گے اور آپ کے امتی کی حیثیت سے رہیں گے (ایضاً)

☆ رسول اللہ ﷺ عنصری پیدائش کے باوجود اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے خود فرمایا ہے خُلِقْتُ مِنْ نُورِ اللّٰہِ ۔ دوسروں کو یہ دولت میسر نہیں ہے۔

(مکتوبات دفتر سوم مکتوب ۱۰۰)

☆ "جب آنحضرت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام عالم ممکنات میں سے نہیں ہوں گے بلکہ اس عالم سے اوپر ہوں گے تو یقینی بات ہے کہ ان کا سایہ اس سے لطیف تر ہوتا ہے لیکن جب ان سے لطیف تر اس دنیا میں کوئی اور چیز نہیں ہے تو ان علیہ وعلی الہ الصلوٰت والتسلیمات کا سایہ کس صورت ہوتا" (ایضاً)

☆ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شان کو اس دنیا میں کیا پا سکتے ہیں اور آپ کی عظمت و بزرگی کو اس جہان میں کیا پہچان سکتے ہیں...... لیکن قیامت کے دن آپ کی عظمت و بزرگی معلوم ہو جائے گی جبکہ آپ پیغمبروں کے امام ہوں گے اور ان کی شفاعت کرنے والے ہوں گے اور حضرت آدمؑ اور ان کے علاوہ تمام انبیاء والمرسلین من الصلوٰۃ افضلہا و من التسلیمات اکملہا ان کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ (مکتوبات دفتر دوم مکتوب ۷)

قرآن مجید :۔ ☆ قرآن مجید خداوند جل سلطانہ ' کا کلام ہے جس کو حرف و آواز کے لباس میں ہمارے پیغمبر ﷺ پر نازل فرمایا گیا ہے اور اس کے ذریعے بندوں کو امر و نہی کا حکم دیا گیا ہے "(مکتوبات دفتر دوم مکتوب ۶۷)

☆ وہ کتابیں اور صحیفے جو پہلے انبیائے کرام علی نبینا و علیہم الصلوٰت والتسلیمات پر نازل فرمائے گئے تھے وہ سب بھی خدا کا کلام ہیں اور جو کچھ قرآن کریم و دیگر کتب سابقہ اور صحیفوں میں درج ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کے احکام ہیں کہ اپنے وقت کے مطابق بندوں کو ان پر عمل کرنے کا مکلف ٹھہرایا گیا تھا۔ (ایضاً)

فرشتے :۔ ☆ "فرشتے اللہ تعالیٰ کے معزز بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رسالت اور تبلیغ سے مشرف ہیں اور ان کو جو حکم دیا جاتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں خدا کی نافرمانی ان کے حق میں مفقود ہے "(مکتوبات دفتر دوم مکتوب ۶۷)

☆ "ان میں توالد و تناسل بھی نہیں ہے (وہ عورت و مرد ہونے سے پاک ہیں) ان میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے پیغمبری کے لئے منتخب فرمایا ہے...... انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو پیغام پہنچائے سب حق اور درست ہیں...... تعمیل حکم کے سوا ان کا کوئی اور کام نہیں "(مکتوبات دفتر سوم مکتوب ۶۷)

دنیا و آخرت :۔ ☆ قبر بھی جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے اگرچہ عقل کوتاہ اندیش ان

باتوں کے تصور سے عاجز ہے لیکن وہ اور ہی آنکھ ہے جو ان عجائبات کا تماشا دیکھتی ہے (مکتوبات دفتر دوم مکتوب ۱۶)

چونکہ قبر دنیا اور آخرت کے درمیان برزخ ہے تو اس کا عذاب ایک لحاظ سے دنیاوی عذاب سے مشابہت رکھتا ہے (دفتر سوم مکتوب ۱۷)

حساب و کتاب کے بعد مومن جب بہشت میں چلے جائیں گے تو وہ ہمیشہ بہشت ہی میں رہیں گے اور اس سے کبھی باہر نہیں آئیں گے اسی طرح کافر جب دوزخ میں چلے جائیں گے تو وہ اسی میں رہیں گے اور ہمیشہ انہیں سزا ملتی رہے گی (مکتوبات دفتر دوم مکتوب ۶۷)

☆ اس روز قبروں سے اٹھنا' بوسیدہ اور گلی سڑی ہڈیوں کا زندہ ہونا حق ہے اعمال کا حساب' میزان کا رکھا جانا نامہ اعمال کا اڑنا ان کا نیک لوگوں کے دائیں ہاتھ میں اور برے آدمیوں کے بائیں ہاتھ میں پہنچنا بھی حق ہے..... کافروں کو دوزخ میں عذاب اور اہل ایمان کو جنت میں ثواب ہمیشہ ملے گا آسمانوں کے پھٹنے' ستاروں کے جھڑنے اور پہاڑوں کے ریزہ ریزہ ہو کر ختم ہو جانے پر ایمان لانا بھی ضروری ہے (دفتر سوم مکتوب ۱۷)

<u>شریعت و طریقت</u> :۔ ☆ "مستقیم الاحوال مشائخ..... شریعت و طریقت اور حقیقت کے تمام مراتب میں حق سبحانہ' و تعالیٰ کی اطاعت کو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں جانتے ہیں اور حق تعالیٰ کی وہ اطاعت جو آنحضرت ﷺ کی صورت میں نہ ہو اسے عین ضلالت و گمراہی خیال کرتے ہیں"۔ (مکتوبات دفتر اول مکتوب ۱۵۲)

☆ اگر دو باتوں میں استحکام ہو جائے تو پھر کوئی غم نہیں۔

(۱) صاحب شریعت غرا و علی آلہ الصلوت والسلام کی متابعت

(۲) شیخ طریقت سے عقیدت و محبت (مکتوبات دفتر سوم مکتوب۔ ۱۳)

<u>حب رسول</u> :۔ یہ بات طے شدہ اور ثابت ہے کہ جس چیز میں محبوب کے اخلاق و عادات پائے جائیں محبوب کے تابع ہونے کی وجہ سے وہ چیز بھی محبوب ہو جاتی ہے اور آیہ کریمہ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ میں اس امر کا بیان ہے پس ہر عقل منداور سمجھدار پر واجب ہے کہ ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی کامل طریقہ پر اتباع کرے (مکتوبات دفتر اول مکتوب ۴۲)

<u>میلاد النبی</u> :۔ مجلس میلاد شریف میں اگر اچھی آواز کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کی جائے اور حضور ﷺ کی نعت شریف اور منقبت کے قصیدے پڑھے جائیں تو اس میں کیا حرج ہے

(مکتوبات جلد سوم مکتوب ۷۲)

شفاعت :۔ اور اس قیامت کے روز بروں کے حق میں نیک لوگوں کا حضرت رحمان جل سلطانہ کی اجازت سے شفاعت کرنا حق ہے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوت والتسلیمات نے فرمایا شفاعتی لاھل الکبائر من امتی (میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہے)(مکتوبات دفتر سوم مکتوب ۱۷)

محبت اہل بیت :۔ اہل بیت کرام سے محبت رکھنا ان بزرگواروںؒ کے نزدیک جزو ایمان ہے اور بوقت موت ایمان پر خاتمہ میں اہل بیت کے ساتھ محبت رکھنے کو بڑا دخل حاصل ہے (مکتوبات دفتر اول مکتوب ۳۶)

تفضیل شیخینؓ :۔ ☆ ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں اس امت میں سب سے افضل ہیں جو کوئی مجھ کو ان دونوں پر فضیلت دے وہ مفتری ہے (قول علیؓ)(مکتوبات دفتر دوم مکتوب نمبر ۶۷، دفتر سوم مکتوب ۱۷)

☆ اس فقیر کی نظر میں حضرات شیخین کی تمام صحابہ کرامؓ میں سب سے نرالی شان اور بلند وبالا درجہ ہے گویا یہ دونوں حضرات کسی دوسرے کے ساتھ مشارکت ہی نہیں دیکھتے (مکتوبات دفتر اول مکتوب ۲۵۱)

حضرات اربعہؓ :۔ حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنھما کمالات محمدیؐ کے حامل ہونے اور ولایت محمدیؐ کے درجوں تک پہنچنے کے باوجود جانب ولایت میں گزشتہ انبیاء سے حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰت والسلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور حضرت عثمان ذی النورینؓ مذکورہ طرفین میں حضرت نوح علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور حضرت علیؓ طرفین میں حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ (مکتوبات دفتر اول مکتوب۔ ۲۵۱)

صحابہ کرامؓ :۔ سارے ہی صحابہ کرام سے محبت رکھنی چاہیے کیونکہ ان کی دوستی رسول اللہ کی دوستی ہے (مکتوبات دفتر سوم مکتوب ۱۷)

وہ جنگیں جو اصحاب رسولؐ کے درمیان واقع ہوئیں انہیں اچھے معانی پر محمول کرنا چاہیے اور ان کو نفسانی اغراض، بدگمانی، جاہ و منصب یا حکومت کی محبت وغیرہ امور کی طلب سے دور رکھنا

چاہیے ......اتنا ضرور ہے کہ وہ جھگڑے اور جنگیں جو خلافت علی المرتضیٰؓ میں واقع ہوئیں ان میں حضرت علی حق پر تھے اور فریق ثانی سے اجتہادی غلطی ہوئی جس پر مجال نہیں طعن اور ملامت کی۔ (ایضاً)

اولیاء اللہ :۔ حقیقت میں اللہ والوں کا وجود بذات خود کرامت ہے اور ان کا لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دینا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے اور مردہ دلوں کو زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے...... یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہم جلیس میں یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں رہتا اور ان سے دوستی رکھنے والا نامراد نہیں رہتا (مکتوبات دفتر دوم مکتوب ۹۲)

وسیلہ :۔ آپ علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطہ کے بغیر کسی کو مطلوب تک وصول محال ہے (مکتوبات مکتوب ۱۲۲، دفتر سوم)

☆ اور جو روشن شریعت میں مضبوط قدم رکھتے ہیں اور عالم حقیقت کو اچھی طرح پہچانتے ہیں ان سے دعا طلب کرنی چاہیے اور مدد لینی چاہیے (دفتر اول مکتوب ۷۸)

ایصال ثواب :۔ حضرت مجدد خود بھی کھانا پکا کر ایصال ثواب کیا کرتے تھے اور فاتحہ مروجہ بھی دیا کرتے تھے۔ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"آپ نے جو نیاز درویشوں کے لئے روانہ کی تھی مل گئی ہے اور اس پر سلامتی کے لئے فاتحہ بھی پڑھ دی گئی ہے" (دفتر اول مکتوب ۲۴۲ دفتر دوم مکتوب ۳۶)

رد بدعات :۔ جو کچھ دین میں نئی نئی باتیں پیدا ہو گئی ہیں اور (لوگوں نے) ایجاد کر لی ہے جو حضرت خیر البشر ﷺ اور آپؐ کے خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں نہ تھیں اگرچہ صبح روشن کی مانند ہوں اس ضعیف کو اس جماعت کے ساتھ جن کے لئے وہ بدعات مستند میں اس نئے کام کے کرنے میں گرفتار نہ کر۔ اور اس نئی چیز کی خوبی کا دیوانہ نہ بنا۔ (اللہ سے دعا اور آرزو) (مکتوبات جلد اول مکتوب ۱۸۶)

صحبت صالحین :۔ فقرا کے آستانوں کی خاک روبی دولت مندوں کے ہاں کی صدر نشینی سے بہتر ہے آج اگر یہ بات آپ کو معقول معلوم ہو یا نہ ہو آخر کار معقول معلوم ہو جائے گی مگر اس وقت کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ (مکتوبات دفتر اول مکتوب ۱۳۲)

کفر و ایمان :۔ ☆ ایمان دل کی تصدیق اور زبان کے اقرار کا نام ہے کہ جو کچھ تواتر او یقین کے

ساتھ ہم تک پہنچا ہے خواہ اجمالاً ہو یا تفصیلاً اس کا زبان سے اقرار کیا جائے (مکتوبات دفتر دوم مکتوب ۶۷)

☆ گناہوں کے ارتکاب سے اگرچہ وہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہوں کوئی مومن ایمان سے خارج نہیں ہوتا اور کفر کے دائرے میں داخل نہیں ہوتا (مکتوبات دفتر سوم مکتوب ۱۷)

توبہ :۔ اگر گنہگار مومن سکراتِ موت سے پہلے توبہ کی توفیق پالے تو نجات کی قوی امید ہے کہ توبہ قبول کرنے کا وعدہ ہے (ایضاً)

کفر کے فتووں سے پرہیز :۔ چونکہ یہ بدعتی فرقے اہل قبلہ ہیں لہذا ان کو کافر کہنے کی جرأت نہیں کرنی چاہیے جب تک وہ ضروریات دینیہ کہ انکار نہ کر دیں اور احکام شرعیہ میں سے متواترات کا رد نہ کریں (مکتوبات دفتر سوم مکتوب ۳۸)

بزرگانِ دین :۔ وہ علوم جو کتب و سنت سے مستفاد ہیں ان میں سے وہی بات معتبر ہے جو بزرگان اہل سنت نے کتاب و سنت سے اخذ کی اور سمجھی ہے ورنہ یوں تو ہر بدعتی اور ہر گمراہ اپنے عقائد فاسدہ کو اپنے فاسد زعم میں کتاب و سنت ہی سے اخذ کرتا ہے پس ایسے لوگوں کی سمجھی ہوئی کوئی بات معتبر نہیں ہے (مکتوبات دفتر اول مکتوب ۱۹۳)

علم لازمہ حیات :۔ اصلاح عقائد کے بعد حلال و حرام و فرض و واجب و سنت و مندوب و مکروہ (جن کا علم فقہ متکفل ہے) وغیرہ کا علم حاصل کرنا اور اس علم کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔ (مکتوبات دفتر اول مکتوب ۱۹۳)

یہ تھیں آپ کے عقائد و نظریات کی جھلکیاں، جن کے مطالعہ سے اس نتیجہ تک پہنچنا مشکل نہیں کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ؒ، جمہور امت کے بنیادی عقائد کے حامل تھے اور خود بار بار باواز بلند کہتے ہیں کہ میں عقائد اہلسنت پر کاربند ہوں۔ یہی آپ کے عقائد کے صائب ہونے کی دلیل ہے۔ (مزید تفصیلات کیلئے دیکھئے پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب کا مقالہ "حضرت مجدد الف ثانی ؒ کے دینی افکار و خیالات" مشمولہ مجدد ہزارہ دوم ص ۵۳ تا ۱۱۰)

معمولات حضرت امام ربانیؒ

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے عقائد تو ملاحظہ ہو چکے اب آپ کے شب و روز کے معمولات کا ایک مجموعی نقشہ ذیل میں کھینچا جاتا ہے تاکہ آپ کے قول و فعل کی مطابقت کو ثابت کیا جا سکے۔ "تاریخ دعوت و عزیمت" کے مؤلف شیخ ابوالحسن علی ندوی نے جلد چہارم میں "حضرات القدس" کے حوالے سے شیخ مجددؒ کے معمولات شب و روز پر خامہ فرسائی اس طرح کی ہے۔

معمولات روز و شب :۔ گرمی ہو یا سردی ہو حضرت کا سفر و حضر میں معمول یہ تھا کہ اکثر رات کو نصف اخیر میں اور کبھی ثلث اخیر میں بستر سے اٹھ جاتے اس وقت کے لئے احادیث میں جو دعائیں آئی ہیں وہ پڑھتے' وضو بڑے اہتمام (اسباغ وضو) کے ساتھ فرماتے کہ پانی اعضاء کو پورے طور پر پہنچ جائے دوسرے کو اس کی اجازت نہ دیتے کہ وہ پانی ڈالے' وضو کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ ہوتا' البتہ پائے مبارک دھوتے وقت اس کو شمال یا جنوب کی طرف موڑ لیتے' مسواک کی بڑی پابندی فرماتے اور جو دعائیں حدیث میں آئی ہیں' وہ پڑھتے' پھر بڑے حضور و جمعیت اور طول قرأت کے ساتھ نوافل پڑھتے' نوافل سے فارغ ہونے کے بعد خشوع و استغراق کے ساتھ مراقبہ میں مشغول ہو جاتے' فجر سے کچھ پہلے سنت کے مطابق جھپکی لے لیتے اور صبح صادق کے طلوع ہونے سے پہلے اٹھ جاتے تازہ وضو فرماتے' فجر کی سنت دولت خانہ ہی پر ادا فرماتے سنت و فرض کے درمیان سری طریقہ پر "سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم" پڑھتے رہتے فجر کی نماز آخر غلس (اندھیرے) اور اول اسفار (روشنی) میں ادا کرتے تاکہ غلس و اسفار کے بارے میں دونوں مذہبوں پر عمل ہو جائے' خود امامت کرتے اور نماز فجر میں طوال مفصل (۱۴) (جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے) پڑھتے تھے۔" فجر کی نماز کے بعد سے اشراق کے وقت تک حلقہ فرماتے' پھر طویل نماز اشراق پڑھ کر اور تسبیحات و ادعیہ ماثورہ سے فارغ ہو کر دولت خانہ میں تشریف لاتے اور اہل خانہ و متعلقین کی خیر خبر لیتے' اور جو امور روز مرہ کی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں ان کے متعلق ہدایات دیتے' پھر خلوت میں تشریف لے جاتے اور پوری توجہ کے ساتھ تلاوت قرآن میں مشغول ہو جاتے' تلاوت کے بعد طالبین کو طلب فرما کر ان کے حالات کی تحقیق و ہدایات فرماتے اسی وقت اخص اصحاب کو بلا کر مضامین و علوم خاصہ سے ان کو مستفید فرماتے اور ان کو توجہ دیتے اور اپنے

حالات و کیفیات سے مطلع کرتے اور آپ ان کو علو ہمت' اتباع سنت اور دوام ذکر حضور اور اخفائے حال کی تاکید فرماتے۔

''ضحوۂ کبریٰ اور نماز چاشت کے بعد حرم سرا تشریف لے جاتے اور گھر والوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے صاحبزادوں یا اہل تعلق میں سے اگر کوئی چیز تیار کرتا تو پیش کرتا فرزندوں اور خدام میں سے اگر کوئی اس وقت موجود نہ ہوتا تو اس کا حصہ الگ رکھوا دیتے اور زیادہ وقت دوسروں کی خبر گیری اور خاطر میں گزرتا بعض اوقات برائے نام تناول فرماتے معلوم ہوتا تھا جیسے کھانے کی احتیاج نہیں محض سنت کی پیروی مقصود ہے''۔ آخری زندگی میں جب گوشہ نشینی اختیار کی اور روزہ رکھتے تو کھانا بھی خلوت خانہ میں تناول فرماتے' کھانے کے بعد فاتحہ پڑھنے کا (جیسا کہ عام طور پر رواج ہے) معمول نہیں تھا۔ اس لئے کہ صحیح احادیث میں نہیں آیا ہے۔ ''فرائض کے بعد فاتحہ پڑھنے کا جیسا کہ بعض مشائخ کے یہاں دستور ہے معمول نہیں تھا''۔

دوپہر کا کھانا تناول کرنے کے بعد سنت کے مطابق قیلولہ فرماتے' موذن ظہر کے اول وقت اذان دیتا آپ وضو کر کے سنت زوال پڑھتے۔ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر کسی حافظ سے ایک پارہ یا کم و بیش سنتے اور اگر درس ہوتا تو درس دیتے۔ نماز عصر بھی مثلین ہو جانے کے بعد اول وقت میں ادا فرماتے' عصر کے بعد غروب تک اصحاب و خدام کے ساتھ سکوت و مراقبہ میں مشغول اور خدام کی باطنی کیفیات کی طرف متوجہ رہتے۔ نماز مغرب کے بعد اوابین ادا کرتے کبھی چار رکعت کبھی چھ رکعت' نماز عشاء شفق ابیض کے بعد فوراً پڑھ لیتے' وتر کی دعائے قنوت میں احناف و شوافع کی دعائے قنوت کو جمع کر کے پڑھ لیتے' نماز وتر کے بعد کبھی دو رکعت بیٹھ کر کبھی کھڑے ہو کر ادا فرماتے۔ آخر زمانہ میں شاذ و نادر یہ دو رکعتیں پڑھیں۔ وتر کے بعد دو سجدے جو متعارف ہیں نہیں فرماتے تھے۔

رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے' نماز عشاء اور وتر کے بعد جلد آرام فرمانے کے لئے لیٹ جاتے اور ادعیہ ماثورہ پڑھنے میں مشغول ہو جاتے۔ درود کثرت سے پڑھتے خاص طور پر شب جمعہ اور روز جمعہ' شب دو شنبہ اور روز دو شنبہ۔ نماز میں تمام سنن و مندوبات اور آداب کی رعایت فرماتے' تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد کا بھی اہتمام کرتے' تراویح کے علاوہ کوئی نفل نماز جماعت سے ادا نہ کرتے۔ لوگوں کو شب عاشورہ یا شب قدر میں جماعت کے ساتھ نوافل ادا کرنے سے منع فرماتے۔

مریضوں کی عیادت کے لیئے جاتے اور اس موقع پر جو دعائیں آئی ہیں وہ پڑھتے۔ زیارت قبور کے لئے بھی تشریف لے جاتے' بعض اعلیٰ دینی کتابوں (مثلاً تفسیر بیضاوی' صحیح بخاری' مشکوۃ المصابیح' فقہ واصول وکلام میں ہدایہ' بزدوی' مواقف اور تصوف میں عوارف العوارف کا درس دیتے۔ طلباء کو تحصیل علوم دینی کی تاکید فرماتے اور تحصیل علم کو سلوک وطریقہ پر مقدم رکھتے۔ کثرت سے حمد واستغفار کرتے اور تھوڑی سی نعمت پر بہت زیادہ شکر ادا کرتے۔

رمضان کا بڑا اہتمام فرماتے تین سے کم ختم قرآن نہ کرتے۔ خود حافظ قرآن تھے اس لئے غیر رمضان میں بھی زبانی تلاوت فرماتے اور مختلف حلقوں میں بھی سنتے رہتے۔ افطار میں جیسا کہ احادیث میں آیا ہے تعجیل اور سحور میں تاخیر سے کام لیتے اور اس کا اہتمام فرماتے۔

ادائے زکوٰۃ میں طریقہ یہ تھا کہ جب کہیں سے کوئی ہدیہ یا نذر آتی تو حولان حول (سال گزرنے) کا انتظار نہ کرتے۔ ان فتوحات کے وقت فوراً حساب کرکے زکوٰۃ ادا کر دیتے۔

اخلاق وتواضع اور خلق اللہ پر شفقت' رضا وتسلیم کی خوانتہا درجہ پر پہنچی ہوئی تھی۔ اگر کوئی آپ سے ملاقات کے لئے آتا تو تعظیماً کھڑے ہو جاتے اور صدر مجلس میں اس کو جگہ دیتے اور اسی کے ذوق ومناسبت کی باتیں کرتے غیر مسلموں کی تعظیم خواہ وہ حاکم ہوں اور جاہ واقتدار رکھتے ہوں نہیں کرتے تھے سلام میں ہمیشہ سبقت فرماتے تھے یاد نہیں آتا کہ کسی نے سلام میں آپ سے سبقت کی ہو اہل حقوق کی حددرجہ رعایت فرماتے کسی کے انتقال کی خبر آتی تو متاثر ہوتے اور کلمہ ترجیع (انا للہ وانا الیہ راجعون) پڑھتے اور نماز جنازہ میں شرکت کرتے اور دعا وایصال ثواب فرماتے۔''

''آپ کا لباس ایک کرتہ جس کے دونوں کاندھوں پر چاک ہوتا تھا اس کے اوپر ایک عبا لیکن گرمیوں میں اکثر کرتہ ہوتا دستار سر پر لپیٹ لیتے جیسا کہ سنت ہے اور شملہ دونوں کاندھوں کے درمیان پیٹھ پر پڑا ہوتا (سوائے استنجاء اور قضائے حاجت کے وقت) پائجامہ ٹخنوں سے اوپر ہوتا جمعہ اور عیدین میں لباس فاخر پہنتے تھے جب نیا جوڑا زیب تن کرتے تو پہلا کسی خادم یا عزیز یا مہمان کو دے دیتے آپ کی خدمت میں پچاس ۵۰ ساٹھ ۶۰ بلکہ سو ۱۰۰ آدمیوں کے قریب ہمیشہ علماء' عارفین' مشائخ حفاظ وشرفاء وسادات میں سے رہتے تھے اور سب کو آپ ہی کے مطبخ سے کھانا پہونچتا تھا۔'' (۱۵)

تیسرا باب

اکبرؒ کے کفریہ حالات اور نبوت

اکبر کے کفریہ عقائد واعمال

محضر نامہ اکبری

دین ونبوت اکبری کے دلائل

دورِ اکبری کے کفریہ عقائد و اعمال

اگرچہ اکبر اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں ایک ثقہ اور سادہ مسلمان تھا جو شعائرِ اسلام کا احترام کرتا تھا۔ عقائد اسلامیہ کا حامل تھا اور اعمالِ حسنہ پر کاربند بھی تھا مگر جوں جوں علماءِ وقت کی چپقلش، دنیاداری اور سیاہ کاریاں دیکھتا گیا اسلام سے دور ہٹتا گیا۔ پھر مختلف العقائد لوگوں مثلاً عیسائی جینی، پارسی، ہندو، نقطوی، شیعہ اور بطورِ خاص بھگتی تحریک کے حاملین دربارِ اکبری میں اکٹھے ہو گئے جنہوں نے اکبر کا قلب و ذہن بدل کر رکھ دیا وہ اب مسلمان اکبر نہ رہا۔ بلکہ صرف نام کا مسلمان اکبر تھا ورنہ اپنے عقائد، اعمال، رسوم و روایات اور دین الٰہی کی بدولت اسلام کے متوازی و مخالف دین کا بانی اور پیروکار بن چکا تھا پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اکبر کے دور کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ

پہلے دور (۹۶۳ھ / ۱۵۵۶ء تا ۹۸۳ھ / ۱۵۷۵ء) میں اکبر ایک مخلص مسلمان کی حیثیت سے سامنے آتا ہے۔ دوسرے دور (۹۸۲ھ / ۱۵۷۵ء تا ۹۸۹ھ / ۱۵۷۸ء) میں فتح پور سیکری میں عبادت خانے کی تعمیر ہوتی ہے جہاں علماءِ اسلام مباحث علمیہ میں مصروف نظر آتے ہیں رفتہ رفتہ یہاں پادریوں اور اربابِ عقل کا عمل دخل ہو جاتا ہے اور بات بگڑنے لگتی ہے...... دوسرا دور تیسرے دور کا نکتہ آغاز تھا...... تیسرے دور (۹۹۰ھ / ۱۵۸۲ء تا ۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء) میں دین الٰہی کا آغاز ہوا اور وہ کچھ ہوا جو ناگفتنی ہے ہر وہ کام کیا جانے لگا جو اسلام کے سراسر منافی ہے مثلاً کلمہ طیبہ میں محمد رسول اللہ کی جگہ اکبر خلیفۃ اللہ پڑھا جانے لگا۔ گائے کی قربانی پر پابندی لگا دی گئی۔ خنزیر اور کتوں کا احترام ہونے لگا۔ شراب اور جوا عام ہو گیا اکبر نے علماء کو بالجبر شراب پلائی عورتوں کی بے حجابی عام ہو گئی۔ پردہ پر پابندی لگا دی گئی۔ "زمین بوس" کے نام سے سجدہ کا آغاز کیا گیا۔ عالم و عامی سب بادشاہ کے آگے سجدہ ریز ہونے لگے۔ بعض مساجد ڈھا دی گئیں اور مدارس عربیہ مسمار کر دیے گئے۔ داڑھیاں منڈوا دی گئیں اور شعائرِ اسلام کا برسرِ عام مذاق اڑایا جانے لگا۔ اس ساری خرابی میں بعض علمائے دین کی باہمی چپقلش، دنیا سے محبت، مختلف ادیان کے علماء کی اکبر سے ملاقات، اکبر کی جہالت و بے علمی، ہندو طب عورتوں کی حرم شاہی میں شمولیت اور ہندو سیاست کا بڑا دخل ہے۔ (مقدمہ تجلیات امام ربانی ص [illegible])

اکبر کے ان عقائد' اعمال' نظریات' ہفوات' خرافات اور ہزلیات پر ذیل میں ایک نظر ڈالی جاتی ہے تاکہ یہ بات ظاہر ہو جائے کہ اکبر نے ایک نیا دین بنایا اور خود اس کا شارع بنا اور بغیر دعوٰی کیے منصب نبوت سنبھالا جس کی حضرت امام مجدد الف ثانی " نے تن' من' دھن سے مخالفت کی اور حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت کا پرچم بلند رکھنے میں مستعد رہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

آتش پرستی :۔ "کیهان فروز روشن دل 'نوردوستی را ایزد پرستی شمارد و ستائش الٰہی اندیشہ' نادان تیرہ خاطر داور فراموشی و آذر پرستی خیال کند" (۱۶)

(ترجمہ) جہاں پناہ (اکبر) اپنی روشن ضمیری کو بے حد عزیز رکھتے ہیں اور اس کی تعظیم و تکریم کو خدا پرستی اور ستائشِ الٰہی خیال فرماتے ہیں نادان کور باطن اس کو خدا فراموشی و آتش پرستی کہتے ہیں۔

آفتاب پرستی :۔ "دو آشیانہ منزل ایزد پرستش دریں نزہت کدہ شود' نیایش خورشید والا ازیں جالیش آغاز باشد' می فرمودند خورشید والا را بہ فرماں روایان عنایت است خاص وازیں رو نیایشگری بدو نمایند والٰہی پرستش بر شمردند (۱۷)

(ترجمہ) دو آشیانہ منزل نام کی عمارت میں ایزد پرستی ہوتی تھی اور یہیں سے آفتاب کی تعظیم کی ابتدا ہوتی تھی فرماتے ہیں کہ آفتاب کی سلاطین کے حال پر ایک خاص عنایت ہے اسی وجہ سے اس کی عبادت خدا کی عبادت خیال کی جاتی ہے

گنگا جل :۔ در سفر و حضر آب گنگ بر آشامد و چندے از راستاں سعادت گرائے بر ساحل آن باشد باحتیاط برگرند و کوزہا سر بمہر آید (۱۸)

(ترجمہ) بادشاہ سفر و حضر ہر وقت گنگا کا پانی نوش فرماتے ہیں معتمد ملازمین کا ایک گروہ دریا کے کنارے مامور ہے جو سر بمہر کوروں میں پانی بھر کر لاتا ہے

غیر اسلامی اوقات عبادت :۔ سحر گاہ کہ دیباچہ بہروزی و عنفوان نور پاشی است و نیمہ روز کہ فروغ آفتاب عالمتاب جہاں را در گیرد و سرمایۂ نشاط گوناگوں فروغ آید و شام گاہ مایہ دہ روشنیہا از چشم خاکیاں پنہاں شود (۱۹)

(ترجمہ) صبح جو مبارک دن کا آغاز اور نور پاشی کی ابتداء ہے دوپہر جبکہ آفتاب عالم تاب کی روشنی

تمام عالم کو محیط ہوتی ہے اور لوگوں میں قسما قسم کا نشاط پیدا ہو جاتا ہے اور شام جب کہ سرچشمہ روشنی (آفتاب) لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہوتا ہے

سلسلہ بیعت :۔ جویائے آگہی دستار برکف سر بقدسی پایۓ بر نہد و بزبان حال چناں سراید کہ بیاوری بخت بیدار و بمومنی ستارہ خود آرائی و خویشتن گزینی کہ بخگاہ گوناگوں گزند بود از سرافگندہ روئے دل بہ نیایش گرمی آوردم (۴۰)

(ترجمہ) جویائے آگہی ہاتھ میں دستار لے کر سر کو پائے اقدس پر رکھتا اور زبان حال سے اس طرح کہتا ہے کہ بخت بیدار کی یاوری اور ستارہ خود آرائی و خویشتن گزینی کی رہنمائی میں دل کی توجہ بادشاہ کی اطاعت کی طرف مبذول کرتا ہوں۔

غیر اسلامی تہوار و عیدین :۔ اکبر بادشاہ کے دور میں اسلامی تہوار ترک کر دیئے گئے اور غیر اسلامی تہوار منائے جانے لگے۔ چنانچہ آئین اکبری مصنفہ فیضی کے بیان کے مطابق یہ تہوار منائے جانے لگے۔

(ترجمہ) پہلا جشن جشنِ نوروزی کے نام سے موسوم ہے جب آفتاب سال کا دورہ تمام کر کے برج حمل میں داخل ہوتا ہے اور اپنی برکات سے اہل عالم کو مستفیر کرتا ہے تو انیس روز کامل عشرت و نشاط کی ہنگامہ آرائی ہوتی ہے اس زمانہ میں دو روز عید کا تہوار منایا جاتا ہے...... یکم فروردین اور انیس فروردین جو یوم شرف میں عید کے لئے مخصوص ہیں پارسیوں کا دستور ہے کہ ہر ماہ کے اس روز جو ماہ کا ہم نام ہوتا ہے بحد مبارک خیال کرتے ہیں...... قبلہ عالم نے بھی اس رسم کی تقلید کی اور ہر شمسی ماہ ایک خاص جشن کے لئے مخصوص ہو گیا (۴۱)

گوشت خوری پر پابندی :۔ می فرمودند اگر دشوار زندگی بخاطر نیامدے مردم را از گوشت خوردن باز داشتے و آنکہ خود بیک بارگی نمی گزاریم از آں است کہ بسیارے کام ناکام...... می فرمودند قصاب و ماہی گیر و مانند آں جز و جان شکاری پیشہ ندارند بخگاہ ایناں لزدیگر مردم جدا باشد (۴۲)

(ترجمہ) فرماتے ہیں کہ اگر دشوار زندگی میرے ذہن نشین نہ ہو جاتی تو میں انسانوں کو گوشت خوری سے منع کرتا اور میں اس لحاظ سے اس پر یک بارگی عمل کرنا نہیں چاہتا کہ بہت سے کام ناتمام رہ جائیں گے...... فرماتے ہیں کہ قصاب اور ماہی گیر اور مثل ان کے دیگر اشخاص جن کا پیشہ جان شکنی ہے ان کی قیام گاہ کو عام آبادی سے علیحدہ کر دیا جائے

شراب نوشی :۔ در جشن ... مفتی، میر عدل، میر عبدالحی

نیز ساغرے در کشید گیتی خدیو را ایں بیت بر زبانِ رفتہ

در دورِ پادشاہ خطا بخش و جرم پوش

قاضی قرابہ کش شدو مفتی پیالہ نوش (۲۳)

(ترجمہ) اس ماہ کے جشن میں بادۂ ہوش افزا کو نوش فرماتے تھے میر صدر جہاں مفتی، میر عدل اور میر عبدالحیٰ نے بھی بادہ پیمائی کی اور بادشاہ کی زبان پر یہ شعر آیا۔

ترجمہ: خطاؤں کو بخشنے والے اور جرموں پر پردہ ڈالنے والے بادشاہ کی محفل میں قاضی شہر شراب کی صراحی پکڑے ہوئے ہے اور مفتی جام ہاتھ میں لئے ہوئے ہے۔

رسوم ہندوانہ:۔ مادر خان اعظم مرزا کوکہ بسخت رنجوری در گزشت و جہان سالار را غم در گرفت در سوگواری موئے سر و بروت سترد ند ہر چند کوشش رفت کہ جزو فرزندان آں مہین بانو دیگر نسترد بندگان اخلاص سرشت پیروی کردند (۲۴)

(ترجمہ) والدہ خان اعظم مرزا کوکہ سخت بیماری کے سبب چل بسیں اور جہاں پناہ کو ایسا غم ہوا کہ ماتم میں سر اور مونچھیں منڈادیں ہر چند کوشش ہوئی کہ سوا اس مرحومہ کے بڑے فرزند کے کوئی بال نہ منڈائے مگر بندگان مخلص نے بادشاہ کی پیروی کی۔

مقام نبوت کا استہزا و استخفاف:۔ زدن قافلہ قریش در اوائل ہجرت و چہاردہ زن خواستن و تحریم شہد کردن برائے خوشنودی زناں (۲۵)

ترجمہ) یعنی اوائل ہجرت میں قریش کے قافلہ کا لوٹا جانا اور چودہ عورتوں سے نکاح کرنا اور بیویوں کی رضامندی کے لئے شہد کو حرام کرنا (اس سے نبوت پر اعتراض کیا گیا ہے)

اسمائے نبویؐ سے وحشت اور بدعتیں:۔ نام احمد و محمد مصطفےٰ و امثال آں بہ جہت کافران بیرونی و زنان اندرونی گراں می آمد تا بہ مرور ایام اسامی چند از مقربان کہ بایں نام مسمی بودند تغیر دادہ مثلاً یار محمد، محمد خاں را رحمت می خواندو ہمی نوشتند (۲۶)

(ترجمہ) احمد و محمد و مصطفےٰ نام بیرونی کافروں کی خاطر سے اور اندرونی عورتوں کی وجہ سے بادشاہ پر گراں گزرنے لگے آخر کچھ دن کے بعد اپنے خاص لوگوں کے نام بدل بھی ڈالے مثلاً یار محمد اور محمد خاں کو وہ رحمت ہی کے نام سے پکارتا بھی تھا اور اسی نام سے لکھتا بھی تھا۔

نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ کی ممانعت:۔ (الف) در دیوان خانہ ہیچ کسے یارائے آں نداشت کہ علانیہ ادائے صلوٰۃ کند (۲۸)

(ترجمہ) دیوان خانہ میں کسی کی مجال نہ تھی کہ اعلانیہ نماز ادا کر سکے۔

(ب) نماز روزہ اور حج پیش ازاں ساقط شدہ بود (۲۹)

(ترجمہ) نماز روزہ اور حج تو اس سے پہلے ہی ساقط ہو چکے تھے۔

(ج) سوائے اسپ و فیل و شتر و گوسفند و بز و اسلحہ و قماش کہ در تمامی ممالک محروسہ تمغا و باج و زکوٰۃ و صدیک و آنچہ از قلیل و کثیری گرفتہ اند معاف و مرفوع القلم بودہ باشد (۳۰)

(ترجمہ) سوائے ہاتھی، گھوڑے، اونٹ، بکری، اسلحہ اور ضروری سامان کے تمام ممالک محروسہ میں زکوٰۃ اور چھوٹے بڑے تمام ٹیکس جو لیئے جاتے تھے معاف کیئے جاتے ہیں اور منسوخ کیئے جاتے ہیں۔

انکار عقائد جمہور امت مسلمہ :۔ خلق را بخلق قرآن و توغل در استحالہ وحی، تشکیک در نبوت و امامت امتحان کردند وجود جن و ملک سائر مغیبات و معجزات و کرامات را انکار صریح وردند و تواتر قرآن و ثبوت کلامیت آں و بقائے روح بعد از اضمحلال بدن و ثواب و عقاب را غیر از تناسخ محال می شمردند (۳۱)

(ترجمہ) لوگوں کو بتائے کہ قرآن مخلوق ہے وحی کے محال ہونے میں غلو سے کام لیا جاتا نبوت امامت کے مسائل میں لوگوں کا امتحان لیا جاتا جنات، فرشتوں اور تمام پوشیدہ چیزوں نیز معجزات و کرامات وغیرہ کا کھل کر انکار کیا جاتا تواتر قرآن اور اس کے کلام الٰہی ہونے اور جسم کے فنا ہو جانے کے بعد عذاب و ثواب کی خاطر روح کے باقی رہنے کو محال شمار کرتے تھے ماسوائے تناسخ کے۔

عقائد اسلامیہ کا ٹھٹھا :۔ در ہر رکنے از ارکان دین و ہر عقیدہ از عقیدہ اسلامیہ چہ در اصول و چہ در فروع مثل نبوت و کلام و رویت تکلیف و تکون و حشر و نشر شبہات گوناگوں بہ تمسخر و استہزا آوردہ (۳۲)

(ترجمہ) ارکان دین میں سے ہر رکن اور اسلامی عقائد میں سے ہر عقیدہ کے متعلق خواہ اس کا تعلق اصول سے تھا یا فروع سے جیسے نبوت و کلام الٰہی و رویت باری تعالیٰ و انسان کا مکلف ہونا، عالم کی تکوین اور حشر نشر وغیرہ کے بارے میں ہنسی مذاق کے ساتھ طرح طرح کے شبہات پیدا کیے جاتے تھے۔

تعلیمات نبویؐ کو نامعقول قرار دینا :۔ نماز، روزہ و جمیع نبوات را تقلیدات نام نہادند یعنی غیر معقول و مدار دین بر عقل گزاشتند نہ نقل (۳۳)

(ترجمہ) نماز، روزہ اور جملہ نبوی تعلیمات کو تقلیدات کا نام دیا گیا یعنی نامعقول ہیں اور کہ دین الٰہی کا مدار عقل پر ہے نہ کہ نقل پر۔

دریں سال حکم شد کہ ہر قوم ترک علوم عربیہ (۴۴)

(ترجمہ) اسی سال حکم شاہی نافذ ہوا کہ ہر قوم عربی علوم کی تعلیم و تدریس بند کر دے۔

اسلام کی بے حرمتی و پستی اور کفر کی ترویج اس حال کو پہنچ گئی تھی کہ شیخ مجددؒ کے ہم عصر شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے بھی اکبر کی موت پر لکھا "اس عظیم واقعہ وحادثہ (اکبر کی موت) کے اس طرح یکایک واقع ہونے سے جو حیرت و وحشت طاری ہوئی وہ حد بیان سے باہر ہے کیا کیا جائے سنت الٰہی یہی ہے شاہ ہو یا گدا سب کو یہی پیش آنا ہے اور سبھی کو اسی وادیٔ موت سے گزرنا ہے

ہر کہ آمد بجہان اہل فنا خواہد شد   وانکہ پائندہ وباقیست خدا خواہد بود

(جو بھی دنیا میں آیا ہے اسے فنا ہونا ہے   زندہ وپائندہ تو صرف خدا کی ذات ہے)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بادشاہ گردوں شکوہ' قوی دولت' جواں بخت (جہانگیر) کے سایہ عدل و احسان میں سب خاص وعام اور بالخصوص اہل اسلام کو امن وامان نصیب کرے اور انہیں تمام آفات ومکروہات سے محفوظ رکھے اللہ اس بادشاہ کی عزت میں اضافہ کرے اور اس کی حکومت کو ہمیشہ اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق دے۔

اللھم اصلح الامام والامة والراعی والرعیة والف قلوبھم فی الخیرات اللھم اصلح امة محمد

(ترجمہ) اے اللہ' امام وامت اور راعی ورعیت کی اصلاح فرما اور نیکیوں کے حصول میں ان کے دلوں کو جوڑ دے اے اللہ! امت محمدی کی اصلاح فرما

(اکبر کی موت پر شیخ فرید کے نام مکتوب۔ مکتوبات شیخ عبدالحق (۴۵)

سید سلیمان ندوی نے مقدمہ "سید احمد شہید" میں اس دور کی تصویر کشی کرتے ہوئے حضرت مجدد' مبلغ دین مجدد شیخ احمد سرہندیؒ کی خدمات کا اعتراف یوں کیا ہے

"اس غفلت کی نیند پر چار سو برس گزر گئے اور مسافر کے آغاز سفر پر ہزاروں برس گزر رہا تھا یہ اکبر کا دور تھا جب عجم کے ایک جادوگر نے آکر بادشاہ کے کان میں یہ منتر پھونکا کہ دین عربی کی ہزار سالہ عمر پوری ہو گئی اب وقت ہے کہ ایک شاہنشاہ امی کے ذریعہ نبی امی علیہ الصلوٰة والسلام کا دین منسوخ ہو کر دین الٰہی کا ظہور ہو (۴۶) مجوسیوں نے آتش کدے گرمائے' عیسائیوں نے ناقوس بجائے' برہموں نے بت آراستہ کیئے اور جوگ اور تصوف نے مل کر کعبہ اور بت خانہ کو ایک ہی چراغ سے روشن کرنے پر اصرار کیا اس بیج میل تحریک کا جو اثر ہوا اس کی تصویر اگر کوئی دیکھنا چاہے تو

"دبستانِ مذاہب" کا مطالعہ کرے کتنے زنار داروں کے ہاتھوں میں تسبیح اور کتنے تسبیح خوانوں کے گلوں میں زنار نظر آئیں گے بادشاہی آستانہ پر کتنے امیروں کے سر سجدہ میں پڑے اور شہنشاہ کے دربار میں کتنے دستار بند کھڑے دکھائی دیں گے اور مسجدوں کے منبر سے یہ صدا سنائی دے گی تعالیٰ شانہٗ۔ اللہ اکبر

یہ ہو ہی رہا تھا کہ سرہند کی سمت سے ایک پکارنے والے کی آواز آئی "راستہ صاف کرو کہ راستہ کا چلنے والا آتا ہے "ایک فاروقی مجدد فاروقی شان سے ظاہر ہوا یہ احمد سرہندی تھے" (جو اکبری فتنے کی راہ میں سیسہ پلائی دیوار بن گئے) (ص ۳۱۔۳۰)

اگرچہ تفصیلات بہت ہیں جن کو مدون کرنے کے لئے ایک کتاب کی ضخامت درکار ہے۔ سردست انہی پیش کی گئی تفصیلات سے دور اکبری کے فسق و فجور اور گمراہی اور بے دینی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ مزید تفصیل کے لئے مکتوبات امام ربانی (جن میں سے چند جھلکیاں کتاب ہذا میں موجود ہیں) سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ نیز شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے مکتوبات سے بھی روشنی لی جا سکتی ہے اور تاریخی کتب میں سے آئین اکبری، دربار اکبری، اکبر نامہ، منتخب التواریخ اور دین الٰہی اور اس کا پس منظر کے مندرجات اس موضوع پر خاص ہیں۔ "دائرہ معارف اسلامیہ" (اردو) سے اکبر کے "دین الٰہی" کے بارے میں اقتباسات کتاب ہذا میں بطور ضمیمہ شامل کیے گئے ہیں۔

"دبستانِ مذاہب" کا مطالعہ کرے کتنے زنار داروں کے ہاتھوں میں تسبیح اور کتنے تسبیح خوانوں کے گلوں میں زنار نظر آئیں گے بادشاہی آستانہ پر کتنے امیروں کے سر سجدہ میں پڑے اور شہنشاہ کے دربار میں کتنے دستار بند کھڑے دکھائی دیں گے اور مسجدوں کے منبر سے یہ صدا سنائی دے گی تعالیٰ شانہ ' ۔ اللہ اکبر

یہ ہو ہی رہا تھا کہ سر ہند کی سمت سے ایک پکارنے والے کی آواز آئی "راستہ صاف کرو کہ راستہ کا چلنے والا آتا ہے" "ایک فاروقی مجدد فاروقی شان سے ظاہر ہوا یہ احمد سر ہندی تھے" (جو اکبری فتنے کی راہ میں سیسہ پلائی دیوار بن گئے) (ص ۳۱۔۳۰)

اگر چہ تفصیلات بہت ہیں جن کو مدون کرنے کے لئے ایک کتاب کی ضخامت درکار ہے۔ سر دست انہی پیش کی گئی تفصیلات سے دور اکبری کے فسق و فجور اور گمراہی اور بے دینی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ مزید تفصیل کے لئے مکتوبات امام ربانی (جن میں سے چند جھلکیاں کتاب ہذا میں موجود ہیں) سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ نیز شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ کے مکتوبات سے بھی روشنی لی جا سکتی ہے اور تاریخی کتب میں سے آئین اکبری ' دربار اکبری ' اکبر نامہ ' منتخب التواریخ اور دین الٰہی اور اس کا پس منظر کے مندرجات اس موضوع پر خاص ہیں۔ "دائرہ معارف اسلامیہ (اردو) سے اکبر کے "دین الٰہی" کے بارے میں اقتباسات کتاب ہذا میں بطور ضمیمہ شامل کیے گئے ہیں۔

(یہ صفحہ دوبارہ لکھا گیا ہے)

محضر نامہ اکبری

اکبر اعظم نے ایک محضر نامہ تیار کروایا جسے ملا مبارک ناگوری نے رجب ۹۸۷ھ میں مرتب کیا اس محضر نامہ کو اکبر اور اس کے سرکاری دین کے ذہنی و تہذیبی ارتداد کے پورے قصر کا صدر دروازہ کہا جا سکتا ہے۔ اور اکبر اعظم کی خود ساختہ اور غیر اعلان شدہ نبوت کا تتمہ۔ محضر نامہ کی عبارت یہ تھی جس پر تمام درباری علما نے دستخط کر کے اکبر کی خود ساختہ نبوت کی تائید کر دی۔

"خدا کے نزدیک سلطان عادل کا مرتبہ مجتہد کے مرتبہ سے زیادہ ہے اور حضرت سلطان کہف الانام امیر المومنین ظل اللہ علی العالمین ابو الفتح جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی سب سے زیادہ عدل والے، عقل والے اور علم والے ہیں اس بنیاد پر ایسے دینی مسائل میں جن میں مجتہدین باہم اختلاف رکھتے ہیں اگر وہ اپنے ذہن ثاقب اور رائے صائب کی روشنی میں بنی آدم کی آسانیوں کی مد نظر رکھ کر کسی ایک پہلو کو ترجیح دیں اور اس کا فیصلہ کر دیں تو اس صورت میں بادشاہ کا یہ فیصلہ قطعی اور اجماعی قرار پائے گا اور رعایا اور برایا کے لئے اس کی پابندی حتمی و ناگزیر ہو گی۔"

یہ محضر نامہ ابتدائی اقدام تھا اکبر کی نبوت کو متعارف و نافذ کرانے کا جو کم از کم دربار اکبری میں تو تسلیم کر لی گئی۔ "دین الٰہی اکبر شاہی" میں توحید کی بجائے (عبادت آفتاب کی شکل میں) شرک صریح، کواکب پرستی اور ایمان بالبعث کے بجائے عقیدہ تناسخ، ہندوانہ عادات و شعار، عربی تہذیب و دین سے نفرت و بیزاری، عیسائیت، مجوسیت، اور ماہتاب پرستی کو نمایاں کیا گیا اس دین میں داخل ہونے والوں سے اکبری کلمہ (لا الہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ) پڑھوایا جاتا اور اعلان کلمہ و تبدیلی روایتی دین (اسلام) کے اعلان کے ساتھ ساتھ یہ اقرار نامہ بھی دہرایا جاتا تھا۔

من کہ فلاں بن فلاں باشم بہ طوع و رغبت و شوق قلبی لدین اسلام مجازی و تقلیدی کہ از پدران دیدہ و شنیدہ بودم ابرا و تبرا نمودم و در دین الٰہی اکبر شاہی در آمدم و مراتب چہار گانہ اخلاص کہ ترک مال و ترک جان و ناموس و دین باشد قبول کردم" (منتخب التواریخ (فارسی) ص ۲۷۳)

(ترجمہ) میں فلاں بن فلاں اپنی خواہش اور رغبت اور دلی شوق کے ساتھ مجازی و تقلیدی دینِ

اسلام سے جو باپ داداؤں سے سنا اور دیکھا تھا علیحدگی اور جدائی اختیار کرتا ہوں اور اکبر شاہی دین الٰہی میں داخل ہوتا ہوں اور اس دین کے اخلاص کے چاروں مراتب یعنی ترک مال' ترک جان' ترک ناموس اور ترک دین کو قبول کرتا ہوں۔

مذکورہ بالا محضر نامہ دین اکبری و اقرار نامہ نبوت اکبری پر علماء و مورخین نے رائے زنی کی ہے اور اسے نبوت اکبری کا خلاصہ قرار دیا ہے۔ ان میں سے صرف تین آراء محض توضیحِ بیان و تائیدِ گمان کے طور پر پیش خدمت ہیں۔

(۱) ملا عبدالقادر بدایونی نے "منتخب التواریخ" جلد دوم میں اس طرح خامہ فرسائی کی ہے۔

(ترجمہ) "اس محضر کی تشہیر و اشاعت کا مقصد اور اس کا لب لباب یہ ہے کہ ہندوستان دور از آفاتِ نقصان عدل گستری کے باعث امن و امان کا گہوارہ بنا ہوا ہے اور جہاں پناہ کی نظر کرم سے عدل و احسان کا دائرہ نظر آتا ہے خواص و عوام سے انسانوں کا ہر گروہ بادشاہ کی جانب مائل ہے خاص طور پر عرفان شعار علماء اور وہ فاضل حضرات جن کی نگاہیں علوم دینیہ میں بہت وسیع ہیں جو راہ نجات کی جانب ہدایت کرنے والے اور درجات والے اہل علم کے راستوں پر گامزن ہیں وہ عرب و عجم سے ان شہروں میں آکر سکونت پذیر ہو گئے ہیں اور تمام نامور علماء جو فروع و اصول کے جامع ہیں اور علمِ عقلیہ پر حاوی ہیں جو دین و دیانت اور صداقت و انصاف والے ہیں انہوں نے آیت "اطیعو اللہ و اطیعو االرسول و اولی الامر منکم" کے پوشیدہ معانی میں بڑے تدبر اور پورے تامل سے کام لیا ہے اور احادیث صحیحہ مثلاً "تم میں قیامت کے روز سب لوگوں سے پیارا اللہ تعالیٰ کو امام عادل ہوگا"۔ "اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی"۔ اس کے علاوہ بھی دلائل عقلیہ و نقلیہ کی رو سے یہ قرار دیتے اور حکم ظاہر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سلطان عادل کا مرتبہ مجتہد سے زیادہ ہے اور حضرت...... جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی ...... بہت عادل' بہت عقل مند اور صاحب علم و عرفان ہیں لہٰذا اگر وہ ان دینی مسائل میں جو مجتہدین کے درمیان اختلافی ہیں اپنے ذہن ثاقب اور فکر صائب سے ایک جانب کو اس اختلاف سے بنی آدم کی

معاشی سہولت یا انتظامی امور کی کسی مصلحت کے پیش نظر اختیار کرتے ہیں یا اس جانب کو اختیار کرنے کا حکم فرماتے ہیں تو اس حکم پر سب کو اتفاق رائے کرنا ہوگا اور عام رعایا پر اس کا اتباع لازم اور لابدی ہوگا اگر وہ محض اپنی رائے صائب سے کوئی ایسا حکم دیں جو کسی نص کے خلاف نہ ہو اور مخلوق خدا کا اس میں فائدہ ہو تو اس حکم پر عمل کرنا بھی ساری رعایا کے لئے لازم اور ضروری ہوگا اور اس کی مخالفت آخرت کی بربادی اور دینی و دنیاوی نقصان کا باعث ہوگی۔"

(فارسی عبارت کے لئے منتخب التواریخ اور اردو ترجمہ کے لئے تجلیات امام ربانی دیکھئے)

(۲) محضر پر ایک نظر کے عنوان سے سرخی جما کر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں۔ کہ

"اس (محضر) میں ایک ایسے جواں سال بادشاہ کو مجتہد سے اونچا درجہ دیا گیا ہے اور اس کو مجتہدین کے اختلافی مسائل میں ترجیح اور انتخاب کا حق عطا کیا گیا ہے اور اس کو اعدل و اعقل و اعلم مانا گیا ہے جو ناخواندہ محض ہے جس کی طبیعت میں پہلے سے بے قیدی اور حد سے بڑھی ہوئی آزادی ہے جس کا علمائے اسلام اور شارحین دین و شریعت پر سے اعتقاد و اعتماد اٹھ چکا ہے اور اپنے گھر اور دربار کے ہندوانہ ماحول سے بشدت متاثر اور تیزی کے ساتھ ہندوانہ خیالات و رسوم و عادات کے اختیار کرنے کی طرف مائل ہے جو مطلق العنان سلطنت اور کامل اختیارات کا مالک ہے اس کا فائدہ صرف اہل ہوی و ہوس یا ان درباری علماء کو پہنچتا تھا جو بادشاہ کے نام سے اس کے احکام و فرامین کے پردہ میں آزادی اور بے قیدی کی فضا پیدا کرنا چاہتے تھے اور شریعت اسلامی کو بازیچہ اطفال بنانا چاہتے تھے یا اپنے پرانے دشمنوں اور حریفوں سے انتقام لینے کا خواب دیکھ رہے تھے۔"

(تاریخ دعوت و عزیمت جلد ۴ ص ۱۰۱۔ ۱۰۳)

(۳) علامہ عبدالحکیم خان اختر شاہجہان پوری اس محضر نامے پر تنقیدی تبصرہ بدین الفاظ رقم فرماتے ہیں۔

"اس محضر نامے کا بے شک بار بار مطالعہ کر کے دیکھ لیں لیکن اس میں اسلام سے انحراف اور دین الٰہی جاری کرنے کے بارے ایک لفظ بھی نہیں ملے گا طرہ یہ کہ کتاب و سنت سے استدلال کیا گیا ہے اس کے باوجود اسلام سے انحراف ہوا اور

دین الٰہی جاری کیا گیا اور اس ساری غیر اسلامی روش کا سنگ بنیاد یہی محضر نامہ ہے

قول و عمل کے اسی پر اسرار تضاد کو دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ "ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور...... ملا مبارک ناگوری وغیرہ جنھوں نے یہ محضر نامہ تیار کیا تھا بلکہ جن سے تیار کروالیا گیا تھا انہوں نے "اکبر دی گریٹ" کو تقلید مجتہدین سے نہ صرف آزاد کر دیا بلکہ آئمہ دین کے درمیان محاکمہ کا حق عطا فرما دیا یا بادشاہ نے یہ حق خود حاصل کر لیا۔ یہ مرحلہ طے کرنے کے بعد صرف ایک مصلح کا روپ دھارنا پڑتا ہے ورنہ ایسے اشخاص گمراہی اور گمراہ گری کی باقی منزلیں بڑی آسانی سے خود بخود طے کرتے چلے جاتے ہیں۔ (تجلیات امام ربانی ص ۳۴۵)

یہ حالات اور یہ حالات کی خرابی تھی جس میں حضرت مجدد الف ثانی نعرہ اللہ اکبر اور لا نبی الا خاتم النبیین کہتے ہوئے میدان کارزار میں آئے اور تمام بدبخت روحوں کو ہزیمت سے دوچار کیا اور تمام سعید روحوں کو مسرور و مطمئن ہونے کا موقع دیا۔

دین اکبری کے دلائل

یہ حقیقت اب تاریخ نے ثابت ہو چکی ہے کہ مغل بادشاہ جلال الدین محمد اکبر کو جسے مورخین اعظم (THE GREAT) کہتے ہیں علماء و مشائخ کی بے احتیاطی و بد کرداری نے اسلام سے بد ظن کر دیا۔ اور اسلام دشمن عناصر نے اس کے ذہن میں تمام مذاہب کی حقیقت کا ایک ہونا اور صلح کلی کا نظریہ راسخ کر دیا۔ اور اکبر کے گھر میں موجود ہندو رانیوں نے اکبر کی فکر و سوچ کو دین اسلام سے ہٹا کر ہندو ازم کی طرف لگا دیا۔ اور دوسرے غیر مسلم درباری امراء و وزراء اور لالچی و گمراہ علماء نے اکبر کی سوچوں کو پراگندہ و پریشان کر دیا۔ تو اکبر نے تمام مذاہب و ادیان کو دربار سے باہر نکال کر ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی۔ اور اس کا نام دین الٰہی یا توحید الٰہی رکھا گیا۔ (۳۷) اس دین میں اسلام غائب تھا جب کہ دوسرے تمام مذاہب مثلاً عیسائیت' ہندوازم' پارسی ازم' جین مت وغیرہ کے اثرات غالب تھے۔ اکبر کے عقائد اور اس کے دین کی موٹی موٹی شقیں ذیل میں بیان کی جاتی ہیں جس سے اس کے دینی فتنے اور گمراہی کا بخوبی اندازہ ہو سکے گا۔ اگر چہ اکبر نے واضح طور پر اپنے نبی ہونے کا دعویٰ تو نہیں کیا مگر آثار و قرائن سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو نبی سمجھتا تھا اور اشارے کنائے سے لوگوں کو یہی باور کراتا تھا۔ دو وجہ سے اس نے اپنا نبی ہونا ہی ظاہر کیا تھا۔ اول یہ کہ ایک نیا دین ایجاد کیا۔ ظاہر ہے ہر آنے والا پیغمبر نیا دین یا نئی شریعت ہی لاتا ہے۔ دوم پرانے تمام ادیان کا ایک ملغوبہ تیار کر کے انہیں کلیۃً اپنے دربار سے نکال دیا۔ اس طرح اسلام مشمولہ دوسرے ادیان کے سرکاری طور پر منسوخ کر دیا گیا۔ لہذا ہر نبی اپنے سے پہلے ادیان کی منسوخی کا اعلان ہی کیا کرتا ہے۔ اور قدیم ادیان کی اچھی باتیں جاری رہنے دیتا ہے اور خود نئی باتوں کا اضافہ کرتا ہے۔ "منتخب التواریخ" کے مولف ملا عبد القادر بدایوانی نے متعدد وجوہ کی بنا پر اکبر کی شخصیت کو نبی کے مدعی کے طور پر ثابت کیا ہے۔ چند ایک وجوہ کا تذکرہ درج ذیل ہے۔

اول: اکبر نے کلمہ ایجاد کیا۔ (لاالہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ) کلمہ کی تجدید سے دین کی تجدید مستلزم ہے۔

دوم: اکبر کی دینی حیثیت کے استحکام کے لئے جو محضر نامہ تیار کیا گیا۔ اس میں اکبر کو اعدل' اعقل اور اعلم لکھا گیا۔ خوبیوں کے اعتبار سے افضل التفضیل کا صیغہ مطلقاً تو اللہ کو روا ہے۔ کیونکہ وہ مالک حقیقی اور سب سے بڑا ہے اس کی خوبیاں اور قدرتیں ذاتی ہیں مگر انسانوں میں خصوصاً یہ صیغہ صرف

انبیاء کو روا ہے اور وہ بھی عطائی یعنی اللہ کا عطا کردہ۔

سوم: اکبر نے اپنے دین کی شناخت کے لئے ایک نیا نام جاری کیا۔ یعنی دین الٰہی یا توحید الٰہی یا نو آئینِ الٰہی وغیرہ وغیرہ۔

چہارم: اکبر نے اپنے دینی عقائد کو ایک نئی شناخت دی۔ انہیں عقائد الفی کہا جاتا تھا۔ (ایک ہزار سالہ عقائد یا ایک ہزار سالہ دین)

پنجم: اکبر خود کو روحانی پرشک کہتا تھا۔ اور اس نے آئینِ رہنموئی بھی بنایا تھا۔ ہندوؤں میں روحانی پرشک نبی کا متبادل لفظ ہی ہے۔

ششم: دین الٰہی کی قبولیت کے اقرار نامے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دین الٰہی قبول کرتے وقت اسلام یا سابقہ دین کو ترک کرنے کا واضح الفاظ میں اعلان کیا جاتا تھا (۳۸) نیز یہ ہے کہ ایک عقیدہ کو قبول کرتے ہوئے پہلے عقیدہ کو چھوڑنے کا مطلب ترک دین کر کے نئے دین میں داخل ہونا ہی ہوتا ہے۔

ہفتم: اکبر نے دوسرے امور میں تجدید کے علاوہ اپنا علیحدہ سن یعنی تقویم بھی ایجاد کیا۔ جسے تقویم الفی کا نام دیا اور مروجہ سن ہجری کو منسوخ کر دیا گیا۔

ہشتم: اکبر کو ان پڑھ (یعنی امی) قرار دیا گیا کہ یہ صرف انبیاء کی خصوصیت ہے وہ دنیوی مدرسوں اور استادوں سے تعلیم نہیں پاتے۔ ورنہ حقیقت یہی ہے کہ اکبر ایک پڑھا لکھا (واجبی سی) شخص تھا اور علماء کے مباحثوں مجادلوں اور مناظروں سے اس نے اپنی علمی حیثیت بڑھا لی تھی۔

نہم: اکبر کے درشن کو آغاز یوم و آغاز کار کا سب سے اہم جزو اور باعث سعادت فعل قرار دیا گیا۔ یہ شرف صرف انبیائے وقت کو حاصل ہوتا ہے کہ امتی ان کی زیارت و خدمت سے سعادت و برکت حاصل کرتے ہیں

دہم: اکبر کو سجدہ کرنے کی روایت اختیار کی گئی سجدہ کی حقدار صرف ذاتِ الٰہی ہے اس کے علاوہ باذنِ الٰہی اگر کسی شخصیت کو سجدہ کیا گیا (تعظیمی سجدہ) تو وہ بھی ایک نبی ہی تھے یعنی حضرت آدم (اگر سجدہ کی روایت کو مد نظر رکھا جائے تو اکبر نہ صرف نبی بلکہ اس سے بہت آگے دعوائے خدائی تک بڑھ گیا تھا جو کہ گمراہی کی اصل ترین شکل ہے)

یازدہم: نندنہ کے نواح میں دورانِ شکار ایک درخت کے نیچے اکبر نے اپنے اوپر بے خودی کی ایک ایسی حالت طاری کی جو گوتم بدھ کے "گیا" کے قریب بڑ کے درخت کے نیچے حصول گیان و

نروان سے مکمل طور پر مشابہت رکھتی تھی۔ اس طرح اکبر نے اپنے آپ کو پہلوں کی طرح ایک مکمل پر شک ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔

دوازدہم: اکبر نے عبادات کے طریقے اور اوقات نئے سرے سے مقرر کیے جن میں اکبر کی ذات کو مرکز و مرجع کی حیثیت حاصل تھی۔

سیزدہم: اکبر کے دین الٰہی میں داخلے کے وقت جان، مال اور عزت کی قربانی کا اقرار کیا جاتا تھا۔ جان مال اور عزت آج تک صرف انبیاء کے اشارے پر قربان کی جاتی رہی ہے۔

چہاردہم: اکبری دور میں دین الٰہی کے دستور کے مطابق مردوں کے کفن دفن کو بھی نیا رواج دیا گیا۔ یعنی دین الٰہی کے پیروکار مرنے کے بعد اس طرح دفن کئے جاتے تھے کہ ان کا سر مشرق کی سمت اور پاؤں مغرب کی سمت ہوتے تھے۔ قبر کے ایک حصے کو کھلا چھوڑ دیا جاتا تھا تاکہ صبح کے وقت سورج کی کرنوں کی مردہ کو سعادت نصیب ہو۔ اس طرح کی تجدید یت کا حق صرف نبی وقت کو حاصل ہوتا ہے۔

پانزدہم: اکبر کے دربار میں عقائد الٰہی کے مطابق ہی مروج عبادات کی اجازت تھی۔ اس کے علاوہ ہر قسم کی عبادت ممنوع تھی۔

شانزدہم: فیضی نے اکبر کی شان میں ایک قصیدہ لکھا جس میں اس نے اکبر کے دور کو "نیا دور" قرار دیا۔ یعنی نئی نبوت کا دور۔ مندرجہ ذیل شعر میں اس نے یہ بات کہی ہے

فرخندہ باد یارب بر مملکت ستانی
از مبدأ خلافت آغاز قرن ثانی

ترجمہ: اے رب ہمارے حکومت کرنے سے خوش ہو جا۔ خلافت کے آغاز سے دوسرے دور کا آغاز (ہو گیا) ہے۔

ہفدہم: اکبر کے متعلق عبدالقادر بدایونی نے یہ حتمی رائے تحریر کی ہے کہ

"ایں ہمہ باعث دعویٰ نبوت شد امانہ بلفظ نبوت بلکہ عبارت آخر"

ترجمہ: اکبر کے تمام اقدامات نبوت کا دعویٰ ہی تھے۔ اگرچہ اس نے لفظ نبوت کا دعویٰ نہیں کیا مگر دوسرے الفاظ میں دعویٰ نبوت ہی تھا۔

ہشدہم: دین الٰہی میں شادی کی رسم اسلام کی مروجہ رسم سے مختلف تھی جس میں دلہا دلہن کو آگ کے گرد پھیرے دئے جاتے تھے۔ جس سے یہ ظاہر ہے کہ دین الٰہی دین اسلام سے الگ شریعت تھی جس کا بانی اکبر تھا۔ نیا دین اور نئی شریعت صرف انبیاء ہی لاتے ہیں۔

نوزدہم: اکبر نے بلاواسطہ اپنے مہدی و ہادی ہونے کا بھی اعلان کیا بدایونی کے مطابق اکبر کے

درباری اور مصاحبین اسے "صاحب زمانِ" کہا کرتے تھے اور ابو الفضل کے مطابق اکبر "خلیفۃ اللہ" ہادی علی الاطلاق، مہدی با استحقاقِ اور خلاصہ آفرینش" ہے۔ یہ القابات نئے عقائد نیا دین اور نبی نبوت کو حاوی ہیں۔

بیستم: اکبر کے بعض ہم عصر بھی یہ سمجھتے تھے کہ بادشاہ نبی بن گیا ہے ملا شیری نے اپنے ایک شعر میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔

بادشاہ امسال دعویٰ نبوت کردہ است
گر خدا خواہد پس از سال خدا خواہد شدن

ترجمہ: بادشاہ نے اس سال نبوت کا دعویٰ کیا ہے اگر خدا نے چاہا تو اگلے سال خدا ہونے کا دعویٰ کر دے گا۔

بیست و یک: اکبر نے ننکانہ کے نواح میں اگرچہ "گیان" اور نروان" کے ذریعے اپنے آپ کو نبی ہی ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی بحیثہ اکبر کے درباری اس پر وحی آنے کے سلسلے میں بھی کافی حد تک ایمان رکھتے تھے مورخ عباس خاں سروانی نے اپنی تصنیف "تاریخ شیر شاہی" میں اکبر کو "ملہم الہام الٰہ" لکھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اکبر پر وحی نازل ہوا کرتی تھی۔ جو صرف انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے

بیست و دو: پہلے اکبر کے عہد کے سکوں پر کلمہ طیبہ کھدا ہوتا تھا پھر اس نے سکوں پر رام چندر کی تصویر مضروب کروائی تھی جس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو رام چندر کا اوتار سمجھتا تھا اور رام چندر کے بھیس میں اپنی مذہبی سرداری کا اعلان کر چکا تھا...... یہ ایک حربہ تھا اپنی نبوت اور علیحدہ دین کو منظر عام پر لانے کا۔

بیست و سہ: اسلام کا شعار السلام علیکم، وعلیکم السلام ہے اسی طرح دین الٰہی کا علیحدہ ملاقاتی شعار قرار دیا گیا ملاقات پر پہلا شخص اللہ اکبر کہتا اور جواباً دوسرا جل جلالہ کہتا۔ دونوں کلمات میں اکبر کا نام (جلال الدین اکبر) اس بات کا ثبوت ہے کہ اکبر نے ایک نیا دین متعارف کروایا جس میں اپنے نام کو بلند کیا۔

بیست و چہار: اکبر نے علوم اسلامیہ کی تدریس پر پابندی لگادی۔ حضرت محمد ﷺ کے نام نامی اسم گرامی محمدؐ، احمدؐ، محمودؐ اور مصطفیٰؐ کے استعمال کو ممنوع قرار دیا۔ عربی زبان کے خالص الفاظ (ج، ع ،ص، ض، ط، ظ) ختم کر دیئے معروف الفاظ کی شکل بگاڑ دی پیدائش سے لے کر مرنے تک کی تمام معروف اسلامی رسمیں اکبر [illegible] جاری کیں۔ جو اس بات کا

بیست و پنج: اکبر نے "شیطان پورہ" بسا کر زنا کو حلال قرار دیا"۔ جوگی پورہ "بسا کر ہندوازم کو قربت عطا کی۔ شراب کی حلت کا اعلان کر کے اسلام کی مخالفت کی مادہ منویہ کو پاک قرار دے کر اسلام کی تعلیمات کا استہزاء و استخفاف کیا سود اور جوئے کی سرکاری سرپرستی سے اسلام کی تحقیر کی گائے کے درشن، سورج، آگ، چراغ کی تعظیم، قشقہ لگانے اور زنار پہننے کو الٰہی پرستش کے نام سے عبادت قرار دے کر اسلام کے متوازی ایک نیا دین کھڑا کر دیا۔ جسے دین الٰہی کہا گیا۔

بیست و ششم: اکبر کے دین کی تمام دفعات کا مرتب کنندہ ابوالفضل اکبر کے دین کو "نو آئین الٰہی" یا "آئین رہنمونی" کہتا ہے محسن فانی نے بھی اسی دور میں لکھی گئی اپنی کتاب "دبستان مذاہب" میں دین الٰہی کا ذکر ایک الگ دین کی حیثیت سے کیا ہے لہذا دین الگ تو نبوت الگ اور جب خاتم النبیین ﷺ کے بعد نیا دین اور نئی نبوت آئی تو ختم نبوت کا انکار اور اجرائے نبوت کا اقرار ہوا۔ فافہم

اکبر اعظم کے رضاعی بھائی مرزا کوکہ نے مکہ معظمہ سے ایک خط لکھا کہ

پیش ازیں سلطان بودہ اند کہ ہم صاحب تمکین بودند، ہیچ بادشاہے را وغدغہ نہ شد کہ دعوئ پیغمبری و نسخ دین محمدی نماید (حضرت مجدد الف ثانی کے سیاسی مکتوبات مرتبہ آباد شاہ پوری ص ۵۲۔۵۳)

ترجمہ: پہلے بھی زور، قوت اور شان و شوکت والے بادشاہ گزر چکے ہیں ان میں سے کسی بادشاہ کو بھی نبوت کا دعویٰ کرنے اور دین محمدی کو منسوخ کرنے کا خیال نہیں آیا۔ (نور اسلام مجدد الف ثانی نمبر ۱۲ ص ۳۸)

بیست و ہفت: حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ، جو شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ کے ہم عصر تھے اور اکبری گمراہیوں کے تدارک میں مصروف تھے، نے حضور ﷺ کی حیات طیبہ "مدارج النبوت" کے نام سے لکھی اس پر گفتگو فرماتے ہوئے پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں:

"مدارج النبوت کا محرک اس زمانہ کے حالات تھے۔ اکبری عہد میں شریعت و سنت سے بے اعتنائی انتہا درجہ کو پہنچ گئی تھی۔ حضور سرور کائنات ﷺ سے تعلق ٹوٹ رہا تھا۔ ان حالات میں ضروری تھا کہ رسول مقبول ﷺ کی حیات طیبہ کو مکمل طور پر پیش کر دیا جائے"

نظامی صاحب کے تبصرہ پر گفتگو کرتے ہوئے پروفیسر محمد اسلم "دین الٰہی اور اس کا پس منظر" میں لکھتے ہیں۔

"ہمارے خیال میں اکبر کے دعاوی اور اس کی بدعات سے ختم نبوت کے عقیدہ پر چوٹ پڑتی ہے۔ اس لئے شیخ (عبدالحقؒ) نے اس کی حفاظت کے لئے بروقت قدم اٹھایا۔۔۔۔۔۔ شیخ محدث کے خیال میں اکبر حضور ﷺ کے منصب نبوت کو زک پہنچا رہا تھا۔ اگر اکبر کا دین الٰہی محض آزاد

خیال لوگوں کی ایک سوسائٹی ہوتی جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے تو شیخ محدث اسے اتنی اہمیت نہ دیتے۔" (ص ۲۰۲)

اکبر کو بگاڑنے اور کفریہ اعمال تک لانے میں علماء سُو اور درباری گمراہوں کا بہت ہاتھ ہے۔ اس کا ذکر بھی ملا عبدالقادر بدایونی نے "منتخب التواریخ" میں کیا ہے۔ چنانچہ درباری علماء نے بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے من گھڑت دلیلیں دے کر بادشاہ کو یقین دلایا۔ کہ آپ اس عہد کے "صاحب زمان" (صرف اور صرف نبی صاحب زمان ہوتا ہے) ہیں۔ اور آپ کا ظہور مسلمانوں اور ہندوؤں کے فرق کو ختم کرنے اور سب کو ایک عقیدہ پر قائم کرنے کیلئے ہوا ہے۔* اسی خیال و عقیدہ کی حامل "بھگتی تحریک" بھی اکبر کے دور میں کئی لوگوں نے شروع کی جن کا خیال ہے کہ عقیدہ و دین سے قطع نظر تمام لوگ اللہ کے بندے ہیں اور سب ایک ہیں لہٰذا مذاہب وغیرہ کے امتیازات ختم ہونے چاہیں وغیرہ وغیرہ۔ سکھوں کے بانی گورو نانک کی تحریک یہی "بھگتی تحریک" ہے۔ ملا شریف آملی نے محمود پسیخوانی کے سال خوردہ وقدیم رسالوں سے یہ شہادت نکال کر اکبر کو باور کرایا کہ "۹۹۰ھ میں باطل کو ختم کرنے والے ایک شخص کا ظہور ہوگا" اور "صاحب دین وحق" کے کلمہ سے اس پیشنگوئی کی تعبیر کی گئی کہ جمل کے قاعدہ کے مطابق اس جملہ کے ۹۹۰ عدد ہوتے ہیں اس طرح عہدہ تجدید دین کے شرف کا مستحق اکبر کو گردانا گیا۔ ابوالفضل اور فیضی، جو مشہور شیعہ عالم ملا مبارک ناگوری کے بیٹے تھے، نے بھی اکبر کو گمراہ کرنے اور صاحب زمان بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ ہندو درباری اور پنڈتوں نے بھی ہندوستان میں اسلام کی شکل بگاڑنے کے مقصد کے پیش نظر اکبر کو "اوتار" قرار دیا۔ اور اسے ایک نئے دین کے بانی ہونے کے مژدے سنائے۔ غرضیکہ ان لادینی عناصر اور گمراہ مسلمان درباریوں نے اکبر کو راہ راست سے ہٹا دیا۔ اور وہ کارنامہ انجام دیا جو دراصل ابلیس (شیطان) کو انجام دینا چاہیے تھا۔ حضرت ربانی مجدد الف ثانیؒ نے اپنا ایک کشف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "انہوں نے دیکھا کہ شیطان بے کار بیٹھا ہوا ہے۔ اس سے پوچھا کہ بے کاری کا کیا سبب ہے۔ تو شیطان نے مسکرا کر جواب دیا کہ میرا کام علماء سو اور گمراہ طبقہ کر رہا ہے۔ اس لئے اب مجھے فرصت ہی فرصت ہے" (۳۹) درج بالا مبحث اور اس سے ماخوذ نتائج سے بآسانی یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ اکبر دراصل پیغمبری کا مدعی تھا۔ اکبر چونکہ ہندوستان میں بااختیار تھا اور تمام دشمن اسلام قوتیں اس کی پشت پناہ تھیں۔ لہٰذا اگر اکبر کے گمراہ کن اور کفریہ اقدامات جاری رہتے اور ہندستانی مسلمان آہستہ آہستہ محمد عربی ﷺ کا دین چھوڑتے رہتے تو آج

ہندوستان میں خالص مسلمان دیکھنے کو بھی نہ ملتے بلکہ ہندوستانی معاشرہ مسلم و ہندو رنگ میں رنگا ہوتا یعنی نہ مسلمان ہوتے نہ ہندو۔ اس وقت اکبری فتنے کو حضرت مجددؒ نے محسوس کیا اور ابتداً آپ نے اکبر کے حواریوں' درباریوں' امراً اور احکام کو دین کی اصلی شکل سے روشناس کرانے کے منصوبے پر عمل شروع کیا۔ اور رابطے بذریعہ خطوط' مریدین اور بذات خود قائم کئے۔ جب آپ ان لوگوں میں مثبت تبدیلی پیدا کرنے میں کامیاب ہوگئے تو آپ نے انہی لوگوں کو فتنہ اکبری اور اس کے دین کی خطرناکیوں سے آگاہ کیا۔ اور ترویج و نفاذ دین حقیقی اور اختتام اقدامات کفریہ پر راغب کیا آہستہ آہستہ اکبر کو بھی انہی درباریوں اور حاشیہ نشینوں کے ذریعے دین کی اصل شکل دکھانے کی کوشش کی گئی۔ ابھی یہ عمل جاری ہی تھا کہ اکبر اپنے کفریہ فتنہ کے ہمراہ اس دنیا سے اٹھ گیا۔ اور جہانگیر نے چند ایک غیر دینی رسوم کو چھوڑ کر باقی تمام اکبری روایات فوراً ختم کر دیں۔ اس کے دور میں بھی مجددی مشن جاری رہا تاآنکہ ہندوستان کی دینی فضاء کو ایک دفعہ پھر صحیح اسلامی روح سے روشناس کرانے میں کامیاب ہوگئے۔ (۴۰)

چوتھا باب

مجددی تحریک

اہل حل و عقد سے مکاتبت

اعتراف خدمات

اہل حل وعقد سے مکاتبت

شیخ سرہندی حضرت مجدد الف ثانی نقشبندی نے اپنے علمی' دینی 'تبلیغی' تفسیری اور مسائل تصوف سے بھرپور مکتوبات میں جہاں دوسرے بے شمار مسائل واشکال واضح کیئے ہیں اور ابہام کو محکم ومنصوص کیا ہے وہاں آپ نے متعدد خطوط مقتدر طبقہ کی طرف اس غرض سے لکھے کہ ہندوستان میں

(ا) دین اسلام کے لئے ان کے فرائض ان کو یاد دلائے جائیں

(ب) دین اسلام کی ہند میں ذلت ونکبت کا ذکر کر کے مسلمانوں (مکتوب الیہان) کے جذبہ حمیت و دینی غیرت کو بیدار کیا جائے

(ج) ان کو نصیحت ووصیت کے ذریعے اعلائے اسلام اور انسداد کفر کے عمل پر ابھارا جائے۔

(د) قرآن وحدیث کے حوالوں اور ذاتی اپیلوں کے ذریعے سے شریعت محمدی کی سربلندی ونفاذ کے سلسلے میں مقتدر طبقہ کو عملی کوششوں کی طرف راغب کیا جائے۔

(ہ) ان کو ان کی سماجی سیاسی 'مالی اور اختیاراتی اثر وقوت یاد دلاتے ہوئے ان سے احیائے اسلام اور محیائی کفر کا تقاضا کیا جائے۔

ایسے ارا کین سلطنت (دور اکبری وجہانگیری کے) اور اعلیٰ عہدیداروں کے نام لکھے گئے جاتے ہیں جن کو حضرت مجدد نے تحریکی اور اصلاحی خطوط لکھے۔ مکتوبات کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

مرزا ایرج -	۱	خط (مکتوب)
مرزا بدیع الزمان-	۱	=
بہادر خان-	۱	=
جباری خاں-	۳	=
جعفر بیگ ثانی-	۱	=
خان اعظم-	۲	=
خان جہان-	۲	=

خواجہ جہان۔	۲	=
مرزا داراب خان۔	۴	=
سلطان نور الدین جہانگیر۔	۱	=
شریف خان شیرازی۔	۱	=
صدر جہان۔	۲	=
عبدالرحیم خان خاناں۔	۱۳	=
عبدالوہاب بخاری۔	۲	=
مرزا عرب خان۔	۱	=
مرتضیٰ خان فرید بخاری۔	۱۲	=
قلیچ خان۔	۳	=
قلیچ اللہ بن قلیچ خان۔	۳	=
الہ بیگ۔	۱	=
میر منصور۔	۳	=
مرزا منوچہر۔	۱	=
کل۔	۶۰	مکاتیب

ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت زار کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مجددؒ لکھتے ہیں کہ

(اوّل) قریباً ایک صدی سے اسلام کی غربت اور کمزوری اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ بلاد اسلام میں کفار فقط احکام اسلام کے جاری ہونے پر ہی رضامند نہیں ہوتے بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ اسلامی احکام کا نام و نشان مٹ جائے اور اسلام و مسلمین کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔ (دفتر اول مکتوب نمبر ۴۷)

(دوم) اگر مسلمانے از شعائرِ اسلام اظہار نماید بقتل می رسد (مکتوبات دفتر اول مکتوب ۸۱)

ترجمہ: اگر کوئی مسلمان شعار اسلامی کو ظاہر کرتا ہے تو قتل کیا جاتا ہے۔

(سوم) در قرن سابق کفار بر ملا بطریق استیلا اجرا احکام کفر در دارِ اسلام میکردند و مسلمانان از اظہار اسلام عاجز بودند و اگر میکردند بقتل می رسیدند' واویلا' وامصیبتا' واحسرتا' واحزنا (مکتوبات دفتر اول مکتوب ۴۷)

ترجمہ: گزشتہ عہد میں کفار بر ملا سینہ زوری سے اس دارِ اسلام میں کفر کے احکام جاری کرتے تھے اور مسلمان احکام اسلام کی ادائیگی سے عاجز تھے اگر کبھی وہ ایسا کرتے تو قتل کیے جاتے واویلا' ہائے

مصیبت 'ہائے حسرت 'ہائے دکھ و غم۔

(چہارم) محمد رسول اللہ ﷺ کہ محبوب رب العالمین است مصدقان او خوار و ذلیل بودند و منکران او بعزت و اعتبار مسلمانان با دلہائی ریش در تعزیت اسلام بودند و معاندان بسخریہ و استہزا بر جراحتہائے ای شان نمک پاشیدند آفتاب ہدایت و تتق ضلالت مستور بود و نور حق در حجب باطل منزوی و معزول (مکتوبات دفتر اول مکتوب ۴۷)

ترجمہ: محمد رسول اللہ ﷺ جو کہ رب العلمین کے محبوب ہیں' کے ماننے والے ذلیل و خوار تھے اور حضورؐ کے منکروں کی عزت کی جاتی تھی مسلمان اپنے زخمی دلوں کے ساتھ اسلام کی تعزیت میں مصروف تھے اور دشمن مذاق اور تمسخر سے ان کے زخموں پر نمک چھڑکتے تھے ہدایت کا آفتاب گمراہی کے پردوں میں چھپا ہوا تھا اور نور حق باطل کے پردوں میں چھپا ہوا تھا۔

(پنجم) غربت اسلام تاحدے رسیدہ است کہ کفار بر ملا طعن اسلام و ذم مسلمانان می نمایند و بے تحاشا اجرا احکام کفر و مداحی اہل آن در کوچہ و بازار میکنند و مسلمانان از اجرا احکام اسلام ممنوع اندو در اتیان شرائع مذموم و مطعون.....و احسرتاہ و ندامتاہ و اویلاہ (مکتوبات جزو اول مکتوب ۶۵)

ترجمہ: اسلام کی غربت اب اس حد کو پہنچ چکی ہے کہ کافر برملا اسلام اور مسلمانوں کو لعن طعن کرنے لگے ہیں وہ بلا تردد احکام کفر جاری کرتے اور گلیوں اور بازاروں میں ان کی تعریف کرتے پھرتے ہیں نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کو احکام شریعت نافذ کرنے سے روکا جاتا ہے بلکہ ان احکام پر اعتراضات بھی کیئے جاتے ہیں۔ہائے حسرت 'ہائے ندامت 'ہائے واویلا۔

(ششم) ہندوستان کے کفار بلا دھڑک مسجدوں کو گرا کر ان کی جگہ اپنے مندر بناتے ہیں اور بر ملا وہ مراسم کفر ادا کرتے ہیں اور غریب مسلمان اکثر احکام اسلامی کے ادا کرنے سے قاصر ہیں ہندوؤں کے برت کے دنوں میں یہ اہتمام ہوتا ہے کہ دن میں کوئی مسلمان روٹی نہ پکائے اور نہ بیچے اور اس کے برعکس ماہ رمضان میں وہ (ہندو) برملا روٹی کھانا بیچتے ہیں۔اور اسلام کی کس مپرسی کی وجہ سے انہیں کوئی روک نہیں سکتا افسوس صد ہزار افسوس (مکتوبات دفتر دوم مکتوب ۹۲)

آپ ان منصب داروں 'عہدے داروں اور حکومتی کارندوں کو اسلام کی تعلیمات کے فروغ اور اس سلسلے میں فرائض یاد دلاتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں کہ

(۱) سلطنت اکبری کے اہم رکن خان جہاں کے نام:۔

"بادشاہ ... تمام افراد کی اصلاح کرنا ہے یہ اصلاح

اسی طرح ہو سکتی ہے کہ اصلاح اسلامی تعلیمات کے روشناس کرانے میں ہے جب موقع اور گنجائش نظر آئے۔ تو اسلامی باتیں یعنی اہل سنت و جماعت کے عقائد اس کے گوش گزار کئے جائیں اور حسب موقع مخالفین اہل سنت کا رد و ابطال کیا جائے۔" (دفتر دوم مکتوب ۶۷)

(۲) پنج ہزاری منصب پر فائز لاہور کے گورنر شیخ فرید کے نام :۔

"بادشاہ کی اصلاح اور خرابی سے پوری ملک کی اصلاح اور خرابی وابستہ ہے"

"جناب کی بزرگ ذات سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ آپ کو کلمہ حق کہنے کی استطاعت ہے اور حق سبحانہ' تعالیٰ نے آپکو بادشاہ کا قرب بھی مرحمت فرمایا ہے تو خلوت وجلوت میں شریعت محمدی (ان پر اور ان کی آل پر افضل درود اکمل سلام ہوں) کی ترویج کے لئے سعی فرمائی جائے گی اور مسلمانوں کو اس ذلت وخواری سے نکالا جائے گا۔" (مکتوب ۴۷ دفتر اول)

(۳) ذرا خیال کریں کہ معاملہ کہاں تک پہنچ چکا ہے۔ مسلمانی کی بو بھی باقی نہیں رہی۔ ایک دوست نے کہا ہے کہ تم لوگوں میں سے جب کوئی دیوانہ نہ ہوگا مسلمانی تک پہنچنا مشکل ہے۔ اسلام کا بول بالا کرنے کے لئے اپنے نفع نقصان کا خیال بھی کرنا' یہ ہے دیوانگی! اسلام رہے تو کچھ بھی ہو اور اگر نہ رہے تو پھر کچھ بھی نہ رہے۔ اگر مسلمانی ہے تو پھر خدا کی رضا اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کی خوشنودی بھی ہے۔ اور آقا کی رضا سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے (شیخ فرید کے نام' دفتر اول مکتوب ۱۶۳)

(۴) انہی کو نصیحت فرماتے ہوئے لکھا کہ :۔

"نعمت اسلام کی سب سے ضروری مد دیہ ہے کہ مسائل شرعیہ کی وضاحت کی جائے اور کتاب وسنت واجماع کے عقائد کلامیہ کا اظہار کیا جائے تاکہ کوئی متبدع اور گمراہ درمیان میں آکر (بادشاہ کو) غلط راستے پر لے جا کر کام خراب نہ کردے اس قسم کی امداد واعانت ان علمائے حق کی خاص طور پر ذمہ داری ہے جن کی دوڑ دھوپ آخرت کے لئے ہے۔" (ایضاً)

(دفتر اول مکتوب ۴۸ میں آپ نے مکتوب الیہ کو بدیں الفاظ ابھارا۔

"پس اعلیٰ ترین نیکی یہی ہے کہ ترویج شریعت کی کوشش کی جائے کیونکہ احکام شرع سے ایک حکم کا جاری اور زندہ کرنا خاص طور پر ایسے وقت میں جب اسلامی شعائر مٹائے جارہے ہوں راہ خدا میں کروڑوں روپے خیرات کردینا بھی اس نیکی کے برابر نہیں ہو سکتا۔" (شیخ فرید بخاری کے نام)

(۶) دفتر اول مکتوب ۱۹۳ میں آپ نے اس طرح عملی کوششوں پر اپنے مخاطب کو ابھارا۔

"مسلمانوں پر لازم ہے کہ بادشاہ اسلام کو ان بد مذہبوں کی رسموں کی برائی سے اطلاع بخشیں اور ان کے دور کرنے میں کوشش کریں شاید بادشاہ کو ان بقایا رسوم کی برائی کا علم نہ ہو اور اگر وقت کے لحاظ سے مناسب سمجھیں تو بعض علمائے اسلام کو اطلاع دیں تاکہ وہ آ کر اہل کفر کی برائی کو ظاہر کریں..... لیکن غریب اسلام کے وقت آپ جیسے اہل بیت کے جوانمردوں کے ہاتھوں یہ کام ہو جائے تو کیا ہی خوب ہے کیونکہ یہ دولت آپ ہی کے گھرانے کی ہے۔" (شیخ فرید بخاری کے نام)

(۷) جہانگیر کے معتمد خاص اور صوبہ بہار کے گورنر لالہ بیگ کے نام :۔

ابتدائی بادشاہت میں اگر اسلامی اقدار کا رواج ہو گیا اور اہل سلام نے کچھ حیثیت حاصل کر لی تو فبہا اور عیاذ باللہ سبحانہ اگر معاملہ تساہل اور توقف کی نذر ہوا تو مسلمانوں پر بہت ہی برے دن آجائیں گے۔ الغیاث الغیاث ثم الغیاث الغیاث" (دفتر اول مکتوب ۸۱)

(۸) بادشاہ کے معتمد و اتالیق صدر جہاں کے نام :۔

"اب جب کہ سلطنتوں میں خرابی آگئی اور دشمنی و فساد نے اہل مذہب کو بگاڑ دیا ہے تو اسلام کے پیشواؤں یعنی بڑے وزیروں، امیروں اور علمائے کرام پر لازم ہے کہ شریعت مطہرہ کی ترقی کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیں اور سب سے پہلے اسلام کے ان ارکان کو قائم کریں جنہیں پس پشت پھینک دیا گیا ہے" (دفتر اول مکتوب ۱۹۵)

(۹) مغلیہ سلطنت کے اہم رکن خان اعظم کے نام :۔

"یہ قولی جہاد جو اس وقت آپ کو میسر ہے یہ جہاد اکبر ہے اس کو غنیمت جانیں اور ہل من مزید کا نعرہ لگائیں۔" (دفتر اول مکتوب ۶۵)

(۱۰) خان جہاں کے نام :۔

"جب یہ عظیم الشان بادشاہ آپ کی باتوں کو اچھی طرح سنتا اور آپ کی مانتا ہے تو یہ کتنی بڑی دولت ہے کہ صراحتاً یا اشارۃً اس کے کانوں میں آپ یہ کلمہ حق پہنچائیں..... جب اور جتنا بھی آپ کو موقع ملے اہل حق کی باتیں آپ بادشاہ کے سامنے پیش کریں بلکہ ہمیشہ اس جستجو میں رہیں اور مواقع پیدا کریں کہ دین و ملت کی بات چل نکلے تاکہ اسلام کی حقانیت کو ظاہر کیا جا سکے اور کفر و کافری کا بطلان کیا جائے۔" (دفتر دوم مکتوب ۶۷)

(۱۱) شیخ فرید بخاری کے نام :۔

"مسلمانوں پر لازم ہے کہ بادشاہ کو رسومات کفر کی برائی سے آگاہ کریں اور ان کے مٹانے کی کوشش کریں...... جب تک اسلامی احکام کا نفاذ نہیں ہو جاتا اس کوتاہی کی ذمہ داری علمائے (اسلام) اور بادشاہ کے مقربین پر عائد ہوتی ہے کہ کتنی بڑی سعادت ہے کہ اس کوشش میں کسی طبقے کو تکلیف پہنچے۔" (دفتر اول مکتوب ۱۹۳)

(۱۲) خان اعظم کے نام :۔

"آپ پوری کوشش کریں کہ اہل کفر کی وہ موٹی موٹی باتیں جو مسلمانوں میں پھیل چکی ہے۔ انہیں نیست و نابود کر دیا جائے اور اہل اسلام خلاف شرع اقدامات سے محفوظ و مامون ہو جائیں اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری اور سب مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔" (دفتر اول مکتوب ۶۵)

(۱۳) خان جہان کے نام :۔

آپ جس خدمت پر فائز ہیں اگر اس کو شریعت مصطفویؐ پر عمل کرنے کے ساتھ جمع کر لیں تو انبیاء علیہم السلام والا کام کریں گے علیہم الصلوٰت والتسلیمات۔ اور دین کو منور و معمور کردیں گے ہم فقیر اگر سالہا سال جان کھپائیں تو اس عمل میں آپ جیسے شہبازوں کی گود کو نہیں پہنچ سکتے۔

گوئے توفیق وسعادت در میان افگندہ اند
کس بہ میدان در نمی آید سواراں راچہ شد

(دفتر سوم مکتوب ۵۴)

(۱۴) گورنر لالہ بیگ کے نام :۔

یقین ہے کہ مقتدائے اسلام' سادات عظام' علمائے کرام...... خفیہ واعلانیہ دین متین کی ترقی و تقویت اور اس صراط مستقیم کی تکمیل میں مشغول ہوں گے بے سرو سامان اس معاملہ میں کیا دراز نفسی سے کام لے (دفتر اول مکتوب ۱۹۴)

(۱۵) خان جہاں کے نام مکتوب :

اب جبکہ بادشاہ آپ کی بات سنتا اور مانتا ہے تو کتنا اچھا موقع اور کیسی نعمت ہے کہ صراحتاً یا اشارۃً موقع کی مناسبت سے کلمہ حق یعنی حضرات اہل سنت و جماعت کے عقائد کے مطابق

اسلامی تعلیمات اس کے کان میں ڈالی جائیں۔ اور اہل حق کی باتیں وہاں تک پہنچائی جائیں بلکہ ہمہ وقت اس کے متلاشی اور منتظر رہیں کہ مذہبی اور دینی گفتگو کا کوئی موقع آئے تاکہ اسلام کی حقانیت اور کفر اور کافروں کی خرابیاں بیان کی جا سکیں اور ان کو جھوٹ ثابت کیا جا سکے۔ (دفتر دوم مکتوب ۷۶ بحوالہ نور اسلام جلد سوم ص ۶۷)

شیخ فرید کے نام

(۱۶) اہل اسلام کے لئے لازم ہے کہ وہ بادشاہ کے مدد و معاون بنیں اور شریعت کی ترویج اور ملت کی تقویت کا باعث بنیں۔ اور یہ امداد و تقویت چاہے زبانی ہو یا عملی طور پر اولین ترین دولت یہی ہے۔ کہ اسے (بادشاہ کو) شرعی مسائل بتائے جائیں اور منطقی انداز سے کتاب و سنت و اجماع کے مطابق عقائد بتائے جائیں تاکہ گمراہ لوگ فساد کی نیت سے دوبارہ نہ آجائیں۔ اس قسم کی امداد علماء حق کے لئے مخصوص ہے۔ (بحوالہ نور اسلام' مجدد نمبر حصہ سوم صفحہ ۷۴ دفتر اول مکتوب ۴۷)

(۱۷) صدر جہاں کے نام مکتوب

اب جبکہ سلطنت میں انقلاب رونما ہو گیا ہے اور اہل مذاہب کے عناد کی تیزی ختم ہو چکی ہے آئمہ اسلام و وزراء اور علماء کرام کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی پوری توجہ احکام شرعیہ کی ترویج پر لگا دیں اور اولین فرصت میں اسلام کے ان ارکان کو قائم کریں جو عہد ماضی میں منہدم کر دئے گئے تھے۔ (دفتر اول مکتوب ۱۹۵)

ان اقتباسات سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ حضرت امام ربانی " دین اسلام کی ترویج و تشہیر' اسلامی اصولوں کی فوقیت و عظمت اور کفر کی ذلت و خواری کے لئے کتنے بے تاب نظر آتے ہیں۔ (۴۱)

اور اپنے مخاطبین کو کس درد مندی اور دلسوزی کے ساتھ اس " عمل خیر " اور " جہاد اکبر " پر ابھارتے ہیں تاکہ وہ بادشاہ وقت کو گمراہ امراء کے نرغے سے نکالیں اور جادۂ حق اور صراط مستقیم کی طرف لائیں تاکہ اس ذریعے سے اللہ کے آخری دین اسلام کا بول بالا ہو' شریعت آخر کی بالادستی قائم ہو اور سیادت خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کل عالمین پر قائم و دائم ہو جائے۔

اعتراف خدمات

امام ربانیؒ حضرت مجدد الف ثانی کی اکبری ضلالت و گمراہی کے خلاف تحریک کوئی ایسی ڈھکی چھپی بات نہیں جو مورخین کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی ہو یہ ایک اظہر من الشمس کارنامہ ہے اور "درویشانہ عزیمت" ہے حاکم وقت کے خلاف، کلمہ حق کہنا جسے حدیث شریف میں "افضل الجہاد" کہا گیا ہے۔ اس منصب کا تقاضا بھی تھا جس پر شیخ سرہند فائز تھے۔ اور جہاں سے اس تحریک حق آگاہی و حق پرستی کے علاوہ کچھ کیا جانا منصب سے ناانصافی ہو جاتی۔ متعدد مورخین نے حضرت امام الہند کی اکبر و جہانگیر کی کفریہ و فاسقانہ روایات و اعتقادات کے خلاف اقدامات اور دین محمدی کی روشن تعلیمات کے احیاء کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی: جہانگیر کی تخت نشینی کے بعد دین الٰہی اپنی موت آپ مر گیا...... بہر کیف! اس الحاد وارتداد کے خلاف جو زوردار آواز اٹھائی گئی وہ شیخ احمد (سرہندی) کی آواز تھی جن کو حضرت مجدد الف ثانی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

(A Short History of Indo-Pakistan)

ڈاکٹر حفیظ ملک: فی الحقیقت آنے والی نسل کو شیخ احمد نے بے حد متاثر کیا ان کا نعرہ تھا "چلو چلو محمد مصطفےٰ ﷺ کی طرف چلو"...... مذہبی اور سیاسی حیثیتوں سے یہ نعرہ نہایت ہی دوررس نتائج کا حامل ہوا...... ان کی تعلیمات نے معاصر (اکبری و جہانگیری دور کی) فکر مسلم کو لادینی بنانے کی مخالفت کی

(Muslim Nationalism in India and Pakistan)

ڈاکٹر محمد مسعود احمد: ایک بزرگ نے حضرت مجددؒ کی تعلیمات کو افیون سے تعبیر کیا ہے اور یہ خیال نہیں فرمایا کہ جو کام وہ تیس چالیس برس میں نہ کر سکے حضرت مجدد نے وہ کام چند برسوں میں کر دیا اور آنے والی صدیوں کو اتنا متاثر کیا کہ ہر مصلح کسی نہ کسی انداز میں متاثر نظر آتا ہے (مجدد ہزارہ دوم صفحہ ۳۹)

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی: شیخ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی آگے آئے آپ کی مسلسل کوششوں سے تحریک احیائے دین کا آغاز ہوا چنانچہ اس انقلاب و تبدیلی کے نتیجے میں سیاسی سطح پر جو کوششیں کی گئیں وہ اکبر، جہانگیر، شاہ جہان اور اورنگ زیب عالمگیر کے درباروں کی بدلتی فضا میں

مطالعہ کی جاسکتی ہیں (مقدمہ ہسٹری آف دی فریڈم موومنٹ جلد اوّل)

ڈاکٹر زبید احمد : شیخ احمد سرہندی کو بجا طور پر مجدد الف ثانی کہا جاتا ہے کیونکہ آپ نے دوسرے ہزارے کے مسلمانوں میں ایک نئی روح پھونکی اور نہایت کامیابی کے ساتھ اکبر اعظم کی ملحدانہ سرگرمیوں کا مقابلہ کیا (دی کنٹری بیوشن آف انڈیا ٹو عریبک لٹریچر)

پروفیسر عزیز احمد : اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی نگارشات اور آپ کے اثرات نے ہندوستان میں اسلام کے انتشار اور الحاد کو روکا آپ نے مذہب کی حرکیت اور تصوف کی باطنی قوت کو دوبارہ مجتمع کیا...... اسلامی ہند میں مذہبی متصوفانہ فکرِ اسلامی کے سلسلے میں آپ کی خدمات نہایت ہی نمایاں اور ممتاز ہیں (اسٹیڈیز ان اسلامک کلچر)

ڈاکٹر شیخ محمد اکرام : بلاشبہ یہ کہنا زیادہ غلط نہ ہوگا کہ دورِ اکبری سے لے کر دورِ عالمگیری تک حکومت کی مذہبی پالیسیوں میں جو نشیب و فراز آتے رہے وہ بڑی حد تک حضرت مجدد اور آپ کی تعلیمات ہی کی وجہ سے آئے (مسلم سویلائزیشن ان انڈیا اینڈ پاکستان)

ڈاکٹر ظہور الحسن شارب : اکبر کے دینی عقائد سے آپ کو بنیادی اختلاف تھا جہانگیر کو (مخلوق میں) آپ کا بڑھتا ہوا اقتدار اور اثر پسند نہ آتا تھا (تذکرہ اولیائے پاک و ہند)

ڈاکٹر علامہ اقبالؒ : اقبال اپنی نظم "پنجاب کے پیرزادوں سے" میں کہتے ہیں۔

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان!
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار! (بال جبرئیل)

مولانا ابوالکلام آزاد : شہنشاہ اکبر کے عہد کے اختتام اور عہد جہانگیری کے اوائل میں کیا ہندوستان علماء و مشائخ حق سے بالکل خالی ہو گیا تھا؟ کیسے کیسے اکابر موجود تھے لیکن مفاسد وقت اور اصلاح و تجدید کا معاملہ کسی سے بھی بن نہ آیا صرف حضرت مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی کا وجودِ گرامی ہی "تن تنہا" اس کاروبار کا کفیل ہوا (تذکرہ ص ۲۳۸)

سید عروج احمد قادری : امام ربانی قدس سرہٗ کا مجاہدانہ کارنامہ اقامت سنت اور ردِ بدعت کے ساتھ ان کا بے انتہا شغف اسلام کے ساتھ اُن کی پرجوش محبت اِن کی حق پرستی و حق دوستی اور ان کا تقویٰ و طہارت اپنی جگہ آفتاب کی طرح روشن اور ثابت ہے (تذکرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان :ایسے حالات میں حضرت مجدد الف ثانی نے خان خاناں' صدر جہاں' خان اعظم ' مہابت خان ' تربیت خان ' اسلام خان ' دریا خان ' سکندر خان ' مرتضی خان جیسے امراء کو اپنے حلقہ ارادت میں داخل کر کے بادشاہ کی توجہ دین کی طرف مبذول کرانے کی کوشش کی جہانگیر نہ صرف خود معتقد ہوا بلکہ اپنے بیٹے خرم کو حضرت سے بیعت کرایا۔ سجدہ تعظیمی موقوف ہوا' گائے کا ذبیحہ پھر شروع ہوا جو مسجدیں منہدم ہو گئی تھیں دوبارہ تعمیر (آباد) ہوئیں اور جس قدر خلاف شرع قوانین رائج تھے سب منسوخ ہوئے۔ (شیخ سرہند صفحہ ۱۰۰)

سید انور علی ایڈووکیٹ : اکبری دور کی بے راہروی اور بے دینی کے خلاف جدوجہد میں مجدد الف ثانی نے اپنی علمی اور عملی دونوں قوتوں کو بروئے کار لا کر احیاء دین کا ایسا کارنامہ انجام دیا جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا...... رفتہ رفتہ مجدد کی تعلیمات کا اثر مسلمانوں میں احیاء دین کی صورت میں نمودار ہوا اور اکبر کا دین الٰہی خود اپنی موت آپ مر گیا۔ (شیخ سرہند صفحہ ۱۳۶ ۱۳۷)

جمیل اطہر سرہندی : اس وقت ہندوستان میں دین اسلام کو بے شمار مسائل اور مشکلات کا سامنا تھا۔ اسلام کی تعلیمات پر ہندو دھرم کے اثرات ہویدا ہونے لگے تھے۔ اور اسلام کے اصل چہرے کو ہندومت کی دھند نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ اور یہ محسوس کیا جانے لگا تھا کہ اہل اسلام کو اسلام کی اصل تصویر سے ناآشنا کر دیا جائے گا۔ اکبر کا دین الٰہی بھی اپنا کام دکھانے لگا تھا۔ حضرت شیخ احمد سرہندی نے ان تمام فتنوں کے خلاف مسلمانوں کو شعور اور آگہی عطا کی۔ (شیخ سرہند صفحہ ۲۲)

پروفیسر انیس احمد شیخ : امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی نے جس پامردی اور اولوالعزمی کے ساتھ فتنہ اکبری اور دین الٰہی اور فتنہ جہانگیری کا مقابلہ کیا تاریخ کے اوراق اس پر شاہد ہیں۔ (شیخ سرہند صفحہ ۱۵۸،۱۵۹)

ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی :موصوف مضمون کے اشعار آپ نے منقبت شیخ سرہند میں حوالہ کے طور پر پیش کیے ہیں۔ جو حضرت مجدد کی خدمات "رد فتنہ اکبری" اور "دفع فساد جہانگیری" پر دال ہیں۔ ان میں سے دو شعر اس طرح ہیں۔

بجھا کے دین الٰہی کی ظلمتوں کا چراغ — فریب کفر پہ ہیں۔ شیخ سرہندی

سیاہ خانہ اکبر کا سحر توڑ دیا — وہ آفتاب درخشاں ہیں شیخ سرہندی

پروفیسر محمد اسلم : اکبر کے آخری ایام زندگی میں اس کے حواریوں میں سے ....ایک ایک کر کے راہی ملک بقا ہوئے ان کے مرنے سے شاہی دربار میں

جو خلا پیدا ہوا اسے پر کرنے کے لئے راسخ العقیدہ امراء آگے بڑھے ان میں ...... پیش پیش تھے۔ ان امراء نے دربار میں اپنی ایک جماعت قائم کر لی جسے حضرت مجدد الف ثانی "جرگہء مردان دولت اسلام" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ان امراء کی کوشش اور ہمت سے اسلام کو کافی حد تک تقویت پہنچی...... شاہی دربار سے باہر حضرت خواجہ باقی باللہ اور حضرت مجدد الف ثانی تحریک احیاء دین کے روح رواں تھے۔ یہ دونوں بزرگ ان امراء کو بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنے اور ترویج شریعت کے لئے کوشش کرنے کی ترغیب دلاتے رہتے تھے...... جہانگیر کی تخت نشینی سے گو اسلام کو سنبھالا مل گیا لیکن اکبر کا لگایا ہوا زخم اتنا کاری تھا کہ وہ اتنی جلدی مندمل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کام کے لئے کسی مرد حق کی ضرورت تھی۔

آخر آمد آن یارے کہ ما می خواستیم

اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ کام حضرت مجدد الف ثانی سے لیا۔ اور ان کی اصلاحی تحریک سے اسلام کو ہندوستان میں صحیح مقام مل گیا۔ (دین الٰہی اور اس کا پس منظر ص ۲۴۰۔۲۴۲)

ڈاکٹر اقبال سرہندی : نے اپنے اشعار میں خدمات شیخ سرہند بر دفع "فتنہ اکبر و جہانگیر" در ہند کا حوالہ اس طرح دیا ہے۔

آ پڑے تھے منہ کے بل سب اکبری لات و منات — جب سنائی اپنی لے میں حمد باری آپ نے
کر کے خم سیدھا جہانگیری کلاہ کا فقر سے — دور کی اہل دول کی شرم ساری آپ نے

سید محمد فاروق القادری : احیاء سنت کے سلسلے میں آپ (مجدد الف ثانی) نے بے مثال کارنامے انجام دیے۔ اکبر کے دین الٰہی اور جہانگیر کے غیر اسلامی رسوم کے خلاف یہ مرد خدا علی الاعلان ڈٹ گیا۔ (انفاس العارفین اردو ترجمہ فٹ نوٹ ص ۴۵)

غلام صابر قدیری سندیلوی : اپنے منظوم کلام میں خدمات شیخ رضی اللہ عنہ پر یوں خامہ فرسائی فرماتے ہیں

فتنہ دین الٰہی ہوا پامال و تباہ — دشمن دین محمد ہوا خوار سرہند
شاہ سرہند نے فرمایا قصور اس کا معاف — اور جہانگیر ہوا آکے نثار سرہند

شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا (مضمون مجدد الف ثانیؒ) اکبر کے عہد میں مسلمانوں میں ایک فرقہ پیدا ہو گیا تھا جس کا نظریہ تھا کہ اسلام کی تعلیم صرف ایک ہزار سال تک کے لیئے تھی لہٰذا ہزار سال پورے ہو چکے ہیں اب اس (اسلام) کی ضرورت نہیں ہے شیخ احمد سرہندی نے اس عقیدے کا بطلان کیا۔ ہزاروں مسلمانوں کو گمراہی سے نکال کر صراط مستقیم پر لا کھڑا کیا۔ اسلام کی تعلیم کو از سر نو زندہ کیا...... اس لیے آپ کو مجدد الف ثانی کے نام سے پکارا گیا یعنی ہزار سال کا مجدد (پرانے کو نیا کرنے والا) آپ اس لقب سے مشہور ہیں۔

(یہی عبارت فیروز سنز انسائیکلوپیڈیا عنوان مجدد الف ثانی میں بھی نقل ہوئی ہے)

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں حضرت مجدد الف ثانی کے اکبری فتنہ کے ضمن میں تحریکی کردار کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

> "اکبر کے عہد کی بے اعتدالیوں نے سلطنت مغلیہ کی اسلامی حیثیت کو جس طرح مسخ کر رکھا تھا اور ملک بھر میں کچھ تو عجمی تصوف اور کچھ بھگتی تحریک کے زیر اثر جو ملحدانہ خیالات اور تحریکات پھیل رہی تھیں ان کے ازالہ میں حضرت مجدد کی مساعی فیصلہ کن ثابت ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ جن حضرات کو اس امر میں شبہ ہے کہ حضرت مجدد کی دعوت کا ایک رخ سیاسی تھا وہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام اور ہندو مذہب کی آمیزش کا وہ عمل جو سیاست ' معاشرت اور تہذیب و تمدن میں جاری تھا حضرت مجدد ہی کی کوششوں سے رکا۔ (جلد دوم ص ۱۲۸)

پروفیسر شیخ محمد رفیق حضرت مجدد کے زمانے میں اکبر نے "توحید الٰہی" کے نام سے اسلام ' ہندومت ' جین مت اور مجوسیت کا ایک ملغوبہ تیار کیا آپ (حضرت مجدد الف ثانی) نے ابو الفضل اور فیضی کے ساتھ طویل نشستیں کر کے انہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کی لیکن وہ قبول ہدایت کے لئے تیار نہ ہوئے اور بر صغیر میں بے دینی کا زہر سرکاری سرپرستی میں پھیلنے لگا آپ (حضرت مجدد الف ثانی) نے اس کا سدباب کرنے کے لیئے مندرجہ ذیل ذرائع اختیار کئے۔

☆ اپنے حلقہ بیعت کو وسیع کیا' لوگوں کے عقائد درست کرائے۔ ذکر الٰہی سے ان کے قلب زندہ کئے اور آپ نے تبلیغ اسلام کے لیے باقاعدہ منظم کام کیا اور ہندوستان سے باہر بھی تبلیغی وفود بھیجے۔ یہ گویا کارکن سازی کا مرحلہ تھا۔

☆آپ نے علماء اور سنجیدہ لوگوں کے نام خطوط لکھے اور ان کی ذہنی الجھنوں کو دور کر کے اسلام کا صحیح شعور دیا آپ نے انہیں بے دینی کا مقابلہ کرنے پر اکسایا اور علمائے حق کے اتحاد پر زور دیا۔

☆آپ نے دربار شاہی میں اثر و رسوخ حاصل کرنے کے لئے امرا کے نام مکتوب لکھے اور انہیں اسلام کے احیاء پر آمادہ کیا آپ نے اس حقیقت کو پالیا تھا کہ مغل شہنشاہیت کی پالیسی صرف امرا سے متاثر ہوتی ہے چنانچہ آپ کے حلقہ اثر میں عبدالرحیم خان خاناں' صدر جہان' خان جہان لودھی' اسلام خان' مرتضیٰ خان (شیخ فرید)' سکندر خان' دریا خان' مہابت خان' قلیچ خان اور خان اعظم مرزا عزیز کو کلتاش شامل تھے۔

☆آپ نے جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے کا حق ادا کر دیا آپ نے اکبر کے ایک امیر کو لکھا "بادشاہ اللہ اور اس کے رسول کا باغی ہو گیا ہے۔ جاؤ میری طرف سے اسے کہہ دو کہ اسکی بادشاہی کی طاقت' اس کی فوج سب کچھ ایک دن مٹ جانے والی ہے وہ توبہ کرے اور خدا اور رسول کا تابعدار رہے ورنہ اللہ کے غضب کا انتظار کرے"۔

☆اکبر کے عہد حکومت کے آخری ایام میں آپ نے اپنے زیر اثر امرا کے ذریعے اکثر صوبوں میں اسلامی قانون بحال کروایا اور دین پر ظالمانہ پابندیوں کا خاتمہ کروایا۔

☆جب اکبر کی موت کا وقت آیا تو خانخاناں اور شیخ فرید کے ذریعے خسرو کی بجائے جہانگیر کو جانشین نامزد کروایا اور اس سے اسلامی قانون کی بحالی کا عہد لیا۔ خسرو اپنے دادا اکبر کے مذہبی خیالات کا حامی تھا اور جہانگیر کم از کم عقائد کے اعتبار سے مسلمان تھا۔ جہانگیر کے ابتدائی احکام میں اسلام کا نفاذ کا وعدہ اور دین الٰہی کی بساط لپیٹ دینا اسی وجہ سے ممکن ہوا...... دین الٰہی کی گمراہیوں کے خلاف آپ نے کامیابی سے جہاد کیا۔ اکبر جیسے مذہب سے بیزار بادشاہ کا بیٹا جہانگیر اسلامی احکام کے احیاء کے لئے آپ ہی کے فیض سے کوشاں ہوا (تاریخ پاکستان مطبوعہ سٹینڈرڈ بک ہاؤس لاہور ۳۶-۳۵ برائے طلباء سال اول)

M.D.Zafar

The person who first raised his voice against Akbar"s"Din-i-Elahi was shikh Ahmad of Sirhind Commonly knwon as Mujaddid -Alf -sani (the reformer of second millennium).He belong to the Naqshbandi School of

soofism......He emphatically denounced Akbars new cseed and created a great movement against it.(Pakistan Studies -Aziz Publishers Page 76-77)

(note)The same remarkes have been penned by K.Ali in him book "A new History of Indo-Pak Since 1526 page 170)

راجا رشید محمود: حضرت مجدد کے دور میں مسلمانوں کا تشخص ختم کرنے کی سازش بہت بڑے پیمانے پر ہو رہی تھی۔ وحدت ادیان کا غلغلہ تھا مسلمان مایوس اور بددل تھے اور ان کی مایوسی یہاں تک بڑھ گئی تھی کہ کسی مجدد دین کی تحریک اور رہنمائی کے بغیر وہ اس قعر مذلت سے نکلتے دکھائی نہیں دیتے تھے ایسے میں حضرت شیخ احمد سرہندی نے مجددانہ اور مجتہدانہ انداز میں قوم کی رہنمائی کی (نور اسلام اولیائے نقشبند نمبر دوم ص ۷)

جہاں سے بھمہ دین الٰہی کا مٹا ڈالا
اثر تھا یہ بہ شدومد مجدد الف ثانی کا

رحیم اور رام کہنے کی ہوئی سازش
تو تھا کردار راہ میں سد ======

ہوئی تھیں عام جس دم وحدت ادیان کی باتیں
اثر انگیز تھا بس رد =====

بشیر حسین ناظم

رخ توحید کے زیور مجدد الف ثانی ہیں
نوید و ظل و پیمبر مجدد الف ثانی ہیں

اکھیڑا بیخ و بن سے اکبری فتنہ زمانے سے
مٹائے جس نے کفر و شرک مجدد الف ثانی ہیں

محمد دین کلیم: ولادت امام ربانی شیخ احمد سرہندی سے قبل دین الٰہی کا فتنہ جڑ پکڑ رہا تھا...... تو ان حالات میں دین اسلام کی ترویج و اشاعت اور احیاء کے لیے آپ ؒ نے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ جابر بادشاہ سے ٹکر لے کر اس فتنہ کا خاتمہ کیا۔ (نور اسلام مجدد نمبر اول ص ۵۹)

سید انور علی ایڈووکیٹ (ب): اس قسم کی ذہنیت کہ بحیثیت علیحدہ قوم مسلمانوں کی انفرادیت کو ختم کر دیا جائے سب سے پہلے مغل بادشاہ اکبر کے عہد میں کام کر رہی تھی۔ دین الٰہی کی صورت میں یہ تصور توحید در حقیقت اسلام کو ہندومت میں ضم کرنے کی ایک خواہش تھی۔ اس وقت مسلمانوں کے ایک عظیم روحانی پیشوا مجدد الف ثانی سامنے آئے اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے اکبر کے دین الٰہی کی سختی سے مخالفت کی (Real Achievement of Human life page 233)

ڈاکٹر شفیق علی خان :(اردو ترجمہ)بالآخر حضرت مجدد اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے۔ جہانگیر نے اپنے باپ کے تمام غیر اسلامی احکامات منسوخ کر دیئے اور اس طرح دین الٰہی اپنے اختتام کو پہنچا۔(Two Nation Theory page-96)

سردار علی قادری :اگر اس وقت اکبر کا نظریہ قومیت رائج ہو جاتا تو مغلیہ سلطنت کی بجائے ہندو راج قائم ہو جاتا کیونکہ بہر حال ہندو کی اکثریت تھی جب انہیں مسلمانوں کے ساتھ بحیثیت قوم ایک وحدت میں شامل کر لیا جاتا تو اس سے یقیناً ہندو اثر و نفوذ میں اضافہ ہوتا اور ہوا۔ اس لحاظ سے حضرت مجدد الف ثانی کا اس نظریہ (دین الٰہی) کے خلاف کھڑے ہو جانا ایک عظیم کارنامہ ہے(نور اسلام مجدد نمبر سوم ص ۴۹)

ڈاکٹر ایس ایم اکرام نے اپنی کتاب "رود کوثر" میں حضرت مجدد کی فتنہ اکبری کے استیصال کے سلسلے میں اصلاحی خدمات و تحریک پر شک وشبہ ظاہر کیا ہے۔ جس کا جواب پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے اپنی تحقیقی تصنیف "حضرت مجدد الف ثانی' ایک تحقیقی جائزہ" میں دیا ہے۔ شیخ صاحب کی اسی کتاب سے ایک اقتباس بر اعتراف خدمات حضرت شیخ مجدد پیش خدمت ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ

"شرع کی ترویج ' طریقہ نقشبندیہ کی اشاعت ' شریعت اور طریقت کی تطبیق اور بدعت کی مخالفت کے علاوہ شیخ مجدد نے جو اہم کام کیا وہ اسلام کا عام احیاء تھا۔ اس زمانے میں جب ایک طرف اکبر کے "صلح کل" طریقہ نے اسلام کو اس کی حمایت و دین پناہی سے محروم کر دیا تھا جو اسلامی حکومت کی ابتدا سے اسے حاصل تھی۔ اور دوسری طرف ہندو احیائیت نے مسلمانوں کے لئے طرح طرح کی مشکلات پیدا کر دیں تھیں آپ نے شعائر اسلام کے احترام پر زور دیا۔ امراء و اراکین سلطنت کو اس کی تلقین کی۔ خود اپنی زندگی میں اسلامی نقطہ نظر کے احترام کی بڑی جرأتمندانہ مثال قائم کی۔ آپ نے جہانگیر کے سامنے سجدہ نہ کر کے قید و بند کی سختیاں جھیلیں اور اپنی جرأت اور احترام دین سے خلاف شرع احکام کی عملی مخالفت کی۔ آپ کی اس نیک مثال نے ان لوگوں کو جرأت دلائی جو دبے بیٹھے تھے۔ ولیر ہو گئے۔ حکمران طبقے میں جو اسلام پسند گروہ تھا اسے

تقویت ملی۔ اور جو غیر اسلامی آداب و رسوم دربار شاہی میں عجمی ملوکیت کی تقلید میں یا ہندو اثرات کی وجہ سے رائج ہو گئی تھیں ان کے ازالہ کا سامان ہوا اور شعائر اسلامی کا پھر سے خیال کیا جانے لگا۔ (ص ۲۸۷۔۲۸۸)

پروفیسر ایم شمس الدین: چنانچہ تین سال کے اندر اندر بادشاہ نے نئے مذہب کا اعلان کر کے اپنے آپ کو مجتہد ہونے کا ثبوت دیا اور فتوے کی شرائط کو بھی نظر انداز کر کے اسلام کی حدود پھاند گیا۔ سرکاری مذہب پنپ نہ سکا اور اکبر کے مرتے ہی شہنشاہ جہانگیر اور حضرت مجدد الف ثانی کی کوششوں سے ظلمت کے پردے دور ہوئے اور مذہب اسلام ہندوانہ اثرات سے بالکل پاک ہو گیا یعنی مذہب اسلام کی اصلی اور پاکیزہ شکل قائم رہی (تاریخ پاک و ہند ص ۱۱۱۔۱۱۰)

عبد المجید سالک: "اکبر کا عہد ہندوستان میں اسلام کی مظلومی کا عہد تھا اس بادشاہ کی الحاد پرستی اور اس کے دین الٰہی نے دربار کو محمد ﷺ کے دین مقدس سے بالکل بیگانہ رکھا تھا ملک میں شرک و بدعت رفض اباحت اور عیش و عشرت کا دور دورہ تھا۔ علمائے حق خوف و رسوائی سے زاویہ نشین ہو گئے تھے۔ اور شریعت اسلامی انتہائی کس مپرسی کے عالم میں تھی عین اس زمانے میں شریعت و طریقت کا ایک آفتاب طلوع ہوا۔ ابو البرکات حضرت شیخ احمد امام ربانی مجدد الف ثانیؒ (مسلم ثقافت ہندوستان میں ص ۲۶۰۔۶۱)

صفدر حیات صفدر: حضرت مجدد الف ثانی ...... اکبر کی جن باتوں کا ذکر کرتے ہیں اور جس طرح تجدید کی طرف مائل ہوئے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکبر اسلام کی عمارت میں سوراخ کرنے کی کوشش کرنے لگا تھا اسکی موت سے یہ کوششیں ناکام ہوئیں تو حضرت مجدد الف ثانی اور ...... بزرگوں نے دین اسلام کی خاطر اور تجدید مراسم دین طیب کی خاطر پھر سے کام شروع کیا ...... حضرت مجدد الف ثانی جیسے حق گو کے خسر شیخ سلطان تھانیسری کو عتاب اکبری کے نتیجہ میں سپرد دار و رسن کر دیا گیا تھا مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان بزرگوں کی قربانیاں رنگ لائیں (عہد مغلیہ ص ۲۴۶)

اکبر شاہ خان نجیب آبادی: ''حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی' خواجہ باقی اللہ' حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی بھی کتاب سنت کی حمایت اور اس (اکبر کا پیدا کردہ) طوفان الحاد و بے دینی کے خلاف مصروف عمل ہو چکے تھے مگر ان بزرگوں کا مقابلہ ایسے شیطانی لشکر سے تھا جو بادشاہ وقت کی تائید و حمایت اپنے ساتھ رکھتا تھا...... حضرت شیخ احمد صاحب' مجدد الف ثانی نے گیارہویں صدی ہجری کے ابتدائی زمانہ میں سب سے زیادہ کتاب سنت کی اشاعت کا کام انجام دیا تھا'' (قول حق ۱۲۰۔۱۲۲)

پروفیسر محمد رضا خان: اصل مذہب کی جگہ طفلانہ توہم پرستی یا بے کیف بے پروائی نے لے لی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مذہبی بندشیں ڈھیلی پڑ جانے کے باعث ملک میں عیاشی بد اخلاقی اور لادینیت عام ہو گئی' اگر حضرت مجدد الف ثانی اور اورنگ زیب بعد میں نہ آتے تو مذہب اسلام محض طفلانہ اوہام کا مجموعہ بن کر رہ جاتا اکبر کے وقت میں بھی پکے مسلمانوں نے اکبر کی مخالفت کر کے اپنی مذہبی شیفتگی کا ثبوت دیا۔ (تاریخ مسلمانان عالم ص ۶۹۷)

انسائیکلو پیڈیا شاہکار: اکبر کے عہد کی پیدا کردہ خرابیوں کا آپ (حضرت امام ربانی) کے دل پر بڑا اثر تھا اور جب یہ دیکھتے تھے کہ مسلمان ایک مسلمان بادشاہ (مضمون نگار کا خیال) کے عہد حکومت میں احکام اسلامی جاری کرنے سے عاجز ہیں تو واویلا وامصیبتا' واحسرتا اور واحزنا پکار اٹھتے تھے۔ (ص ۱۳۱۹)

انسائیکلو پیڈیا پاکستانیکا: اکبر نے ایک نئے مذہب دین الٰہی کی بنیاد ڈالی تھی یہ مختلف مذاہب کے مختلف النوع عقائد کا مجموعہ تھا اس میں تناسخ قشقہ لگانا سورج کی پوجا کرنا' گائے کی حرمت' بادشاہ کو سجدہ تعظیمی' تثلیث پر عقیدہ آتش پرستی اور ناقوس نوازی سبھی کچھ شامل تھے۔ اکبر کے ملحدانہ اقدام نے برعظیم پاک و ہند میں اسلام کو سخت نقصان پہنچایا شعائر اسلامی کی نہ صرف خلاف ورزی کی جاتی تھی بلکہ تضحیک کی جاتی تھی۔ اور دین الٰہی کی ہر قسم کی مخالفت کو سختی سے کچل دیا جاتا تھا۔ ایسے ماحول میں ایک مصلح اور مجدد کی ضرورت تھی۔ وہ حضرت مجدد الف کی صورت میں جلوہ گر ہوا آپ نے اکبری دور کے کفر والحاد کا بڑی پامردی سے مقابلہ کیا اور ہر قسم کی قید بند کی صعوبتیں برداشت کیں (ص ۸۱۲)

مولانا محمد اسلم شیخوپوری : کہا گیا کہ حضور کے دین کی عمر ایک ہزار سال تھی اب نئے دین کی ضرورت ہے اس دین کا نام توحید الٰہی رکھا گیا یہ سب کچھ دیکھ کر واقعی یوں محسوس ہوتا تھا کہ اب کم از کم ہندوستان میں دین اسلام باقی نہیں رہ سکے گا لیکن اس پر آشوب دور میں جانتے ہو وہ کون درویش تھا جس نے اسلام کی تجدید کا فریضہ انجام دیا......وہ شیخ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی تھے جنہوں نے فتنہ اکبری کا بڑی جرأت سے مقابلہ کیا۔(ندائے منبر و محراب جلد اول ص ۱۳۳۔۱۳۴)

مولانا محمد سعید احمد مجددی : امام ربانی نے اکبر کے دور حکومت میں اس وقت کلمہ حق بلند کیا جب (اکبری) حکومت کے خلاف کسی کو ایک لفظ بھی بولنے کی اجازت نہ تھی جو بولتا یا تو قتل کر دیا جاتا یا گلے میں پتھر باندھ کر سمندر میں پھینک دیا جاتا۔ اکبر جیسے مطلق العنان بادشاہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جرأت ایمانی اور غیرت اسلامی کا پیکر جلیل بن کر اگر کسی نے اس کو للکارا تو وہ......امت کا مجدد الف ثانی (تھا)(البیان ص ۱۰۱۔۱۰۲)

پروفیسر محمد عارف اظہر : مغلیہ دور کے مشہور فرمانروا اکبر نے نیا دین ایجاد کر کے اس کی باقاعدہ تبلیغ شروع کر دی تھی اور اسلام سے آنکھیں پھیر کر شریعت اسلامیہ کو نقصان پہنچانے کے درپے ہو گیا تھا...... حضرت مجدد الف ثانی نے بڑی غائر نظر سے حالات گردوپیش کا جائزہ لے کر اصلاح احوال کا کام شروع کیا اور ملک کی مذہبی و معاشرتی حالت کو شریعت اسلامیہ کے سانچے میں ڈھالنے کے لیئے کوشاں ہوئے (نور اسلام مجدد نمبر حصہ دوم ص ۱۰۴)

قاضی ظہور احمد اختر : مجدد الف ثانی نے عہد اکبری میں دین الٰہی کا مطالعہ کیا اور ان وجوہ کو معلوم کرنے میں وقت گزارا جن سے اسلام کو یہ دن دیکھنا پڑا۔ مجدد الف ثانی نے ایسے لوگوں پر اثر انداز ہونے کی پوری کوشش کی جو اکبر بادشاہ کے مقربین میں شامل تھے۔(نور اسلام مجدد نمبر دوم ص ۱۵۲)

شاہ حسین گردیزی : ان مایوس کن حالات میں علماء دین کی ایک جماعت بھی تھی جو اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر سر بکفن میدان میں نکلی جونپور کے قاضی ملا محمد یزدی نے فتویٰ دیا کہ اکبر مرتد ہو چکا

ہے (☆) اس لیئے اس کے خلاف جہاد بالسیف فرض ہو گیا ہے قاضی بنگال میر محمد یعقوب نے بھی اس فتوے کی تائید کی پنجاب کے اکثر علماء نے بھی اس فتویٰ ارتداد پر دستخط کیئے نتیجۃً بنگال پنجاب اور پورب کے اضلاع میں مسلمان اکبر سے جہاد کے لیئے اٹھ کھڑے ہوئے باغی امراء اور علماء حق کی گرفتاریاں شروع ہو گئیں قاضی بنگال میر محمد یعقوب اور قاضی جونپور ملا محمد یزدی گرفتار ہوئے اکبر نے دست و پابند ہوا کر جمنا برد کروا دیا قاضی برنی کو ذبح کیا گیا لاہور کے اکثر علماء قتل ہوئے حضرت مجدد الف ثانی کے سسر شیخ سلطان تھانیسری تختہ دار پر لٹکائے گئے قاضی صدر الدین لاہوری ملا عبدالشکور، ملا محمد معصوم اور شیخ منور کو جلاوطن کر دیا گیا اور کچھ علماء کو جلاوطن کر کے قندھار بھجوا دیا اور گورنر قندھار کو لکھا کہ ان علماء کے تبادلے میں اچھی نسل کے گھوڑے دار لحکومت میں پہنچا دو ایسے پر فتن اور پر آشوب دور میں حضرت مجدد الف ثانی نے کفرستان ہند میں پھر سے اسلام کا علم بلند کیا۔ (نور اسلام مجدد نمبر ص ۲۱۱۔۲۱۰)

<u>پرفیسر سید خورشید حسین بخاری</u> : حضرت مجدد الف ثانی نے دین الٰہی اور بادشاہ اکبر کے ہندو احیائیت کی طرف میلان طبع کے خلاف زبردست صدائے احتجاج بلند کی جس سے ایوان حکومت لرز اٹھے اور ان تمام طاغوتی طاقتوں کے تارو پود بکھر گئے جنہوں نے اکبر اور جہانگیر کے ارد گرد تانا بانا بُن کر انہیں اپنی آغوش میں لے رکھا تھا۔ (نور اسلام مجدد نمبر دوم ص ۲۵۳)

یہ اقتباسات اس حقیقت کو ثابت کرنے کے لیئے کافی ہیں کہ اہل قلم اور تاریخ دانوں کے نزدیک حضرت مجدد کی تحریک اکبری فسادات اور ملحدات اور منکرات کے خلاف تھی۔ جن کا

(☆) نہ صرف علماء اسلام بلکہ خود حضرت مجدد الف ثانی نے بھی ایسا ہی فتویٰ دیا تھا چنانچہ ایک واقعہ منقول ہوا ہے کہ عید کے چاند میں اختلاف ہو رہا تھا شرعی ثبوت سے پہلے ہی اکبر نے عید کا اعلان کر کے لوگوں کے روزے تڑوا دیئے۔ اس دوران حضرت مجدد ابوالفضل سے ملنے آئے پوچھنے پر ابوالفضل کو معلوم ہوا کہ حضرت تو روزے سے ہیں اس نے وجہ دریافت کی آپ نے فرمایا چاند کے متعلق اب تک شرعی شہادت فراہم نہیں ہوئی۔ ابوالفضل نے کہا بادشاہ نے حکم دے دیا ہے اب کیا عذر ہے آپ نے بے ساختہ کہا "بادشاہ بے دین است اعتبار ندارد" (حوالہ الفرقان مجدد نمبر ص ۸۷)

مجموعہ دین اکبری (دین الٰہی) کی صورت میں سرکاری طور پر ملک میں لاگو کر دیا گیا تھا اور جس کے منشور و اصول میں اکبر خود روحانی اتھارٹی تھا جسے وہ خود مجتہد اعقل اعلم کہتا ہے مگر محققین کے نزدیک اس کا اختیار نبی کے برابر رکھا گیا تھا جسے دوسرے مقامات پر دوسرے دلائل سے ثابت کیا گیا ہے لہٰذا اگر حضرت مجدد الف بروقت اس فتنہ انکار ختم نبوت کا نوٹس نہ لیتے تو آج جھوٹے نبیوں میں اکبر کا نام نمایاں ہوتا۔

دین الٰہی ہندو اور عیسائی مورخین کے نزدیک کوئی نیا دین نہ تھا بلکہ وہ اسے مختلف ادیان کے چیدہ چیدہ عقائد کا مجموعہ کہتے ہیں بلکہ اسلام کا ایک فرقہ قرار دیتے ہیں (دیکھئے ضمیمہ "ج") مگر اسلامی ذہن رکھنے والے محققین ان کی یہ رائے ماننے کو تیار نہیں۔ ان کے نزدیک "دین الٰہی ایک نیا دین، اکبر ایک نیا نبی اور مجددی تحریک اس فتنہ کے استیصال کی خاطر اٹھی تھی۔ ان محققین میں عبدالقادر بدایونی عہد اکبری کا مورخ ہے اور مجدد الف ثانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور دوسرے اکابرین کے خیالات کتاب ہذا میں ہمارے دعویٰ کے ثبوت میں کافی ہیں۔ کہ مجدد الف ثانی ہی دین الٰہی کو مٹانے اٹھے تھے۔

پانچواں باب

﴿عقیدہ ختم نبوت کے موید و معلن﴾

عقیدہ ختم نبوت اور مجدد الف ثانی

اقتباسات متعلقہ ختم نبوت، ختم رسالت (عقیدہ ختم نبوت)

مجدد و مجدد الف ثانیؒ

عقیدہ ختم نبوتؐ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ

حضرت امام ربانیؒ عقیدہ ختم نبوت کے پرجوش داعی تھے۔ بلکہ اس عقیدہ کی مضبوطی کیلئے آپ نے احیاء سنت ' رد بدعت ' اطاعت و متابعت رسول ﷺ اور اتباع شریعت کے سے امور کی بجا آوری پر بہت زور دیا ہے۔ کیونکہ ان امور کی پیروی ہی دراصل مسلمانوں کو عقیدہ ختم نبوت پر مستحکم کر سکتی ہے۔ ذیل میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کی انہی تعلیمات کا عکس پیش کیا جا رہا ہے۔ جس کے دو مقاصد ہیں :

اول : مخالفین و معاندین کے ان الزامات کا رد جو وہ آپؒ کو عقیدہ ختم نبوت کا منکر ثابت کرنے کے لئے کرتے ہیں۔

دوم : حضرت امام ربانیؒ کے ہندوستان میں اس عظیم کارنامے کا احاطہ کرنے کی کوشش جس کا ذکر علامہ اقبالؒ نے بھی کیا ہے۔

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان　　　اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

وہ خبرداری اکبری نبوت کے فتنہ کو روکنے کے لئے ہی کی گئی تھی۔

(۱) "تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والتسلیمات کے خاتم حضرت محمد ﷺ ہیں۔ اور آپ کا دین گزشتہ دینوں کا ناسخ ہے۔ اور آپ کی کتاب تمام کتابوں سے بہتر ہے۔ آپ ﷺ کی شریعت منسوخ نہ ہوگی بلکہ قیامت تک باقی رہے گی۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوۃ والسلام نزول فرما کر آپ ﷺ کی شریعت پر عمل کریں گے اور آپ ﷺ کے امتی ہو کر رہیں گے"۔ (مکتوب ۶۷ دفتر دوم)

(۲) "حمد و صلوۃ کے بعد فرزندی مولانا امان اللہ کو معلوم ہو کہ نبوت سے مراد وہ قرب الٰہی ہے جس میں ظلیت کی کچھ بھی آمیزش نہیں ہے۔ (ظلی نبوت کا انکار) اس قرب کا عروج حق تعالیٰ کی طرف توجہ رکھنا ہے۔ اور اس کا نزول خلق کی طرف قرب بالاصالت انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے نصیب میں ہے اور یہ منصب انہی بزرگوں کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ منصب نبوت حضرت سید البشر ﷺ پر ختم ہو چکا ہے۔" (مکتوب ۳۰۱۔ دفتر اول)

(۳) "تحقیق حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول اور حضرت آدمؑ کی اولاد کے سردار ہیں اور قیامت کے دن اور لوگوں کی نسبت زیادہ تابعداروں والے ہوں گے اور اللہ کے نزدیک سب اولین و آخرین سے بزرگ ہیں۔" (مکتوب ۴۴ دفتر اول)

(۴) "ہر چند منصب نبوت ختم ہو چکا ہے مگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تبعین کو وارثِ انبیاء ہونے کی حیثیت سے نبوت کے کمالات وخصائص میں سے حصہ مل جایا کرتا ہے۔" (مکتوب ۶۔ دفتر دوم)

یہاں جزوی طور پر کمالات نبوت کے آپ قائل ہیں مگر مطلقاً نبوت اور منصب نبوت کی خاتمیت کے آپ بہت زبردست معلن و مدعی ہیں۔ تفصیل آگے آئے گی۔

(۵) جب حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں گے۔ تو حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کی متابعت کریں گے۔ (۴۲) اور اپنے مقام سے عروج فرما کر تبعیت کے طور پر حقیقت محمدی کے مقام پر پہنچیں گے اور حضور علیہ ﷺ کے دین کی تقویت کریں گے۔ گزشتہ شریعتوں کا بھی یہی حال تھا۔ کہ اولوالعزم پیغمبر کے رحلت فرماجانے سے ہزاروں سال بعد انبیائے کرام اور رسلِ عظام مبعوث ہوتے تھے جو ان پیغمبر کی شریعت کو تقویت دیتے تھے۔ اور ان کے کلمہ کو بلند کرتے تھے۔ اور جب پیغمبر اولوالعزم کی دعوت وشریعت کا دور تمام ہو جاتا تھا تو دوسرا اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہو جاتا تھا۔ اور نئے سرے سے اپنی شریعت ظاہر کرتا تھا۔ اور چونکہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت نسخ و تبدیلی سے محفوظ ہے اس لئے حضور علیہ ﷺ کی امت کے علماء کو انبیاء کا مرتبہ عطا فرما کر شریعت کی تقویت اور ملت کی تائید کا کام اُن کے سپرد فرمادیا ہے۔ بلکہ ایک اولوالعزم پیغمبر کو حضور کا تابعدار بنا کر حضور علیہ ﷺ کی شریعت کو ترقی بخشی ہے"۔ (۴۳)

اور جاننا چاہئیے کہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رحلت کر جانے سے ہزار سال بعد حضور علیہ ﷺ کی امت کے اولیاء جو ظاہر ہوں گے اگرچہ وہ قلیل ہوں گے مگر اکمل ہوں گے۔ تاکہ اس شریعت کی تقویت پورے طور پر کر سکیں۔ حضرت امام مہدیؑ (۴۴) جن کی تشریف آوری کی نسبت حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بشارت فرمائی ہے۔ ہزار سال کے بعد پیدا ہوں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی ہزار سال کے بعد نزول فرمائیں گے"۔ (مکتوب ۲۰۹۔ دفتر اول)

(۶) "جاننا چاہئیے کہ منصب نبوت حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم ہو چکا ہے لیکن اس منصب کے کمالات سے تابعداری کے باعث آپ علیہ ﷺ کے تابعداروں کو بھی کامل حصہ حاصل ہوا ہے یہ کمالات طبقہ صحابہ میں زیادہ ہیں۔ اور تابعین اور تبع تابعین میں بھی اس

دولت نے کچھ کچھ اثر کیا ہوا ہے اس کے بعد کمالات پوشیدہ ہو گئے ہیں۔اور ولایت ظلی کے کمالات جلوہ گر ہوئے ہیں لیکن امید ہے کہ ہزار سال گزرنے کے بعد یہ دولت از سر نو تازہ ہو۔اور غلبہ اور شیوع پیدا کرے اور کمالات اصلیہ ظاہر ہوں اور ظلیہ پوشیدہ ہو جائیں۔اور حضرت مہدیؑ ظاہر و باطن میں اسی نسبت علیہ کو رواج دیں گے۔"(مکتوب ۲۶۰۔دفتر اول)

(۷) حضرت غوث صمدانی 'شاہباز لامکانی سید عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینیؒ کے ارشاد "میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔" پر گفتگو فرماتے ہوئے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے (مکتوب ۲۹۳۔دفتر اول) میں فرمایا ہے کہ

(قَدَمِي هٰذِهٖ عَلٰى رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيِّ لِلّٰهِ)

"یہ حکم اس وقت کے اولیائے کرام کے علاوہ کسی اور طرف تجاوز نہیں کرتا۔اسی طرح غوث پاک قدس سرہ سے پہلے کے اولیاء کرام کو بھی یہ حکم شامل نہیں کیونکہ آپؒ سے پہلے کے اولیاء اللہ میں صحابہ کرام بھی داخل ہیں۔جو حضرت شیخ قدس سرہ سے یقیناً افضل ہیں۔اور آپ کے بعد والے اولیاء میں بھی یہ حکم کیسے جاری ہو سکتا ہے۔کیونکہ آپ کے بعد اولیاء میں حضرت امام مہدی بھی ہیں۔جن کے تشریف لانے کی آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بشارت دی ہے۔اور امت کو آپ کے وجود کی بشارت سے نوازا ہے۔اور انہیں خلیفۃ اللہ فرمایا ہے۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بھی کہ حضرت عیسیٰؑ اولو العزم سابقین انبیاء میں سے ہیں۔اور اس شریعت کی متابعت کے واسطہ سے اصحاب خاتم الرسل علیہ و علیہم الصلوٰت والسلام کے ساتھ ملحق ہیں۔اس امت کے متاخرین کی بزرگی کے باعث ہی شاید آں سرور علیہ وعلی الہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ "نہیں معلوم کہ اس امت کے پہلے بہتر ہیں یا پچھلے"۔﴿ترمذی﴾

(۸) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے حضور سرور انبیاء کی وہ حدیث بھی نقل فرمائی ہے۔ جس میں آپ ﷺ نے اپنے آخری نبی ہونے کا ذکر کیا ہے۔

چنانچہ حضرت مجددؒ نے لکھا ہے کہ

"آپ ﷺ ہی وہ ذات ہیں کہ خود آپ نے فرمایا کہ "ہم دنیا میں آمد کے لحاظ سے سب سے پیچھے (۴۵) ہیں مگر قیامت کے روز سب سے آگے اور سب سے پہلے ہم ہی ہونگے۔"(مکتوب ۴۴ دفتر اول)

''اگر چہ منصب نبوت ختم ہو چکا ہے لیکن تبعیت ووراثت کے طور پر نبوت کے کمالات وخصائص سے انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات والتحیات سے ان کے کامل پیرو کاروں کو بھی حصہ ملتا ہے۔''(مکتوب ۶ دفتر دوم)

(۹) اور اس امت کی آخریت کا شروع آں حضرت ﷺ کے رحلت فرما جانے کے بعد الف ثانی یعنی دوسرے ہزار سال کی ابتداء ہے۔ کیونکہ الف ثانی یعنی ہزار سال کے گزرنے کو امور کے تغیر میں بڑی خاصیت ہے۔ اور اشیاء کی تبدیلی میں قوی تاثیر ہے۔ اور چونکہ اس وقت میں نسخ وتبدیلی نہیں ہے اس لئے سابقین کی نسبت اسی تروتازگی کے ساتھ متأخرین میں جلوہ گر ہوئی ہے۔ اور الف ثانی میں از سر نو شریعت کی تجدید اور ملت کی ترقی فرمائی ہے اس معنی پر حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان دونوں عادل گواہ ہیں۔ (مکتوب ۲۶۱ دفتر اول)

(۱۰) ''اور کاش کہ میں جان لیتا کہ دین کامل میں پیدا شدہ بدعت کو حسن کہنے والوں نے کیسے اسے حسن کہنے کا فیصلہ کر لیا۔ حالانکہ دین کامل ہو چکا ہے۔ اور پسندیدہ اسلام کی نعمت مکمل ہو چکی اور انہیں معلوم نہ ہو سکا کہ دین کے اکمال واتمام کے بعد اس میں بدعت کا اجرا اور اس سے رضائے الٰہی کا حاصل ہونا درستی سے دور ہے۔۔۔ اگر وہ جانتے کہ دین کامل میں کسی محدث (بدعت) کو حسن کہنا اس کے عدم کمال کو مستلزم ہے اور نعمت کے نامکمل ہونے کی خبر دیتا ہے۔ تو وہ ایسا کہنے کی جرأت نہ کرتے۔''(مکتوب ۱۹۔ دفتر دوم)

(۱۱) حدیث قرطاس پر اپنی علمی وصائب رائے کا اظہار فرماتے ہوئے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے انقطاع وحی وتکمیل دین کا ذکر یوں کیا ہے کہ ''اسی قبیل سے ہے وہ اختلاف جو کاغذ لانے میں صحابہ کرام کے درمیان رونما ہوا کہ آں سرور علیہ وآلہ الصلوٰت والتسلیمات نے مرض وصال میں کاغذ طلب فرمایا تھا۔ کہ صحابہ کے لئے آپ کچھ لکھیں۔ ایک گروہ نے کہا کاغذ لانا چاہیے اور دوسرے گروہ نے کاغذ لانے سے روک دیا۔ حضرت فاروقؓ روکنے والوں میں سے تھے اور آپؓ نے فرمایا حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ (ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے) طعن وتشنیع کرنے والوں نے اس راہ سے بھی حضرت فاروقؓ پر اعتراض کیا۔ اور طعن وتشنیع کی زبانیں کھولی ہیں۔ حالانکہ درحقیقت یہ طعن کا کوئی مقام نہیں اسلئے کہ حضرت فاروقؓ جانتے تھے کہ ''زمانہ وحی منقطع ہو گیا ہے۔ اور احکام سماوی مکمل ہو چکے ہیں۔ اور رائے اور اجتہاد کے سوا اثبات احکام میں اب کوئی گنجائش نہیں۔''۔۔۔ حضرت عمر فاروقؓ نے شاید اس وقت سمجھا ہو گا کہ حضور ﷺ سے یہ کلام درد

وتکلیف کی وجہ سے بلا قصد و اختیار صادر ہوا ہے جیسا کہ لفظ کتاب میں لکھتا ہوں سے وہم ہوتا ہے کیونکہ آں سرور علیہ ﷺ نے کبھی کچھ نہیں لکھا۔ نیز آپ نے فرمایا "لن تضلوا بعدی" (تم لوگ ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہو گے) جبکہ دین کامل اور نعمت تمام اور رضائے مولیٰ اس سے وابستہ ہو چکی تھی اس کے بعد ضلالت و گمراہی کی کیا صورت ہو گی۔" (مکتوب ۳۶ دفتر دوم)

"منقول ہے کہ حضرت امام مہدیؑ ﴿نبوت محمدی کے آخر اور قرب قیامت میں﴾ اپنی سلطنت کے زمانہ میں دین کو رواج دیں گے اور سنت کو زندہ فرمائیں گے۔ ﴿یعنی شریعت محمدی کا احیاء اور اس کی ترویج کریں گے﴾ (مکتوب ۲۵۵ دفتر اول)

جبکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ محمد رسول اللہ علیہ ﷺ تمام اسمائی اور صفاتی کمالات کے جامع ہیں۔ اور وہ کتاب جو آپ پر نازل ہوئی ہے بطریقہ اعتدال تمام آسمانی کتابوں کی' جو تمام انبیاؑ علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات پر نازل ہوئی ہیں۔ بطور خلاصہ ان کی جامع اور اسمائی و صفاتی کمالات کی مظہر ہے نیز وہ شریعت جو سرور دین و دنیا علیہ ﷺ کو عطا فرمائی گئی ہے تمام پہلی شریعتوں کا خلاصہ و نچوڑ ہے۔ اور وہ اعمال جو اس شریعت حقہ کے مطابق ادا ہوں تمام ماسبق شریعتوں کا انتخاب ہیں"۔ (مکتوب ۹۷ دفتر اول)

یہاں شریعت محمدی کو شرائع ماقبل کا خلاصہ لکھ کر یہ حقیقت واضح کر دی کہ شریعت محمدی مکمل ترین اور آخری شریعت ہے۔

(۵) "اے فرزند! یہ وہ وقت ہے جب کہ امم سابقہ میں ایسے تاریک دور کے اندر اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہوتا تھا اور نئی شریعت کو زندہ کرتا تھا۔ لیکن یہ امت خیر الامم اور اس کا پیغمبر خاتم الرسل علیہ ﷺ ہے۔ اس کے علماؑ کو انبیاؑے بنی اسرائیل کا مرتبہ دیا گیا ہے۔ اور علماء کے وجود کے ساتھ انبیاؑ کے وجود کی کفایت کی گئی۔ اس لئے ہر صدی کے بعد علمائے امت میں سے کسی ایک کو مجدد فرمایا جاتا ہے۔ تاکہ وہ شریعت محمدیہ کو زندہ کرے' خاص کر ہزار سال کے بعد کہ جو اولوالعزم پیغمبر کی پیدائش کا وقت ہوتا ہے۔ اور ہر پیغمبر پر ایسے وقت کفایت نہیں کی گئی۔ تو ایسے وقت امت محمدیہ میں اولوالعزم پیغمبر کی جگہ تام المعرفت عالم و عارف درکار ہوتا ہے جو امم سابقہ کے اولوالعزم پیغمبروں کا قائم مقام ہوتا۔"

فیض روح القدس ار باز مدد فرمائد
دیگران نیز کنند آنچہ مسیحائی کرد

(مکتوب نمبر ۲۶۱' دفتر اول)

(۶) "اور حضرت (عمر) فاروقؓ کے متعلق رسول ﷺ نے فرمایا۔ "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ نبی ہوتا۔" یعنی وہ لوازم و کمالات جو نبوت میں درکار ہیں وہ تمام حضرت عمرؓ رکھتے ہیں۔ لیکن چونکہ منصب نبوت خاتم الرسل ﷺ پر ختم ہو چکا ہے۔ لہذا منصب نبوت کی دولت سے مشرف نہ ہوئے۔" (مکتوب نمبر ۷ دفتر سوم)

(۷) "خاص کر آج ماہ رمضان کی سترہویں رات کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اور علوم عقلی کے عدم استقلال اور آخرت کے ایمان اور اس کے عذاب و ثواب اور رویت دیدار کے اثبات اور حضرت خاتم الرسل ﷺ کی نبوت کی خاتمیت اور ہر صدی کے مجدد اور خلفائے راشدینؓ کی اقتداء اور تراویح کی سنت اور تناسخ کے باطل ہونے اور جنوں اور جنیوں کے احوال اور ان کے عذاب و ثواب کی نسبت بہت کچھ مذکور ہے۔" (مکتوب بنام صاحبزادہ خواجہ محمد سعید و محمد معصوم بحوالہ حضرت مجدد الف ثانی از سید زوار حسین شاہ ص ۵۱۵)

(۸) میں شریک دولت تو ہوں۔ لیکن ایسی شرکت نہیں ہے جس سے برابری ثابت ہو۔ اس لئے کہ آں حضرت ﷺ سے ہمسری کا دعویٰ کفر ہے۔ بلکہ خادم مخدوم میں جو شرکت نسبت ہوتی ہے۔ اسی قسم کی شرکت ہے۔ یہ بھی جاننا چاہئے کہ توحید ایمان اور انوار کی دولت ہیں۔ جس کے خازن و قاسم حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ ہیں۔ جو شخص آں حضرت ﷺ کا شریک (بمعنی خادم) نہیں ہے۔ وہ مسلمان ہی نہیں ہے اس میں شریک ہونا اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ امر ہے۔ لیکن نبوت جو خاتم المرسلین ﷺ پر ختم ہو چکی ہے کوئی مسلمان اس میں شرکت کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اور نہ اس کو سوچ سکتا ہے۔" (۴۶)

(۹) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے حضور سرور کائنات ﷺ کی وہ حدیث مبارکہ بھی اپنے خطوط میں بیان کی ہے۔ جس میں آپ ﷺ کی ختم نبوت کا ذکر ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں "اور میں یہ بات فخر سے نہیں کہتا کہ اللہ کا دوست ہوں اور میں پیغمبروں کا پیش رو ہوں اور کچھ فخر نہیں اور میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں" (دیکھئے مکتوب ۴۴ دفتر اول) یہی حدیث حضرت امام ربانی نے مکتوب نمبر ا دفتر دوم میں بھی لکھی ہے۔

(۱۰) حالانکہ حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی باوجود اپنی کلیمی اور قرب خاص کے اگر زندہ ہوتے تو اس شریعت (شریعت محمدیہ ﷺ) کی پیروی کے بغیر اور کوئی طریقہ اختیار نہ فرماتے

(م ۴۲)(اس لئے کہ بعثت محمدی علیہ السلام کے بعد ما قبل کی نبوتیں منسوخ ہو چکی ہیں اور آئندہ کو انبیاء کی آمد کا سلسلہ قطعی منقطع ہو چکا ہے)(معارف لدنیہ از حضرت مجدد الف ثانی۔ اردو ترجمہ معرفت ۴۱)

(۱۱)"سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم اور آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں"(مکتوب نمبر ۷ دفتر سوم)

"اے فرزند! یہ وہ وقت ہے کہ پہلی امتوں میں ایسے ظلم سے بھرے ہوئے وقتوں میں اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہوتا تھا۔ اور نئی شریعت کو زندہ کرتا تھا۔ اور اس امت میں جو کہ خیر الامم ہے اور اس امت کے پیغمبر آں حضرت خاتم الرسل علیہ و علی الہ الصلوٰت والتسلیمات ہیں"
(مکتوب ۲۳۴ دفتر اول)

روایات سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب نزول فرمائیں گے اور امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی اور تقویت کا باعث بنیں گے۔ منکرین ختم نبوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کو انکار ختم نبوت کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ بھی اس بارے میں جمہور مسلمانوں کے عقیدہ کی تائید کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ فرماتے ہیں۔

(الف)"جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام (آسمان سے) نزول فرمائیں گے تو حضرت خاتم الرسل کی شریعت کی متابعت کریں گے اور اپنے مقام سے عروج فرما کر تبعیت کے طور پر حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام میں پہنچیں گے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کو تقویت دیں گے۔"(مکتوب ۲۰۹ دفتر اول)

(ب)"اور یہ منصب نبوت حضرت سید البشر علیہ و علی الہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم ہو چکا ہے۔ سیدنا عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول کے بعد حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تابع ہوں گے۔(مکتوب ۳۰۱ دفتر اول)

(ج)"حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف آوری کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ پر عمل کریں گے وہ رسول اللہ کے کسی حکم کو منسوخ نہیں کریں گے"(مکتوب ۵۵ دفتر دوم)

(د)پس ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی پچھلی سنت پہلی سنت کی ناسخ ہوگی حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام جو نزول کے بعد اس شریعت کی متابعت کریں گے۔ کیونکہ اس شریعت کا نسخ جائز نہیں ہے۔(مکتوب ۵۵

(دفتر دوم)

(ہ) "آپ ﷺ تمام انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاتم ہیں اور آپ ﷺ کا دین تمام گزشتہ دینوں کا ناسخ ہے۔ اور آپ ﷺ کی کتاب تمام گزشتہ کتابوں سے بہترین ہے۔ آپ کی شریعت منسوخ نہ ہوگی۔ بلکہ قیامت تک باقی رہے گی۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرما کر آپ کی شریعت پر عمل کریں گے اور آپ ﷺ کے امتی ہو کر رہیں گے"۔ (مکتوب ۶۷، عقیدہ ۱۲ دفتر دوم)

(ح) "اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جب آسمان سے نزول فرمائیں گے تو خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰت والسلام کی شریعت کی پیروی کریں گے۔" (مکتوب ۷ دفتر سوم)

روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام جو کہ دورِ موسوئ کے ایک پیغمبر تھے، کو عمر طویل تا قیامت عطا کی گئی ہے (۴۸) منکرین ختم نبوت عمرِ خضرؑ کو بھی انکار ختم نبوت کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے حضرت خضر علیہ السلام کی حیثیت کو دورِ نبوت محمدی ﷺ میں نبی کی حیثیت سے تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ آپؒ نے انہیں ایک اسرائیلی کی حیثیت دی ہے۔ چنانچہ آپ مکتوب ۵۵ دفتر دوم صفحہ ۳۵، ۳۶ پر رقمطراز ہیں۔ کہ

"حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ نے لکھا ہے کہ علم لدنی کے فیض دینے میں حضرت خضرؑ کی روحانیت متوسط ہے۔ علیٰ نبینا وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام! ظاہراً یہ بات ابتدا اور توسط کی نسبت معلوم ہوتی ہے اور منتہی کا معاملہ ہی دوسرا ہے۔ جیسا کہ صاف کشف اس کی شہادت دیتا ہے اور اس کی تخصیص کا مؤید حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا وہ قول ہے۔ کہ ایک روز منبر پر بیٹھ کر علوم اور معارف بیان کر رہے تھے کہ اس اثناء میں حضرت خضر علیہ السلام کا گزر ہوا۔ تو شیخ نے فرمایا "اے اسرائیلی! آ" کلام محمدی ﷺ سن" شیخ کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت خضرؑ محمدی نہیں ہیں۔ بلکہ پہلی امتوں میں سے ہیں اور جب ایسا ہو تو محمدیوں ﷺ کو ان سے کیا واسطہ؟ (یعنی ان کا اسرائیلی ہونا ختم نبوت کے عقیدہ کے لئے مضر نہیں ہے۔)

(و) کہ اس امت کے جو بہترین امت ہے وہ (صحابہؓ) بہترین آدمی ہیں۔ اور اس ملت کے جو تمام ملتوں کی ناسخ ہے سابق ترین آدمی بھی وہی ہیں کہ ان کا زمانہ بہترین زمانہ ہے اور ان کے ساتھی (محمد ﷺ) انبیاء ورسل میں بہترین رسول ہیں۔ (مکتوب ۲۴ دفتر دوم)

حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانیؒ کے ان اقوال وارشادات اور توضیحات وتشریحات کے مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچنا کچھ مشکل نہیں ہے کہ آپ

(ا) عقیدہ ختم نبوت کی وہی تشریح وتوضیح کرتے ہیں جو جمہور امت کا عقیدہ ہے۔

(ب) آپ منکرین کے اعتراضات کا زور د شور اور دلائل وبراہین سے رد کرتے ہیں۔

(ج) آپ آمد عیسیٰ اور آمد مہدیؑ کے عقیدہ کو قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔

(د) آپ عقیدہ ختم نبوت کے قائل مگر کمالات نبوت کے انفرادی طور پر جاری رہنے کے قائل ہیں۔

مگر نہ کمالات نبوت کے جاری ہونے سے نبوت محمدی کے علاوہ کسی اور نبوت کا جاری ہونا مراد لیتے ہیں اور نہ حاملین کمالات نبوت کے لئے نبی، رسول یا پیغمبر یا کسی بھی انداز میں ملہم الٰہ کے الفاظ یا معنی کا اظہار کرتے ہیں۔

(ہ) رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ متعلقہ ختم نبوت اپنی گفتگو اور بحث میں برمحل اور مناسب ترین انداز میں پیش کرتے ہیں۔

لہذا آپ پر منکر عقیدہ ختم نبوت کا الزام نادرست اور بے بنیاد ہے مزید گفتگو اور دلائل آئندہ صفحات میں مطالعہ کے لئے پیش کئے جائیں گے۔

القابات متعلقہ ختم نبوتؐ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ

گزشتہ صریح عبارتوں، جن میں عقیدہ ختم نبوت کی وضاحت و شرح بیان کی گئی ہے جو کہ عین جمہور امت کے عقیدہ کے مطابق ہیں، کے علاوہ حضرت امام الندؒ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں میں حضور سرور کائنات ﷺ کے لئے ختم نبوت، ختم رسالت، خاتم النبوۃ، خاتم الرسالت، اولین و آخرین، عاقب و حاشر، خاتم و ناسخ جیسے القابات و خطابات بکثرت ملتے ہیں جو آپؒ کے عقیدہ ختم نبوت و رسالت کے اختتام کے حامل ہونے کا بین ثبوت ہیں ذیل میں آپؒ کی تحریروں سے چند ایسے فقرات نقل کیے جاتے ہیں جن میں ختم نبوت سے تعلق رکھنے والے القابات محمدیؐ کا آپ نے استعمال کیا ہے۔

اول :۔ "اور نوبت یہاں تک پہنچی (دورِ اکبری کی تصویر) کہ مجلس میں خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کی تصریح ترک کر دی گئی۔" (رسالہ اثبات النبوۃ ص ۵۰)

دوم :۔ "پھر (جب) حضور خاتم النبوت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانی پرورش کا فیض ہوا۔ تو سابقہ قابلیت اور مرتبہ سے ایسے مقام کی طرف صعود ہوا۔ جو اقطابِ محمدیؐ کے واسطے مخصوص ہے۔" (نور اسلام مجدد نمبر جلد ا ص ۵۳۸)

سوم :۔ "مقام تسلیم و رضا سے پرے حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کا قدم نہیں پہنچا۔" (مکتوب نمبر ۷ دفتر دوم)

چہارم :۔ "خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد امام برحق اور خلیفہ مطلق حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں۔" (مکتوب ۲۷ دفتر دوم)

پنجم :۔ "اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو صاحب خلق عظیم تھے۔ کفار سے جہاد کرنے اور ان پر سختی فرمانے کا حکم دیا تھا۔" (مکتوب ۶۳ دفتر اول)

ششم :۔ "اس کی تحریر کے بعد یوں معلوم ہوا۔ کہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام مشائخ

امت کی بہت بڑی جماعت کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔" (مکتوب ۱۶۔ دفتر اول)

ہفتم :۔ "تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خاتم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں"۔ (مکتوب ۶۷ دفتر دوم)

ہشتم :۔ "خاص کر آج ---- حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی خاتمیت --- اور اسی طرح کا بہت کچھ مذکور ہوا"۔ (مکتوب ۴۳ دفتر سوم)

نہم :۔ (ا) "اقطاب ارشاد میں سے جو فرد (شخص) کامل ترین ہوتا ہے وہ حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم من الصلوت افضلہا ومن تسلیمات اکملہا کے قدم پر ہوتا ہے۔"

(ب) "اور حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام تو رحمت عالسیان ہیں۔" (معرفت ۳۵ معارف لدنیہ از حضرت مجدد الف ثانیؒ)

(ج) "اور عین اس وقت خاتم المرسلین رحمۃ للعالمین ﷺ کی رُوح مبارک تشریف لائی۔ اور میرے دلِ غمگین کو تسلی دی۔" (مکتوب۔ ۲۲ دفتر اول)

(د) "حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلٰی الہ الصلوٰۃ والتحیۃ نے فرمایا ہے کہ "میرا اللہ تعالےٰ کے ساتھ ایسا وقت ہوتا ہے۔ جس میں کسی مقرب فرشتہ اور نبی مُرسَل کی گنجائش نہیں"۔ (مکتوب ۲۸۵ دفتر اول)

(ہ) "لیکن خاتم الانبیاء علیہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اس داغ سے بری ہیں آپ کو دُنیا میں رویتِ (الٰہی) میسر ہوئی۔ اور سر مُو اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔" (مکتوب ۲۱۷۔ دفتر اول)

(و) "اسی لئے خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوت والتسلیمات نے اپنی اُمت کے عُلماء کو بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح قرار دیا۔" (مکتوب ۲۹۴ دفتر اول)

(ر) "یہ بات طے شدہ ہے کہ آفرینش کائنات سے مقصود حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوت والتسلیمات کی ذات مقدسہ ہے" (ایضاً)

(ز) "کیونکہ حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوت والتسلیمات ایک باریک بال کی طرح (مانند) درمیان میں حائل اور مطلوب ہے۔" (ایضاً)

(ح) "اس قدر نہیں سمجھتے کہ انبیاء علیہم الصلوت والتسلیمات کی نہایت بھی حق سبحانہ ہے۔" (مکتوب ۴۳ دفتر دوم)

(ط) "اور حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوت والتسلیمات کے کاروبار کا مبدء وہ حقیقت ہے جو

الف کی حقیقت سے اوپر ہے۔" (مکتوب ۳۱۱ دفتر اول)

(ی) "غایت مافی الباب یہ ہے کہ حضرت خاتم الرسلؑ کی حقیقت مبدء اس حقیقت کا اجمال ہے۔ اور حضرت خلیلؑ کی حقیقت مبدء اس حقیقت کی تفصیل ہے۔ علیہم الصلوٰت والتسلیمات کا رجوع حقیقت لام کی طرح ہے۔" (ایضاً)

(ک) "حضرت خاتم الرسل علیہ و علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کا رب اسم مبارک اللہ ہے۔" (ایضاً)

(ل) "مقام رضا سے اُوپر کسی کے قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔ مگر خاتم الرسل علیہ و علیہم و علیٰ آل کل الصلوٰت والتسلیمات کے لئے ہے۔" (مکتوب ۳۳ دفتر دوم)

دہم :۔ حضرت خاتم الرسل کا مبدء تعین شان العلم ہے۔ اس مقام کے مرکز یعنی مقام اجمال کے کمالات حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نصیب ہیں۔ اسی طرح یہ تفاوت حضرت خلیل الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خاتم الرسل کے سوا باقی تمام پیغمبروں کے درمیان ان کمالات میں جو کعبہ ربانی کی حقیقت کے ساتھ، جو تمام حقائق بشریت و ملکیت سے برتر ہے تعلق رکھتے ہیں (مکتوب ۲۶۰ دفتر اول)

یازدہم :۔ حتیٰ کہ اکثر علمائے اہلسنت وجماعت نے شبِ معراج میں حضرت رسالتِ خاتمیت کی رویت سے منع فرمایا ہے (مکتوب ۲۸۳ دفتر اول)

دوازدہم :۔ جاننا چاہیئے کہ منصب نبوت حضرت خاتم الرسل علیہ و علی الہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم ہو چکا ہے۔ (مکتوب ۲۵۱ دفتر اول)

سیزدہم :۔ اور خاتم الانبیاء، افضل الرسل کی بعثت کا فائدہ کم ہو کر رہ جائے گا۔ (مکتوب ۲۴ دفتر اول)

چہاردہم :۔ خدا کے آخری پیغمبر نے اسلام کے غلبہ کو حضرتِ فاروقِ اعظمؓ کی معرفت طلب کیا۔ (مکتوب ۹۵ دفتر دوم)

پانزدہم :۔ سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدمؑ اور آخری پیغمبر حضرت محمد رسول ﷺ ہیں۔ (مکتوب ۷ دفتر سوم)

ہشدہم :۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ تو خاتم الرسل علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کی پیروی کریں گے۔ (حوالہ ایضاً)

نوزدہم :۔ خاتم الانبیاء کو [illegible] کی متابعت کا حکم فرمایا ہے حالانکہ حضرت خاتم

الرسل ﷺ کی افضلیت پر اجماع ہے تجلی ذات اصل میں حضرت خاتم الرسل ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسروں کے لئے آپ کی تبعیت میں ہے ..... اور دوسری وجہ سے وہ تجلی اصل میں حضرت خاتم الرسل ﷺ کے ساتھ خاص ہے اور دوسرے اُن کے تابع ہیں۔ تو لازماً تجلی ذات کو حضرت خاتم الرسل سے زیادہ مناسبت ہوئی۔ (مکتوب نمبر ۸۸ دفتر سوم)

بیستم :۔ اور وہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰت والسلام کا رب قرار پایا (مکتوب ۸۸ دفتر سوم)

بست ویکم :۔ وہ حضرت خاتم الرسل علیہ و علی الہ الصلوٰۃ والتسلیمات کا رب اور مبدء تعین ہے۔ پس سب سے زیادہ سبقت لے جانے والی خاتم نبوت کی حقیقت ہے (مکتوب ۹۳، دفتر سوم

بست ودوم :۔ اور چونکہ حضرت خاتم الرسل علیہ و علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے مبدء تعین، تعین اول کے دائرہ کا مرکز ہے۔ یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ خاتم الرسل علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ملت ابراہیمی کی متابعت کا حکم ہوا۔ (مکتوب ۹۴ دفتر سوم)

بست وسوم :۔ حضرت خاتم الرسل علیہ و علیہم الصلوٰت والتسلیمات نے جو کہ جہان والوں کے لئے سراسر رحمت ہیں۔ (مکتوب ۹۵ دفتر سوم)

بست وچہارم :۔ "لیکن ہمارے پیغمبر جو کہ خاتم المرسلین ہیں کہ حضرت خاتم الرسل علی نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مبدء تعین حضرت کے علم کا اجمال ہے بلکہ آپ کے مبدء تعین کا ظل ہے۔" (مکتوب ۱۴ا دفتر سوم)

بست وپنجم :۔ "یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس عدم توسط سے اگرچہ ایک معنی ہی سے ہوں جناب حضرت خاتمیت علیہ و علی الہ الصلوٰۃ والسلام میں قصور لازم آتا ہے۔" (مکتوبات دفتر دوم)

بست وششم :۔ حدیث قدسی (لولاک لما خلقت الافلاک) جو کہ خاتم الرسل کی شان میں واقع ہے۔" (مکتوب ۱۲۳ دفتر سوم)

بست وہفتم :۔ ایک سوال :اس تحقیق سے لازم آتا ہے کہ حضرت خاتم الرسل ﷺ کو بھی اس حقیقت سے ترقی واقع نہ ہو۔"

جواب : میرے مخدوم ! حزن کا استعباد اور حضرت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کمال کا فقدان جب جاہ و جلال محمدی پر نظر کی جائے اور خداوندی عنایات کو دیکھا جائے جو آں حضرت ﷺ پر ہیں۔ "ہر کمال جو نوع بشر میں ممکن ہے وہ حضرت خاتمیت میں بالفعل حاصل ہے علیہ وآلہ

الصلوٰۃ والسلام"(دفتر سوم مکتوب ۱۲۲)

بست و ہشتم :۔"خاتم النبیین اور پیغمبروں کے سردار علیہم الصلوت والتسلیمات نے فرمایا۔"میرے دل پر کچھ غبار سا آجاتا ہے۔اور میں دن رات میں اپنے اللہ سے ستر مرتبہ بخشش مانگتا ہوں۔"(مکتوب ۲۶ دفتر دوم)

بست و نہم :۔ہوسکتا ہے کہ ایک قوم کی نسبت وہی چیز حلال ہو۔اور دوسری قوم کے لئے وہ حرام ہو۔پس خداوند تعالیٰ کا حکم ایک ہی واقعہ میں متعدد ہوسکتا ہے۔جب قومیں الگ الگ ہوں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ہاں ختم الرسل کی امت میں یہ صورت درست نہیں ہے۔"(مکتوب ۵۵ دفتر دوم)

یہ اور اس طرح کے سینکڑوں اقتباسات حضرت مجدد کی تحریروں سے ختم نبوت کے اثبات میں پیش کیے جاسکتے ہیں۔بخوف طوالت انہی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔حضرت مجدد نے ختم نبوت کی حقیقت کو آیہء تکمیل دین کے حوالے سے بھی بیان کیا ہے۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔"پھر اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض لوگ ان محدثات (دین میں نئی نئی باتیں جاری کرنا) کو امور مستحسنہ جانتے ہیں۔اور ان بدعتوں کو حسنہ خیال کرتے ہیں۔اور ان حسنات سے دین کی تکمیل اور ملت کی تتمیم (پورا ہونے) کو ڈھونڈتے ہیں اور ان امور کے بجالانے میں ترغیب دیتے ہیں۔خدائے تعالیٰ ان کو سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دے۔کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ دین تو ان محدثات سے پہلے ہی کامل ہوچکا ہے اور نعمتِ خداوندی پوری ہوچکی ہے اور حق تعالیٰ کی رضامندی اس سے حاصل ہوچکی ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔(اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ) پس ان محدثات (بدعات) سے دین کا کمال طلب کرنا حقیقت میں اس آیت کریمہ کے مفہوم و تکمیل دین واختتام نبوت) سے انکار کرنا ہے"۔(۴۹)(مکتوب ۲۶۰ دفتر اول)

اور کاش کہ میں جان لیتا کہ دین کامل میں پیدا شدہ بدعت کو احسن کہنے والوں نے اسے حسن کہنے کا فیصلہ کرلیا۔حالانکہ دین کامل ہوچکا اور پسندیدہ اسلام کی نعمت مکمل ہوچکی اور انہیں یہ معلوم نہ ہوسکا کہ دین کے اکمال واتمام کے بعد اس میں بدعت کا اجراء اور اس سے رضائے الٰہی کا حاصل ہونا درستی سے دور ہے۔"(مکتوب ۱۹ دفتر دوم)

غرضیکہ ان اقتباسات سے حضرت مجدد نے سرور کونین ﷺ کی ذات بابرکات کو

سلسلہء نبوت کا انقطاع کرنے والا ثابت کیا ہے۔ صریحاً بھی اور اجمالاً بھی' اشارۃً بھی اور کنایۃً بھی قرآن وحدیث کی وضاحتوں کے حوالے سے بھی اور اپنے عقیدہ کا اظہار کر کے بھی' دوسروں (گمراہوں) پر تنقید کرتے ہوئے بھی اور ہدایت یافتہ لوگوں کے خیالات و عقائد کو بیان کرتے ہوئے بھی۔ مکتوبات کے علاوہ آپؒ نے اپنی وقیع تصانیف میں بھی حسب ضرورت اس مسئلے پر علمی ودینی نقطہ نگاہ سے کلام کیا ہے۔ اور کہیں بھی جادہء حق سے نہیں ہٹے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ تائید ایزدی سے فتنہء اکبری کا قلع قمع کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جس کا ذکر اقبالؒ نے بھی کیا ہے کہ ؎

وہ ہند میں سرمایہء ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

مجدد و مجدد الف ثانیؒ

اللہ تعالیٰ کی سنت کاملہ و حکمت بالغہ یہی رہی ہے کہ رسولوں کے شریعت عطا کرنے کتاب الٰہی نافذ کرنے اور عملی طور پر اللہ کے احکام کو رواج دینے کے بعد مرورِ زمانہ سے ان پاکیزہ شریعتوں میں کمی بیشی ہو جاتی تھی تو کبھی انبیاء آتے تھے جو ان ادیان کی اصلی تعلیمات کو پھر سے رواج دیتے تھے۔ کبھی نیا رسول آجاتا تھا جو خدائی حکم کے تحت شریعت میں مناسب و ضروری تبدیلیاں کر کے اسے قوم میں نافذ کرتا تھا۔ پہلے انبیاء کے ادوار میں یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔ حتی کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا دورِ بے مثال آیا جس میں نبوت ختم، رسالت ختم، وحی بند، شریعت میں کمی بیشی کا سلسلہ موقوف، قیامت تک آپ کی ہی نبوت اور آپ کی ہی رسالت کا اعلان و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین سے ہو گیا۔ حضور ﷺ کا فرمان ذی شان ہے۔

كانت بنوا سرائيل تسوسهم الانبياء كلما هلك نبى خلفه نبى و انه لا نبى بعدى و سيكون خلفاء فيكثرون.

(ترجمہ) بنی اسرائیل کی سیاست خود ان کے انبیاء کرام کیا کرتے تھے جب کسی نبی کی وفات ہوتی تھی تو اللہ کسی دوسرے نبی کو ان کا خلیفہ بنا دیتا تھا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں البتہ خلفا ہوں گے پس وہ بہت ہوں گے (بخاری کتاب حدیث الانبیاء، مسلم کتاب الامارت، مسند احمد جلد ۲)

حضور ﷺ کی امت میں احیائے دین اور رد بدعات کا کام امت کے ہر فرد پر فرض کیا گیا ہے مگر ان میں سے علماءِ کرام بطور خاص اس امر کے مکلف ہیں کہ وہ دین آخر میں در کر آنے والی کمی بیشی کو دور کرتے رہیں اور حقیقی و اصلی تعلیمات کو امت محمدیؐ کے عوام کے سامنے کھول کھول کر بیان کرتے رہیں۔ حضور ﷺ ارشاد گرامی ہے کہ

ان الله يبعث لهذه الامة على رأس كل مأة سنة من يجدد لها امر دينها (سنن ابو داؤد باب مایذکر فی قرن المائۃ)

(ترجمہ) بیشک اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو سال کے سرے پر ایسے بندے پیدا کرتا رہے گا جو اس کے لئے اس کے امر دین کو تازہ کریں۔

اس حدیث کی سند کے بارے میں ملا علی قاری الہروی شرح مشکوہ میں فرماتے ہیں۔

سند صحيح و رجاله كلهم ثقات و كذاصححه الحاكم (مرقاہ جلد اول ص ۳۰۲)

(ترجمہ) اس کی سند صحیح اور رجال ثقہ ہیں اور اسی طرح حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔(۵۰)

مجددین (۵۱) کے بارے میں حدیث تجدید بیان ہو چکی ہے اور ان حضرات کا ہر صدی میں پایا جانا ایک قدرتی انتظام کے تحت چل رہا ہے (۵۲) حضرت مجدد الف ثانی اس ہر سو سال والے سلسلہ مجددین کی ایک کڑی ہیں۔ مگر ایک ہزار سال کے لئے مجدد ہونے کی حیثیت سے آپ کو سو سالہ مجددین پر ایک امتیاز اور برتری حاصل ہے۔ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے بھی یہ سوال اٹھایا ہے کہ مجدد مائتہ اور مجدد الف میں فرق ہونا چاہیے صاحب "روضۃ القیومیہ" نے یہ حدیث نبویؐ روایت کر کے اس اشکال کو حل کر دیا ہے۔

بعث اللہ رجلا علی رأس احد عشر مائۃ سنۃ نور عظیم اسمہ اسمی بین السلطانین الجابرین و یدخل الجنۃ شفاعۃ رجال الوفا

(ترجمہ) گیارہویں صدی کے شروع میں اللہ تعالیٰ دو جابر بادشاہوں کے درمیان ایک ایسا شخص بھیجے گا جو میرا اہم نام ہوگا نور عظیم ہوگا ہزاروں انسان اس کی شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے۔

حدیث پاک میں ہزار سال کے لیے رجل عظیم کی پانچ خوبیاں ذکر ہوئی ہیں۔

اول : گیارہویں صدی کے شروع میں ہوگا۔

دوم : نور عظیم (شریعت کے نور کو پھیلانے والا) ہوگا۔

سوم : میرے نام پر (احمد یا محمد) ہوگا۔

چہارم : دو جابر بادشاہوں (اکبر و جہانگیر) کے درمیان میں ہوگا۔

پنجم : اس کی شفاعت (دعا، نصیحت، تربیت) سے ہزاروں انسان جنت میں داخل ہوں گے۔(۵۳)

اس مرد کامل کو جس کی تعلیم و تربیت، روحانی تائید اور دعا سے ہزاروں انسان جنت میں داخل ہوں گے ایک اور حدیث میں "صلہ" کہا گیا ہے جسے علامہ جلال الدین سیوطی نے "الجوامع" میں نقل کیا ہے حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ یکون رجل فی امتی یقال لہ صلۃ ید خل الجنۃ شفاعۃ کذا و کذا

(ترجمہ) میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کو صلہ کہا جائے گا اس کی شفاعت سے وہ اور وہ (اتنے اور اتنے) لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مکتوبات میں ایک جگہ اپنے آپ کو "صلہ" کا مصداق قرار

دیتے ہوئے تحدیثِ نعمت کے طور پر ارشاد فرمایا ہے الحمد للہ الذی جعلنی صلۃ بین البحرین ومصلحا بین الفئتین اکمل الحمد للہ علی کل حال والصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام
ترجمہ۔ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے "صلہ" بنایا دو بحرین (سمندروں) کے ملانے والا اور مصلح بنایا دو گروہوں (پہلے ہزار سال کا گروہ مسلمین اور دوسرے ہزار سال کا گروہ مسلمین) کے درمیان مکمل کامل بہترین تعریف ہے اللہ کی ہر حال میں اور صلوٰۃ و سلام ہے لوگوں میں سب سے بہتر پر (یعنی حضرت محمد ﷺ)

حضرت مجددؒ نے اسی فلسفہ مجددیت کو اپنے مکتوب میں یوں مشرح کیا ہے۔ (یہ اقتباس عقیدہ ختم نبوت اور فلسفۂ مجددیت دونوں کو حاوی ہے)

"اے فرزند! یہ وہ وقت ہے جب کہ امم سابقہ میں ایسے تاریک دور کے اندر اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہوتا تھا۔ اور نئی شریعت کو زندہ کرتا تھا۔ لیکن یہ امت خیر الامم اور اس کا پیغمبر خاتم الرسل ﷺ ہے۔ اس کے علماء کو انبیائے بنی اسرائیل کا مرتبہ دیا گیا ہے۔ اور علما کے وجود کے ساتھ انبیاء کے وجود سے کفایت کی گئی ہے۔ اس لئے ہر صدی کے بعد علمائے امت میں سے کسی ایک کو مجدد مقرر فرمایا جاتا ہے۔ تاکہ وہ شریعت محمدیہ ﷺ علی صاحبہا الصلوٰۃ کو زندہ کرے خاص کر ہزار سال کے بعد کہ جو اولوالعزم پیغمبر کی پیدائش کا وقت ہوتا ہے۔ اور ہر پیغمبر پر ایسے وقت کفایت نہیں کی گئی۔ تو ایسے وقت امت محمدیہ میں اولوالعزم پیغمبر کی جگہ تام المعرفت عالم و عارف درکار ہوتا ہے۔ جو امم سابقہ کے اولوالعزم پیغمبروں کا قائم مقام ہو۔

فیض روح القدس ازباز مدد فرمائید
دیگراں نیز کنند آنچہ مسیحائی کرد

(دفتر اول۔ مکتوب ۲۳۴)

یہاں تک تو گفتگو تھی ہر سو سال کے مجدد کے بارے میں لیکن آپؒ تو مجدد الفؒ ہیں۔ یعنی ایک ہزار سال بعد کے مجدد جو دوسرے ایک ہزار سال کے لئے ہیں آپؒ نے اس موضوع پر یوں خیال آرائی کی ہے۔

☆"یہ وہ کمالات ہیں۔ جو ہزار سال کے بعد وجود میں آئے ہیں۔ اور یہ آخریت ہے جو اسی اولیت کے رنگ میں ظاہر ہوئی ہے۔" (مکتوب ۲۶۱ دفتر اول)

☆"اس امت کی آخریت کا دور آنحضرت ﷺ کی رحلت سے ہزار سال گزرنے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ یہاں سے دوسرے ہزار سال کی ابتداء ہے۔ ہزار سالہ دور کو حالات کی تبدیلی میں بہت

دخل ہے اور اشیاء کی تبدیلی میں قوی تاثیر ہے۔ لیکن اس امت میں چونکہ نسخ اور تبدیلی نہیں ہے۔ (یعنی قیامت تک اسی امت نے اپنی اصل شریعت محمدی علیہ کے ساتھ زندہ رہنا ہے) اسی لئے نسبت سابقین اپنی تروتازگی کے ساتھ متاخرین میں جلوہ گر ہوئی ہے اور اس نے الف ثانی میں از سر نو شریعت مطہرہ کی تجدید کر کے ملت اسلامیہ کو فروغ دیا ہے۔ اس معنی پر حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان دونوں عادل گواہ ہیں"۔ (مکتوب ۲۶۱۔ دفتر اول)

"اور جان لیں کہ ہر سو سال پر ایک مجدد گزرا ہے۔ لیکن سو سال کا مجدد اور ہے۔ اور ہزار سال کا مجدد اور۔ جس طرح سو اور ہزار میں فرق ہے۔ ان دونوں مجددوں میں بھی (بلحاظ مراتب و فرائض) اسی طرح فرق ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ۔ اور مجدد وہ ہوتا ہے کہ فیوض و برکات میں سے جو کچھ اس مدت میں امتیوں کو پہنچتا ہے۔ اس کے واسطے سے پہنچتا ہے"۔ (مکتوب ۴ دفتر دوم)

آپ کی اس مجدد الف ثانیؒ والی حیثیت و کیفیت اور دین میں مقام و مرتبہ پر گفتگو فرماتے ہوئے مشہور دیوبندی عالم مولانا قاری محمد طیب دیوبندی "الفرقان" لکھنؤ کے مجدد نمبر میں "توضیح مجدد" کے عنوان سے یوں خامہ فرسائی فرماتے ہیں۔

"کسی ذات کا مجدد مان لینا اس کے غیر معمولی کمالات علمیہ و عملیہ کا اقرار کر لینا ہے۔ کیونکہ تجدید دین کا منصب اصلی تو انبیاء علیہم السلام کا ہے اور پھر اس میدان کے مرد وہ ہیں۔ جو نبوت کے ترکہ کے وارث بن کر اس سے کوئی معمولی حصہ (کمالات نبوت) پائیں۔ پس جس طرح کسی ذات کو نبی مان لینے سے اس کے لئے تمام بشری کمالات کا اقرار خود بخود لازم ہو جاتا ہے اسی طرح کسی کو مجدد تسلیم کر لئے جانے سے اس میں وراثتِ نبوت کے غیر معمولی خطوط کا اعتراف بھی خود بخود لازم ہو جاتا ہے

منصب نبوت سے عہدۂ مجددیت کی اس نسبت کا ہی اثر ہے کہ جس طرح انبیاء علیہم السلام کو یہ منصب جلیل (یعنی نبوت) کسی اپنی شخصی جدوجہد یا کسی اجتماعی یا جماعتی تجویز سے نہیں ملتا۔ اسی طرح مجددوں کو بھی عہدۂ تجدید نہ ان کی اپنی ذاتی جاں فشانی و محنت سے ہاتھ لگتا ہے۔ اور نہ ہی جماعت کے سمجھوتہ سے۔ لیکن یہ محض من اللہ ایک موہبت عظمیٰ ہوتی ہے جس کے لئے غیبی انتخاب سے فرد چن لئے جاتے ہیں اور مخلوق کے دلوں میں ان کی مقبولیت خود بخود قائم کر دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس طرح قرآن کریم نے انبیاء کرام کے لئے بعثت منَ اللّٰہ کا لفظ استعمال کیا ہے جیسے هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ یا جیسے نَبْعَثُ رَسُولًا یا جیسے بَعَثْنَا

الیھم رُسُلاً وغیرہ۔ ٹھیک اسی طرح حدیث نبوی ﷺ نے مجددوں کے لئے بھی یہی بعثت من اللہِ کا کلمہ اختیار کیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَاسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَن یُجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا (مشکوٰۃ)

(یعنی) بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے آغاز میں اس امت میں ایسے لوگوں کو مبعوث کرتا ہے جو امت کے لئے دین کی تجدید کریں۔)

اور جیسے قرآن نے نبی کا انتخاب من اللہ بتایا ہے۔ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ ایسے ہی حدیث میں بھی مجدد کی نسبت اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ فرمایا گیا ہے۔ جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ ان دونوں منصبوں کا انتخاب "مِنْ جَانِبِ اللّٰہِ" ہی ہوتا ہے

فرق اگر ہے تو یہ کہ نبوت اصلی ہے اور تجدید اس کا ظل ہے۔ وہاں الہام قطعی ہے۔ جس کو وحی کہتے ہیں۔ یہاں ظنی ہے۔ وحی کا منکر خارج از اسلام ہے۔ اس (مجدد اور اس کے الہام) کا منکر خارج از اصلاح و تقوےٰ ہے۔ بہر صورت مجددیت نبوت کا ایک نہایت روشن اور درخشاں پر تو ہے اس لئے مجدد علم و عمل کے لحاظ سے نبی کا سایہ اور اخلاق و ملکات کے لحاظ سے نبی کا نمونہ ہوتا ہے پس (کسی کو) مجدد کہہ لینے کے بعد اور کسی منقبت کا درجہ باقی نہیں رہتا کہ اس کے ذریعہ سے مجدد کی تعریف کی جائے اور اگر کی جائے گی تو وہ اسی وصف تجدید کی ایک تفصیل ہو گی۔ جس کا متن لفظ مجدد ہو گا...... چونکہ مصبِ تجدید' منصب نبوت کا پورا پورا ظل اور اس کے قد و قامت کا سایہ اصلی ہے اس لئے شیئون تجدید بھی شیئون نبوت سے ملتی جلتی ہیں انبیاء علیہم السلام باوجود جامع کمالات ہونے کے کمال غالب وحی لے کر آتے ہیں۔ جس کی اس دور کو ضرورت ہوتی ہے ۔۔۔۔ چونکہ مجددیت نبوت کا اصل ظل ہے۔ اس لئے امت محمدیہ ﷺ کے مجددوں کو بھی وہی شان دی گئی ہے جو انبیائے سابقین کو عطا ہوتی تھی۔ امت میں قرون اور ادوار گزرتے رہے ہیں۔ جس جس قسم کے فتن ظہور کرتے رہے۔ اسی قسم کے اصلاحی طریق لے کر مجددین امت بھی مبعوث ہوتے رہے۔۔۔ غرض یوں سمجھنا چاہیئے کہ انبیائے سابقین میں نبوت کے جن جس رنگ کی نسبتیں تھیں اتنی ہی اور اسی رنگ میں ولایت کی نسبتیں امت کے مجددوں کو عطا فرمائی گئیں تاکہ امت کے ہر طبقہ کی اصلاح اس کے مناسب طرق سے ہو" (بحوالہ علمائے ہند کا شاندار ماضی جلد اول صفحہ نمبر ۲۴۶۔۲۴۸)

اگر چہ غلام احمد پرویز (مشہور اہل قرآن مفکر) نے مہدی 'مجدد' مسیح موعود اور دوسرے ایسے تمام مناصب اور پیغمبرانہ کمالات کے حامل اولیاء اللہ کے درجات وغیرہ کا انکار کیا

ہے کہ ان تمام مناصب و کمالات کے حاملین کے تشخص سے مشابہتِ نبوت ظاہر ہوتی ہے۔ جو کہ عقیدہ ختم نبوت کی روح کے خلاف ہے۔ لیکن اس مفکر نے بھی باوجود انکار و تردید کے 'سلسلہ مجددیت کو سلسلہ نبوت سے علیحدہ قرار دیتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ 'اور حضرت شاہ ولی اللہ وغیرہ ہم کی مجددیت کو تسلیم کیا ہے۔ اور انہی بزرگوں کے اقوال و تعلیمات کے حوالے ہی سے منکرین ختم نبوت (قادیانی مرتدین) کے باطل دعووں کا رد کیا ہے۔ اس سلسلے میں غلام احمد پرویز کی یہ توجیہ بڑی قابل توجہ ہے کہ جس طرح "مجدد" کا عرصہ تجدید صرف سو سال کے لئے ہوتا ہے۔ اس کے بعد نئے آنے والے مجدد کی تعلیمات اور تجدیدی احکامات نافذ العمل ہوتے ہیں۔ حتی کہ مزید ایک سو سال گزر جائے۔ (جبکہ نبوت محمدی ﷺ کے نفاذ کا وقت قیامت تک مقرر ہے) اسی اصول پر پرکھتے ہوئے ہم بآسانی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی کا عرصہ تجدید ایک ہزار سال ہے۔ اس دوران ہر صدی کے آغاز پر مجدد آئے گا۔ مگر وہ بالآخر حضرت مجدد الف ثانی کے تجدید احکامات کے ماتحت اپنے تجدیدی احکامات نافذ کرے گا۔ جو کہ یقیناً کتاب وسنت کی برتری 'رسالت محمدی ﷺ کی تاقیامت سیادت اور سنت رسول ﷺ کی روشنی میں اصلاح انسان کو حاوی ہونگے۔ اس طرح دوسرے ایک ہزار سال میں ہر صدی کے مجدد کے تجدیدی کارناموں کا تمام صلہ (کریڈٹ) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ ہی کو جائے گا۔ (دیکھئے ختم نبوت اور تحریکِ احمدیت از غلام احمد پرویز ص ۱۶۳۔ ۱۶۵)

یہ بھی کیا ضروری ہے کہ کسی کے موافق الفاظ کو تو نہ لیا جائے اور اس کے بظاہر مخالف الفاظ لے کر متکلم کو ہدف تنقید بنایا جائے۔ مثلاً حضرت مجدد الف ثانی کے موافق عقیدہ ختمِ نبوت اقوال 'ارشادات اور تعلیمات سے اغماض برت لیا جائے۔ اور ان کے چند سطری متشابہ اقوال کو سیاق وسباق سے علیحدہ کر کے اور اس طرح اسے غلط معنی پہنا کر آپؒ کو منکرِ ختم نبوت ثابت کیا جائے جو کہ آپؒ کے ساتھ سراسر زیادتی ہے۔ (۵۹) یہ زیادتی دوسرے کئی صوفیا اور علماء کے ساتھ بھی ہوئی ہے مگر متبعین ہیں کہ اس قسم کی زیادتیوں کا تحلیلی جائزہ لے کر اپنے متبوع کی شخصیت کو معاندین کے گرائے ہوئے کیچڑ سے صاف نہیں کرتے اور مخالفین ہیں کہ پیرووں کی بے حسی کو ناکامی و عجز و جان کر زبانِ طعن دراز کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کی نظیف شخصیت بے بنیاد ہوئوں اور گھڑے گھڑائے معیارات کے درمیان لٹک کر رہ جاتی ہے۔ اس طرح یہ بزرگ آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے ایک معمہ بن کر رہ جاتے ہیں

چھٹا باب

اتہامات کا محاکمہ

اتہام "افضلیت مجدد بر صدیق اکبرؓ"

اتہام "انکار ختمِ نبوت"

اتہام "افضلیت مجدّد بر صدیق اکبرؓ"

حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی نقشبندی سرہندی فاروقی پر الزام یہ لگایا گیا کہ آپ اپنے آپ کو خلیفۃ الرسول، خلیفہ راشد اول حضرت ابو بکر صدیقؓ سے افضل قرار دیتے ہیں۔ یہ الزام بیجوہ جھوٹ کی پوٹ اور شریے پر ثابت ہوا دفتر اول کے مکتوب یازدہم کی اس عبارت کو بنیاد بنا کر آپ کے خلاف خوب خوب پروپیگنڈا کیا گیا (ترجمہ)

(کشفی سیر) "دوسری عرض ہے کہ اس مقام کے ملاحظہ کے وقت اور بہت سے مقام ایک دوسرے کے اوپر ظاہر ہوئے نیاز وعاجزی سے توجہ کرنے کے بعد جب اس پہلے مقام سے اوپر کے مقام میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت ذی النورین کا مقام ہے اور دوسرے خلفاء کا نام بھی اس مقام میں عبور واقع ہوا ہے، اور یہ مقام بھی تکمیل وارشاد کا مقام ہے اور ایسے ہی اس مقام سے اوپر کے دو مقام بھی جن کا اب ذکر ہوتا ہے تکمیل وارشاد کے مقام ہیں اور اس مقام سے اوپر ایک اور مقام نظر آیا جب اس مقام میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت فاروق اعظمؓ کا مقام ہے اور دوسرے خلفاء کا بھی وہاں عبور واقع ہوا ہے اور اس مقام سے اوپر حضرت صدیق اکبرؓ کا مقام ظاہر ہوا بعدہ اس مقام پر بھی پہنچا اور اپنے مشائخ میں حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ، کو ہر مقام میں اپنے ہمراہ پاتا تھا اور دوسرے خلفا کا بھی اس مقام میں عبور واقع ہوا ہے سوائے عبور اور مقام اور مرور اور اثبات کے کچھ فرق نہیں ہے اور اس مقام کے اوپر سوائے آنحضرت ﷺ کے اور کوئی مقام معلوم نہیں ہوتا اور حضرت صدیقؓ کے مقابل ایک اور نہایت عمدہ نورانی مقام کہ اس جیسا کبھی نظر میں نہ آیا تھا ظاہر ہوا اور وہ مقام اس مقام سے تھوڑا سا بلند تھا جس طرح کہ صفہ کو سطح زمین سے ذرا بلند بناتے ہیں اور معلوم ہوا کہ وہ مقام محبوبیت کا مقام ہے اور وہ مقام رنگین اور منقش تھا اپنے آپ کو بھی اس مقام عکس سے رنگین معلوم کیا" (بحوالہ رودِ کوثر ص ٦٦-٢٦٥، مزید دیکھئے مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر ١١)

جب حضرت مجددؒ کی اس عبارت کو بنیاد بنا کر خوب شور و غوغا کیا گیا تو آپ سے آپ کے خلیفہ حضرت سید بدیع الدین مدارؒ نے رابطہ کیا۔ جس کے جواب میں آپ نے انہیں خط (دفتر اول مکتوب نمبر ١٩٢) لکھا۔ مرزا فتح اللہ کے نام ایک مفصل خط میں آپ نے یہ وضاحت کی کہ (ترجمہ)

"وہ شخص جو اپنے آپ کو حضرت صدیقؓ سے افضل جانے اس کا حال دو امر سے خالی نہیں ہے یا وہ زندیقِ محض ہے یا جاہل...... وہ شخص جو حضرت امیرؓ (مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ) کو حضرت

صدیقؓ سے افضل کہے اہل سنت وجماعت کے گروہ سے نکل جاتا ہے تو پھر اس شخص کا کیا حال ہے جو اپنے آپ کو اُن سے افضل جانے"(حوالہ ایضاً ص ۲۶۷)

یہ ایک ایسا فتنہ تھا کہ جس نے نہ صرف یہ کہ آپ کے خلاف ایک فضا تیار کی بلکہ آپ کے کئی مرید مثلاً مرزا فتح اللہ گیلانی اور قاضی سنام وغیرہ آپ کے طریقہ سے علیحدہ ہو گئے۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ جہانگیر بادشاہ نے حضرت مجدد کو حاکم سرہند کی معرفت بلا بھیجا" حضرات القدس" کے مطابق نورالدین جہانگیر سے آپؒ کی یہ گفتگو ہوئی۔

"جبکہ آنجناب قدس سرہ' کو اس کلام کے باعث جہانگیر بادشاہ کے پاس لے گئے بادشاہ نے آپ سے پوچھا" ہم نے سنا ہے کہ آپ نے لکھا ہے کہ میرا مرتبہ حضرت صدیق اکبرؓ سے بلند ہے۔ آپ نے یہی (عبور و مرور اور اثبات کے فرق کے متعلق) جواب دیا اور ایک مثال بھی بیان کی کہ مثلاً آپ ایک ادنیٰ آدمی کو خدمت کے لئے بلائیں اور اس سے از راہ نوازش اسرار کی باتیں کریں تو لامحالہ وہ پنج ہزاری امرا کے مقام کو طے کر کے پیشی تک پہنچے گا اور پھر اپنے مقام پر واپس جا کر کھڑا ہو جائے گا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا مرتبہ امراء پنج ہزاری سے زیادہ ہو جائے اس جواب کو سن کر بادشاہ کا عتاب دور ہو گیا"(حضرت القدس دفتر دوم ص ۹۰۔۸۹ بحوالہ رود کوثر ص ۶۹۔۲۶۸)

اس کے باوجود جہانگیر نے آپ کو گوالیار کے قلعہ میں قید کر دیا۔" تفوق مجدد بر صدیق اکبر" کی بات تو محض شوشہ اور بہانہ تھی۔ معاصر مورخین نے اس قید وبند کے کئی دوسرے اسباب گنوائے ہیں۔ مثلاً

(۱) مقام صدیق اکبر سے بلندی کے خیال کا شور و غوغا۔

(۲) درباری علماء ومفسدین کی آپ کی مخالفت (جن) کے بارے میں خزینۃ الاصفیا میں لکھا ہے کہ "پس ہمہ علما بخاطر داری امرائے دربار فتویٰ بر قتل شیخ نوشتند"

(۳) مغل بادشاہ بعض سیاسی مصلحتوں کی بناء پر نہ چاہتے تھے کہ مذہبی رہنماؤں کا اثر (عوام میں) بہت بڑھ جائے۔

(۴) آپ نے بادشاہ نورالدین جہانگیر کو سجدہ نہیں کیا تھا۔ جو کہ دورِ اکبری کے مغل دربار کا رواج اور طریقہ تھا۔

(۵) آپ نے ان تمام بدعات وسئیات کی مخالفت زور روشور سے کی تھی جو دربار مغلیہ اور اس دور

کے معاشرہ میں عام تھیں۔

(۶) اس دور کے شیعہ علماء نے نور جہاں اور اس کے بھائی وزیر سلطنت آصف جاہ کے ذریعے جہانگیر کی نظر میں آپ کو مطعون کیا اور "رد الرفضہ" کا بدلہ لیا۔ (۵۵)

قطع نظر اس سے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی قید و بند کی وجوہات کی حقیقت کیا ہے۔ مقام صدیقیت کی بلندی، مقامات صحابہ و راشدین کی عظمت اور اپنی تبعیت و انکساری کا حضرت مجدد الف ثانی نے اپنی تحریروں اور مکتوبات میں تذکرہ ان الفاظ اور اس نیاز مندی سے کیا ہے کہ

"اس حقیر کی نظر میں حضرت شیخین (حضرات ابوبکر و حضرت عمر) کی تمام صحابہ کرامؓ میں سب سے نرالی شان اور بلند و بالا درجہ ہے گویا یہ دونوں حضرات کسی دوسرے کے ساتھ مشارکت ہی نہیں دیکھتے حضرت ابوبکر صدیقؓ گویا پیغمبر خدا ﷺ کے ہم خانہ ہیں۔ اگر فرق ہے تو بلندی و پستی کا ہے اور حضرت فاروقؓ بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے طفیل اس دولت سے مشرف ہیں اور دیگر تمام صحابہ کرامؓ بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہمسرا یا ہم شہر ہونے کی نسبت رکھتے ہیں۔ دریں حالات درجے کے لحاظ سے وہاں اولیائے امت کا کیا دخل ہے۔

ایں بس کہ رسد ز دور بانگ جرسم

یہ حضرات بھلا کمالات شیخینؓ سے کیا حاصل کریں جبکہ وہ دونوں بزرگ اپنی بزرگی و یکتائی کے باعث انبیائے کرام علیہم السلام میں شمار ہونے کے لائق اور ان کے فضائل کے ساتھ موصوف ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِي لَكَانَ عمرؓ۔ (۵۶)

ترجمہ۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو البتہ عمرؓ ہوتا۔

حضرت صدیق و فاروق رضوان اللہ علیہما کے مراتب عالیہ کے بارے میں آپ نے یہ فرمایا ہے۔

"حضرت صدیقؓ کی نسبت کیا بیان کیا جائے جبکہ حضرت عمرؓ کی تمام نیکیاں اُن کی ایک نیکی کے برابر ہیں جیسا کہ مخبر صادق ﷺ نے خبر دی ہے۔ اور وہ انحطاط یعنی کمی جو حضرت فاروق کو حضرت صدیق سے ہے اُس انحطاط و کمی سے زیادہ ہے جو حضرت صدیقؓ کو پیغمبر ﷺ سے ہے۔ اس پر قیاس کرنا چاہیے کہ دوسرے حضرات کا حضرت صدیق سے انحطاط کس قدر ہوگا۔ حضرات شیخین تو وصال کے بعد بھی رسول خدا ﷺ سے جدا نہ ہوئے اور ان کا حشر بھی یکجا ہوگا جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے" (۵۷)

آپ نے خلفاء راشدینؓ کی تصریح یوں فرمائی ہے: ۔

☆ "حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروقؓ کمالاتِ محمدی کے حامل ہونے اور ولایتِ محمدی علیہ السلام کے درجوں تک پہنچنے کے باوجود جانب ولایت میں گزشتہ انبیاء سے حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور جانبِ دعوت میں' جو مقامِ نبوت سے مناسب ہے' حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مناسبت رکھتے ہیں اور حضرت عثمان ذی النورینؓ مذکورہ طرفین میں حضرت نوح علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور حضرت علیؓ طرفین میں حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں اس لئے نبوت کی جانب سے ولایت کی جانب ان میں غالب ہے' اور اسی مناسبت کے باعث حضرت علیؓ کی جانب ولایت غالب ہے۔(۵۸)

☆ "حضرت صدیق اور حضرت فاروقؓ علیٰ قدرِ مراتب نبوتِ محمدی کا بوجھ اٹھانے والے ہیں اور حضرت علیؓ کو حضرت عیسیٰؑ سے مناسبت رکھنے اور جانبِ ولایت کے غلبہ کے باعث ولایتِ محمدی کا بوجھ اٹھانے والا فرمایا گیا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپکو ذوالنورین کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو"۔(۵۹)

☆ چونکہ حضرات شیخینؓ بار نبوت کے اٹھانے والے ہیں اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔(دفتر اول مکتوب نمبر ۲۵۱)

☆ حضرت علیؓ چونکہ ولایتِ محمدی کے حامل ہیں اس لئے مشائخ و اولیاء کے اکثر سلسلے ان سے منتسب ہوئے ہیں۔ اکثر اولیائے عظام جو کمالاتِ ولایت سے مخصوص ہیں ان پر حضرات شیخینؓ کی نسبت حضرت علیؓ کے کمالات زیادہ ظاہر ہوئے ہیں۔ اگر حضرات شیخین کی افضیلت پر اہل سنت و جماعت کا اجماع نہ ہوتا تو یہ حضرات کشف کے باعث حضرت علیؓ کی افضیلت کا حکم دیتے' کیونکہ حضرات شیخین کے کمالات انبیاءؑ کے کمالات سے مشابہ ہیں اور صاحبانِ ولایت کی وہاں تک رسائی نہیں ہے اور ان کے کمالات کے بلند ترین درجوں تک پہنچنے سے ان حضرات کے کشف قاصر ہیں۔(دفتر اول مکتوب ۲۵۱)

مقامِ شیخینؓ اور مقام علی المرتضیٰؓ کے بارے میں ایک کشفی واقعہ یوں رقم فرمایا تھا:۔

☆ ایک روز کسی شخص نے کہا کہ حضرت علیؓ کا نام بہشت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے۔ دل میں خیال گزرا کہ اس مقام کے اندر حضرات شیخین کی خصوصیات خدا جانے کیا

ہوں گی۔ توجہ تام کے بعد ظاہر ہوا کہ اس امت کا بہشت میں داخلہ ان دونوں حضرات کی رائے اور تجویز سے ہوگا۔ گویا حضرت صدیق بہشت کے دروازے پر کھڑے ہیں اور لوگوں کے داخل ہونے کی تجویز فرماتے ہیں اور حضرت فاروقؓ ہاتھ پکڑ کر اندر لے جاتے ہیں اور ایسا مشہور ہوتا ہے کہ گویا تمام بہشت حضرت صدیقؓ کے نور سے بھرپور ہے۔" (ایضاً)

حضرت علیؓ کے بارے میں آپ یوں رقمطراز ہیں :۔

اے بھائی! چونکہ حضرت امیر (حضرت علیؓ) ولایتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا بوجھ اٹھانے والے ہیں 'اس لئے اقطاب و ابدال و اوتاد کے مقام (جو اولیائے عزلت میں سے ہیں اور کمالات ولایت کی جانب اُن میں غالب ہے) کی تربیت حضرت علیؓ کی امداد و اعانت ان کے سپرد ہے۔ (ایضاً)۔

☆ حضرات خلفائے اربعہ کی افضلیت ان کی ترتیب خلافت کے مطابق ہے کیونکہ اہل حق کا اجماع ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد افضل البشر حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں اور ان کے بعد حضرت عمر فاروقؓ' افضلیت خلیفہ اول کی وجہ اس فقیر کے نزدیک نہ کثرتِ فضائل ہے اور نہ کثرتِ مناقب بلکہ ایمان میں اسبقیت 'مال خرچ کرنے میں اقدمیت اور تائید دین و ترویج شرع متین کے لئے اپنی جان خرچ کرنے میں اولیت ہے...... اور مذکورہ تینوں صفاتِ کاملہ کا مجموعہ صرف حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ذات ہے۔ ایمان کی اسبقیت کے ساتھ جس نے مال خرچ کرنے اور اپنی جان قربان کرنے کو جمع کیا وہ یہی صدیق اکبرؓ ہیں۔ یہ وہ دولت ہے جو ان کے علاوہ کسی کو نصیب نہیں ہوئی مرضِ وفات میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ کوئی آدمی بھی اپنی جان اور اپنا مال خرچ کرنے میں ابوبکر بن قحافہ سے بڑھ کر مجھ پر احسان کرنے والا نہیں ہے اگر میں لوگوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو یقیناً وہ ابوبکر ہوتا۔ اس مسجد کے تمام دریچے بند کر دو سوائے دریچہ ابوبکر کے۔" (۶۰)

☆ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ابوبکر و عمرؓ دونوں اس امت کے افضل ترین آدمی ہیں اور جو شخص مجھے ان پر فضیلت دے وہ مفتری ہے 'بہتان طراز ہے اور میں اسے اسی طرح کوڑے لگاؤں گا جیسے مفتری کو لگاتا ہوں۔" (۶۱)

☆ اگر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے کفر و ضلالت کا احتمال (بقول رد الرفض) رکھتے تو صحابہ کرام اپنی عدالت اور کثرت کے باوجود اُن کو پیغمبر ﷺ کا جانشین کبھی نہ بناتے۔ خلافت صدیق اکبرؓ

کی تکذیب بھی ہوتی ہے اور اس بات کو ایک بھی ایسا آدمی جو صاحبِ عقل و دانش ہو' ہرگز تسلیم نہیں کرے گا۔ ایسا سمجھنے پر اُس زمانے میں کونسی بھلائی باقی رہ جائے گی۔ (۶۲)

☆ زیادہ کیا لکھوں اور روشن ترین بدیہی بات کو اور کتنا روشن کروں' کیونکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تعریف و توصیف سے تو قرآن کریم بھی بھرا ہوا ہے۔ ایک سورۂ واللیل ہی کو دیکھ لیجئے کہ تین آیات ان کی شان میں نازل ہوئی ہیں اور صحیح احادیث تو بے شمار ہیں۔ جو ان کے فضائل پر مشتمل ہیں۔ (ایضاً)

☆ حضرات شیخین (خلیفہ اول و دوم) کی افضلیت اجماع صحابہ و تابعین سے ثابت ہے جیسا کہ اس کو اکابر نے نقل کیا ہے۔ جن میں امام شافعیؒ بھی ہیں۔ شیخ ابو الحسن اشعریؒ جو اہل سنت کے سردار ہیں۔ فرماتے ہیں کہ باقی امت پر شیخین کی افضلیت یقینی ہے اور دوسرے صحابہ پر ان کی افضلیت کا انکار کوئی جاہل یا متعصب ہی کرے گا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جو آدمی مجھے ابوبکر و عمر پر فضیلت دیتا ہے وہ مفتری ہے' میں اسے اتنے ہی کوڑے لگاؤں گا جتنے تہمت لگانے والے کو مارے جاتے ہیں۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں اور ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' شبِ معراج میں میں نے دعا کی کہ میرے بعد خلیفہ علیؓ ہو۔ فرشتوں نے عرض کی' یا رسول اللہ! جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے' وہی ہوتا ہے' آپ کے بعد خلیفہ حضرت ابوبکرؓ ہیں۔

☆ شیخ نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت تک دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک انہوں نے مجھ سے عہد نہ لے لیا کہ میرے بعد خلیفہ ابوبکر ہوں گے پھر عمر پھر عثمان اور پھر تم خلیفہ ہو گے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔" (۶۳)

☆ حضرت فاروق اعظم بلکہ خلفائے ثلاثہؓ کو کتاب و سنت میں جنت کی بشارت دی گئی ہے اور وہ حدیثیں جو خاص طور پر ان کی بشارت جنت کے متعلق وارد ہوئی ہیں وہ اپنے معتبر رواۃ کی کثرت کے سبب حدِ شہرت بلکہ معناً حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں (۶۴)

☆ جب تمام صحابہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اور فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا' ان کو جنت کی بشارت دی گئی ہے' تو پھر اکابر صحابہ کے متعلق جنہوں نے مال خرچ کرنے جہاد کرنے اور ہجرت کرنے میں سب پر سبقت حاصل کی۔ ان کی شان کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔" (ایضاً)

☆ امام محی السنۃ بغوی نے اپنی تفسیر "معالم التنزیل" میں حضرت جابرؓ سے نقل کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ان لوگوں میں سے ایک بھی دوزخ میں نہ جائے گا جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ہے اور اس کو بیعت الرضوان کہتے ہیں کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ اس قوم سے خوش ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ ایسے حضرات کو کافر کہنا جنہیں کتاب و سنت میں جنت کی بشارت ملی ہو بدترین قسم کا کفر ہے۔" (ایضاً)

☆ جاننا چاہئے کہ صحابہ کرامؓ کتاب و سنت کے مبلغ ہیں اور اجماع بھی ان کے زمانہ ہی سے وابستہ ہے اگر یہ حضرات تمام یا ان میں سے بعض مطعون ہو جائیں اور ضلالت و فسق سے متہم کر دیے جائیں تو پورے دین یا بعض دین سے اعتماد اٹھ جائے گا اور خاتم الانبیاء، افضل الرسل علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا فائدہ کم ہو کر رہ جائے گا۔ جامع القرآن حضرت عثمان ہیں بلکہ حضرت صدیق و فاروقؓ ہیں۔ اگر یہ مطعون ہو جائیں یا ان کی عدالت ختم ہو جائے تو قرآن پر کیا اعتماد رہ جائے گا؟ دین کس چیز کا نام ہو گا؟ (۴۵)

ان اقتباسات و عقائد سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ حضرت امام ربانیؒ مجدد الف ثانی تفوق خلفاء راشدین علی الخصوص حضرت صدیق اکبرؓ کی عظمت و فضیلت کے قائل ہیں۔ لہذا مخالفین کا پروپیگنڈہ پادر ہوا سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

انکار ختم نبوت کا الزام

حضرت امام ربانیؒ مجدد الف ثانیؒ فاروقی سرہندی کی عقیدہ ختم نبوت پر مشہور معروف اور واضح تعلیمات کے باوجود بھی متشکک حضرات یا منکرین ختم نبوت ﷺ حضرت مجدد کے سیاق و سباق سے علیحدہ اقوال پیش کر کے آپ کو نشانہ تنقید بناتے ہیں۔ اور آیہ قرآنی مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (احزاب۔۴۰) کا منکر ثابت کر کے آپؒ کے عظیم کارنامے کو آپؒ کے مقلدین اور عام مسلمان کی نظروں میں بے وقعت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان حضرات کے پیش کئے گئے اقتباسات میں سے صرف ایک حوالہ بطور ثبوت پیش کر کے اس پر سیاق و سباق کی روشنی میں گفتگو کی جاتی ہے۔

"پس آنحضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد آپ ﷺ کے تبعین کو تبعیت و وراثت کے طریق پر کمالات نبوت کا حاصل ہونا آپ ﷺ کی خاتمیت کے منافی نہیں ہے۔ علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام لہٰذا شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔" (مکتوب نمبر ۳۰۱ دفتر اول بنام مولانا امان اللہ)

بظاہر حضرت مجددؒ کا یہ فقرہ ختم نبوت کی قدروں کے منافی ہے اور بظاہر رسالت مآب ﷺ کی افضلیت ختم المرسلین کی روح اس سے مجروح ہوتی نظر آتی ہے لیکن اگر اس فقرہ کو خط کے سیاق و سباق کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو شک و تردد کی دھند یک لخت چھٹی نظر آتی ہے۔ سیاق و سباق درج کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد و الصلوٰۃ۔ میرے فرزند مولانا امان اللہ کو معلوم ہونا چاہیے کہ نبوت قرب الٰہی جل شانہٗ سے عبارت ہے۔ جس میں ظلیت کا شائبہ تک نہیں۔ اس کے عروج کا رخ حق جل و علا کی طرف ہوتا ہے اور

اس کے نزول کا رخ مخلوق کی طرف۔ یہ قرب بالاصالت انبیاء علیہم الصلوٰۃ و التسلیمات کا حصہ ہے اور یہ رتبہ و عہدہ ان بزرگوں علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہے اور اس رتبہ و منصب کو ختم کرنے والے حضرت سید البشر ہیں۔ علیہ و علی الہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ نزول کے بعد حضرت خاتم الرسل علیہا الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کی متابعت کریں گے۔ غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ پیروکاروں کو بھی حصہ حاصل ہے۔ اور اس مقام کے علوم و معارف اور کمالات سے بطریق وراثت پیروکاروں کو بھی حصہ ملتا ہے

؎ خاص کندہ بندہ مصلحتِ عام را

(اللہ تعالیٰ مصلحت عام کی خاطر کسی بندے کو خاص کر لیتا ہے)

تو خاتم المرسلین علیہ و آلہ و علی جمیع الانبیاء والرسل الصلوت والتسلیمات کی بعثت کے بعد بطریق وراثت و تبعیت آپ ﷺ کے پیروکاروں کو کمالات نبوت کا حصول آپ ﷺ کی خاتمیت کے منافی نہیں۔ علیہ و علی الہ الصلوٰۃ والسلام لہذا رشک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔

اے عزیز جان لے: (اللہ تعالیٰ تجھے سعادت مند کرے) کہ کمالات نبوت تک پہنچانے والے دو راستے ہیں۔ ایک راستہ تو مقام ولایت کے کمالات مفصل طور پر طے کرنے سے وابستہ ہے۔ اور تجلیات ظلیہ اور معارفِ سکریہ، جو مرتبہ ولایت کے مناصب ہیں کہ حصول پر موقوف ہے ان کمالات کے طے کرنے اور ان تجلیات کے حصول کے بعد کمالات نبوت میں قدم رکھا جا سکتا ہے۔ اس مقام میں اصل تک وصول ہوتا ہے اور ظلیت کی طرف التفات و توجہ گناہ ہے۔ اور دوسرا راستہ وہ ہے جس میں ان کمالات ولایت کے حصول کے بغیر ہی کمالات نبوت تک وصول میسر آجاتا ہے اور

یہ دوسرا راستہ کشادہ اور فراخ ہے اور وصول کے زیادہ نزدیک ہے۔" (۲۶)

فیضِ روح القدس ازباز مدد فرمائید

دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحائی کرد

(روح القدس کا فیض اگر دوبارہ مدد کرے تو دوسرے بھی وہ کام

کر سکتے ہیں جو حضرت مسیح کیا کرتے تھے (۵۹)

یہ تو تھا اس فقرے کا سیاق و سباق کی روشنی میں جائزہ۔ جو منکرین ختم نبوت پیش کرتے ہیں اور حضرت مجددؒ کو بھی اس حوالے سے اپنے ساتھ دائرہ کفر میں گھسیٹنے کی کوشش کرتے ہیں اب سیاق و سباق کی روشنی میں یہ بات واضح ہو گئی کہ معترضہ فقرہ سے پہلے آپؒ نے رسول اللہ ﷺ کو رہنما بنانے کا واضح ذکر کیا ہے۔

ایک اہلحدیث معترض مولانا عبدالغفور اثری نے اپنی تصنیف "حنفیت اور مرزائیت" میں حنفیوں کو مرزائی اور منکرین ختم نبوت ثابت کرنے ک شوق میں مکتوبات امام ربانیؒ سے کچھ اقتباسات اپنے مروج طریقہ واردات کے مطابق سیاق و سباق سے علیحدہ کر کے کتاب کے ص ۳۴ اور ص ۳۵ پر نقل کیے ہیں جن کا فرداً فرداً محاکمہ درج ذیل ہے

(ا) پس حصول کمالات نبوت مر تابعان را بطریق تبعیت و وراثت بعد از بعثت خاتم الرسل علیہ و علی آلہ وسلم جمیع الانبیاء والرسل والصلوت و تسلیمات منافی خاتمیت او نیست علیہ و علی الہ الصلوٰۃ والسلام فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِينَ (مکتوب نمبر ۳۰۱ دفتر اول بنام امان اللہ)

ترجمہ مولانا سعید احمد نقشبندی: تو خاتم المرسلین علیہ و علی آلہ و علی جمیع الانبیاء والرسل الصلوت والتسلیمات کی بعثت کے بعد بطریق وراثت و تبعیت آپؐ کے پیروکاروں کو کمالات نبوت کا حصول آپ کی خاتمیت کے منافی نہیں علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام۔ لہذا شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔

(ب) معلوم شد کہ کمالات ولایت را موافقت بفقہ شافعی است و کمالات نبوت را مناسبت بفقہ حنفی۔ اگر بفرض ضادریں امت پیغمبرے مبعوث می شد موافق فقہ حنفی عمل می کرد (مکتوب ۲۸۲، دفتر اول بنام شیخ بدیع الدینؒ مدار)

ترجمہ مولانا سعید احمد نقشبندی: معلوم ہو کہ ولایت کے کمالات فقہ شافعی کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں اور کمالات نبوت کی مناسبت فقہ حنفی کے ساتھ ہے اگر بالغرض اس امت میں کوئی پیغمبر مبعوث ہو تو وہ فقہ حنفی کے موافق عمل کرے گا۔

(ج) ترجمہ مولانا محمد احمد نقشبندی: یعنی وہ علم جو انبیاء علیہم الصلوت والتسلیمات سے باقی رہا ہے دو قسم کا ہے ایک علم احکام، دوسرا علم اسرار اور عالم وارث وہ شخص ہے جس کو ان دونوں علموں سے حصہ حاصل ہوا ہو ایسے علماء کے متعلق آں حضرت علیہ ﷺ نے فرمایا ہے عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ (میری امت کے علماء انبیائے بنی اسرائیل کی طرح ہیں (مکتوب ۲۶۸ دفتر اول بنام خانخاں)

(د) ترجمہ مولانا سعید احمد نقشبندی: جاننا چاہیے کہ شیخ بننے اور حق کی طرف خلق کو دعوت کرنے کا مقام بہت ہی عالی ہے آپ نے سنا ہوگا اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ اُمَّتِہٖ (شیخ اپنی قوم میں ایسے ہے جیسے نبی اپنی امت میں ہے) (مکتوب ۲۲۴ فتر اول بنام میر محمد نعمان بد خشی)

ان پیش کردہ تمام اقتباسات کا جواب علمی مع سیاق و سباق ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

(ا) اس مکتوب پر جوابی گفتگو اسی باب میں پیچھے گزر چکی ہے وہیں سے دیکھ لیں۔

(ب) حضرت الیاسؑ اور حضرت خضرؑ کی ملاقات اور گفتگو اور ان کے احوال بیان کرتے ہوئے امام ربانی نے مکتوب میں لکھا ہے کہ "یار مدت سے حضرت خضر علی مینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احوال کی نسبت دریافت کیا کرتے تھے چونکہ فقیر کو ان کے حال پر پوری پوری اطلاع نہ دی گئی تھی اس لئے جواب میں توقف کیا کرتا تھا آج صبح کے حلقہ میں دیکھا کہ حضرت الیاسؑ حضرت خضر علی نبینا و علیہا الصلوٰۃ والسلام روحانیوں کی صورت میں حاضر ہوئے اور تلقی روحانی یعنی روحانی ملاقات میں حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ "ہم عالم ارواح میں سے ہیں حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے ہماری ارواح کو ایسی قدرت کاملہ عطا فرمائی ہے کہ اجسام کی صورت میں متمثل ہو کر وہ کام جو جسموں سے وقوع میں آئیں یعنی جسمانی حرکات و سکنات و جسدی طاعات و عبادات ہماری ارواح سے صادر ہوتی ہیں"

اس اثنا میں پوچھا ''کیا آپ امام شافعیؒ کے مذہب کے موافق نماز ادا کرتے ہیں'' فرمایا'' ہم شرائع کے ساتھ مکلّف نہیں ہیں چونکہ قطب مدار کے کام ہمارے سپرد ہیں اور قطب مدار امام شافعیؒ کے مذہب پر ہے اس لئے ہم بھی اس کے پیچھے امام شافعیؒ کے مذہب کے موافق نماز ادا کرتے ہیں۔''

اس وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کی طاعت پر کوئی جزا مترتب نہیں ہے صرف طاعت کے ادا کرنے میں اہل طاعت کے ساتھ موافقت کرتے ہیں اور عبادت کی صورت کو مد نظر رکھتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ولایت کے کمالات فقہ شافعی کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں اور کمالات نبوت کی مناسبت فقہ حنفی کے ساتھ ہے اگر بالفرض اس امت میں سے کوئی پیغمبر مبعوث ہوتا تو فقہ حنفی کے مطابق عمل کرتا۔ اس وقت حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ کے اس سخن کی حقیقت بھی معلوم ہو گئی جو انہوں نے فصول ستہ "میں نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول کے بعد امام اعظمؒ کے مذہب کے موافق عمل کریں گے۔(دفتر اول ص ۵۸۴۔۵۸۵ ترجمہ مولانا قاضی علم الدین)

عبارت زیر حاشیہ کے ابتدائی الفاظ پر غور کریں تو لَوْ کَانَ (اگر ہوتا) کے الفاظ شرط کو ظاہر کر رہے ہیں۔ اور حدیث مبارکہ میں ایسی گفتگو سرکار رسالت مآب علیہ السلام سے بھی وارد ہوئی ہے مثلاً

(۱) قال رسول اللہ ﷺ لو کان بعدی نبیًا لکان عمر بن الخطاب (رواہ الترمذی)

(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر خطاب ہوتے۔

(۲) (ترجمہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (اپنے بیٹے حضرت ابراہیم کی وفات کے موقع پر) لَوْ کَانَ عَاشَ اِبْرَاھِیْم لَکَانَ صدیقاً نَبِیًا (اگر ابراہیم زندہ رہتے تو نبی ہوتے)

چونکہ حضور انور ﷺ کے بعد کسی کی نبوت باقی نہیں رہی قد انقطعت النبوۃ والرسالۃ (بے شک نبوت اور رسالت منقطع ہو گئی ہے) لھذا لَوْ کَانَ کے الفاظ سے ذکر کیے گئے افراد بھی انبیا نہیں ہیں۔ یعنی جب شرط نہیں رہی تو اس کی جزا بھی نہیں رہی۔ یہی انداز گفتگو امام ربانیؒ کے فقرہ زیر اعتراض میں آیا ہے کہ اگر حضورؐ نبی کریم علیہ السلام کے بعد امت محمدیہؐ میں کوئی نبی ہوتا تو وہ

اپنی شریعت کو فقہ حنفی کے مطابق چلاتا۔ اب چونکہ نبوت ہی باقی نہیں ہے لہذا اگلی بات خود بخود ختم ہو گئی۔ دراصل اس فقرے میں فضیلت فقہ حنفی کا ذکر ہے جس سے ہمارے اہلحدیث بھائیوں کو چڑ ہے اللہ ان کو اس "چڑ" سے بچنے کی توفیق دے (آمین)

(ج) اس مکتوب میں حضرت امام ربانیؒ نے علماءِ امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے دائرہ میں آنے والے اور علم نبی کے وارث علماءِ امت کا ذکر کیا ہے عبارت مذکورہ کے حصہ معترضہ کا سیاق و سباق اس طرح ہے۔

اخبار میں آیا ہے کہ اَلْعَلَمَاءُ وَرَثَۃُ الانبیاء۔ علماء انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں۔ وہ علم جو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات سے باقی رہا ہے' دو قسم کا ہے۔ ایک علم احکام' دوسرے علم اسرار۔ اور عالم وارث وہ شخص ہے جس کو ان دونوں علموں سے حصہ حاصل ہو۔ نہ کہ وہ شخص جس کو ایک ہی قسم کا علم نصیب ہو اور دوسرا علم اس کے نصیب نہ ہو کہ یہ بات وراثت کے منافی ہے کیونکہ وارث کو مورث کے سب قسم کے ترکہ سے حصہ حاصل ہوتا ہے نہ کہ بعض کو چھوڑ کر بعض سے۔ اور وہ شخص جس کو بعض معین سے حصہ ملتا ہے۔ وہ غرباء یعنی قرض خواہوں میں داخل ہے کہ جس کا حصہ اس کے حق کی جنس سے متعلق ہے اور ایسے ہی آنحضرت علیہ و علےٰ آلہ الصلوت والسلام فرمایا ہے۔ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ میری امت کے علما بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔

ان علما سے مراد علمائے وارث ہیں نہ کہ غربا کہ جنہوں نے بعض ترکہ سے حصہ لیا ہے کیونکہ وارث کو قرب جنسیت کے لحاظ سے مورث کی مانند کہہ سکتے ہیں۔ برخلاف غریم کے کہ اس علاقہ سے خالی ہے۔ پس جو شخص وارث نہ ہو وہ عالم بھی نہ ہوگا۔ مگر یہ کہ اس کے علم کو ایک نوع کے ساتھ مقید کریں۔ اور مثال کے طور پر یوں کہیں کہ علم احکام کا عالم ہے اور عالم مطلق وہ ہے جو وارث ہو اور اس کو دونوں قسم کے علم سے پورا حصہ حاصل ہو۔ اکثر لوگوں کا یہ گمان ہے کہ علم اسرار علم توحید وجودی سے مراد ہے۔ اور کثرت میں وحدت اور وحدت میں کثرت کا مشاہد کرنا اور حق تعالیٰ کے احاطہ اور سریان وجود اور قرب و معیت سے کنایہ ہے جس طرح پر کہ اسباب احوال

کے نزدیک مکشوف و مشہود ہے۔ حَاشَا وَ کَلَّا ثُمَّ حَاشَا وَ کَلَّا کہ اس قسم کے علوم و معارف علم اسرار سے ہوں۔ اور مرتبہ نبوت کے لائق ہوں۔ کیونکہ ان معارف کی بنا سکر وقت اور غلبہ حال پر ہے جو صحو کے منافی ہے۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کا علم کیا علم، احکام اور کیا علم اسرار سب صحو در صحو ہے کہ سکر کا ایک شمہ بھی اس کے ساتھ نہیں ملا ہے۔ بلکہ یہ معارف اس مقام ولایت کے مناسب ہیں جو سکر میں قدم راسخ رکھتا ہے۔ پس یہ علوم اسرار ولایت کے ہیں نہ کہ انبیا کی نبوت کے اسرار سے۔ اگرچہ نبی سے ولایت بھی ثابت ہے لیکن اس کے احکام مغلوب ہیں۔ اور احکام نبوت کے مقابلہ میں مضمحل اور ناچیز ہیں ؎

لمبے ہر جا شود مہر آشکارا سہا را جز نہاں بودن چہ مارا

بھلا جس جا پہ سورج چمکتا سُہا ہرگز نہیں واں پھر دمکتا

فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے اور تحقیق کی ہے کہ کمالات نبوت دریائے محیط کا حکم رکھتے ہیں۔ اور کمالاتِ ولایت ان کے مقابلہ میں ایک قطرۂ ناچیز کا حکم لیکن کیا کریں جن لوگوں کو کمالات نبوت تک رسائی نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ اَلْوَلَایَتُ اَفْضَلُ مِنَ النَّبُوَّتِ، ولایت نبوت سے افضل ہے

اور ایک جماعت نے اس کی توجیہ میں کہا ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔ ان دونوں گروہوں نے نبوت کی حقیقت کو نہ سمجھ کر غائب پر حکم کیا ہے۔ صحو پر سکر کو ترجیح دینے کا حکم بھی اسی حکم کے نزدیک ہے۔ اگر صحو کی حقیقت کو جانتے ہرگز سکر کو صحو کے ساتھ نسبت نہ دیتے ؎

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

(دفتر اول ص ۱۴۱-۵۴۰ ترجمہ مولانا قاضی علم الدین نقشبندی مجددی)

اس عبارت میں بھی نہ نبوت کے اجراء کا دعویٰ ہے نہ ختم نبوت کا انکار ہے صرف علماء دین کی فضیلت ذکر ہوئی ہے اور علم کی قسموں کا بیان ہے بلکہ سیاق و سباق کی روشنی میں یہ دکھایا جا چکا ہے کہ علماء امت باوجود وراث علم نبوت ہونے کے امتی ہی قرار دیئے گئے ہیں اسی طرح

سالکان طریقت باوجود زہد' عادت اور فقر و درویشی کے حامل ہونے کے مفضول ہی قرار دیئے گئے ہیں۔ مماثلت صرف ان امور و خصوصیات میں ہے اور وہ بھی انفرادی' جو ان کو علم کے طفیل اور شب و روز کی ریاضت اور روحانی ترقی کے سبب حاصل ہو گئی ہیں اس سبب کے باوجود حضرت شیخ مجدد کا اعلانِ عام ہے ۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

(و) مرشد کا ادب و رعایت کرنے اور تعلیم طریقت کی تاکید اور فقر کی سختی اور نامرادی برداشت کرنے اور تنبیہات و نصائح پر مشتمل یہ مکتوب شیخ مجدد نے لکھا ہے جس میں آپ لکھتے ہیں۔

"جاننا چاہیے کہ شیخ بننے اور حق کی طرف خلق کو دعوت کرنے کا مقام بہت ہی عالی ہے آپ نے سنا ہو گا...... کہ اَلشَّیۡخُ فِیۡ قَوۡمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیۡ اُمَّتِہٖ شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے جیسے نبی اپنی امت میں۔ ہر بے سر و سامان کو اس بلند مرتبہ سے کیا مناسبت ہے ۔

ہر گدائے مرد میداں کے شود پشہ آخر سلیماں کے شود

ترجمہ: گداہر اک نہیں ہے مرد میداں کبھی مچھر نہیں بنتا سلیماں

احوال و مقامات کا مفصل علم ہونا اور مشاہدات و تجلیات کی حقیقت کا پہچاننا۔ اور کشوف والہامات کا حاصل ہونا۔ اور واقعات کی تعبیر کا ظاہر ہونا۔ اس بلندی مقام کے لوازم سے ہے۔ وَبِدُوۡنِہَا خَرۡطُ الْقَتَادِ اور ان کے بغیر بے فائدہ رنج و تکلیف ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ طریقت کے بزرگوار اقدس سرہم بعض مریدوں کو پیشتر اس کے کہ وہ مقام شیخی تک پہنچیں کسی مصلحت اور بہتری کے لئے ایک قسم کی اجازت دیدیتے ہیں۔ اور ایک تجویز فرماتے ہیں کہ طالبوں کو طریقہ دکھائیں تاکہ احوال واقعات پر اطلاعات پائیں۔

اس قسم کی تجویز میں شیخ مقتدا کو لازم ہے کہ اس مرید مجاز کو اس کام میں بڑی احتیاط سے کام کرنے کا امر کرے۔ اور تاکید کے ساتھ غلطی کے مواد کو ظاہر کر دے۔ اور بار بار ان کے نقص پر اطلاع دے۔ اور مبالغہ کے ساتھ ان کا ناقص ہونا ظاہر کرے۔ اس صورت میں اگر شیخ حق کے ظاہر کرنے میں سستی کرے تو خیانتی ہے۔ اور اگر مرید کو وہ باتیں بری معلوم ہوں تو بد قسمت

ہے۔ کیا نہیں جانتا کہ حق تعالیٰ کی رضا مندی شیخ کی رضا مندی سے وابستہ ہے۔ اور حق تعالیٰ کا غضب شیخ کے غضب پر موقوف ہے۔

(دفتر اول ص ۸۸۔۸۷۔۳ ترجمہ مولانا قاضی عالم الدین صاحب نقشبندی مجددی)

اس عبارت میں بھی کوئی ایسی قابل اعتراض بات نہیں ہے کہ جس سے حضور علیہ ﷺ کی ختم نبوت کا انکار ہو یا اجرائے نبوت کا اقرار ہو یا جمہور کے اس عقیدہ واثقہ سے فرار ہو۔ یہ محض معترض کا اعتراض برائے اعتراض ہے۔

عُلَمَاءِ اُمَّتِیُ یا اَلشَّیُخُ فِیُ قَوُمِہٖ کی احادیث مبارکہ کی صائب تفہیم کے لئے ضروری ہے کہ ان نکات کو پیش نظر رکھا جائے۔

اول: عُلَمَاءِ اُمَّتِیُ کہہ دینا ہی ان کی مفضولیت کا اعلان ہے نبوت محمدی سے۔ اب خوامخواہ ان کی فضیلت کو انکار ختم نبوت سے منسلک کرنا یا اجراء نبوت سے ملانا بڑی ناانصافی کی بات ہے۔ "ک" (حرف تشبیہ) محض تشبیہ ہے اصل نہیں۔ جیسے کسی عامی کو بادشاہ کہہ دیا جائے تو وہ بادشاہ نہیں ہو جاتا۔ دونوں حدیثوں میں "ک" حرف تشبیہ موجود ہے۔ پھر یہ تشبیہ نہ عقلاً ہے نہ جسماً نہ منصبی ہے نہ ہمسری۔ محض تشبیہ ہے اور بس۔ بقول شیخ مجدد

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

دوم: عُلَمَاءِ اُمَّتِیُ ہوں یا اَلشَّیُخُ فِیُ قَوُمِہٖ دونوں کا کام پیغمبری ہے (اسے بھی محض مشابہت سمجھیں اور بس) مثلاً

(ا) دونوںؓ کا کام قوم کو تبلیغ و تذکیر کرنا ہوتا ہے اور تبلیغ و تذکیر اصلاً انبیاءِ کرام کا منصب ہے۔

(ب) دونوں کا کام قوم کی اور قوم کے افراد کی صلاح و فلاح کرنا ہے اصلاً یہ انبیاءِ کرام کا منصب ہے۔

(ج) دونوں کو معاشرہ میں تقدس کا مقام حاصل ہوتا ہے لوگ ان کے طرزِ عمل سے روشنی لے کر اپنی زندگیوں کے راستے بدل لیتے ہیں۔ (لہذا یہ دونوں علما اور شیوخ) اپنے معاشرے اور قوم میں نمونہ ہوتے ہیں۔ جبکہ اصل نمونہ نبی ہوتا ہے۔

سوم : جیسے کہ کتاب ہذا کی تفصیلات اور ابحاث سے یہ حقیقت ظاہر و ثابت ہو گئی ہے کہ "عالم دین" ہی شیخ قوم ہو سکتا ہے جاہل "شیخ قوم" قوم کو گمراہ تو کر سکتا ہے ہدایت کی روشنی نہیں دکھا سکتا۔ عالم، حامل علم ہوتا ہے اور شیخ، حامل عمل ہوتا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص عالم تو ہو مگر عامل نہ ہو۔ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص عامل ہو مگر عالم نہ ہو۔ دونوں صفات لازم ملزوم ہیں۔ لہذا علم اور عمل کا یہ مجموعہ معیار نبوتؐ کے بہت قریب ہوتا ہے (حامل نبوت نہیں ہوتا) یہی وجہ ہے کہ مذکورہ عبارتوں میں عالم اور شیخ کی فضیلت تو ذکر ہوئی ہے مگر انہیں "نبی" نہیں کہا گیا۔ واللہ اعلم۔

چہارم : علم نبی کی صفت ہے، عمل نبی کی صفت ہے، تزکیہ قلب نبی کی صفت ہے امر بالمعروف و نہی عن المنکر نبی کی صفت ہے صلاح و فلاح کرنا نبی کی صفت ہے بشارت و نذارت نبی کی صفت ہے دُعا تضرع خشوع نبی کی صفت ہے اور ایسے ہی لاتعداد صفات و خصوصیات ہیں۔ افراد امت کو خصائص انبیاء میں سے کسی ایک صفت سے نواز دیا جانا اسے صفاتِ نبوت کا حامل تو بنا سکتا ہے مگر نبی نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں

قیامت کے دن تمام امم سابقہ ہمارا احترام کریں گی اور کہیں گی کہ :

کان هذه الامة ان تکونوا انبياء کلها (ابوداؤد، طیالسی) "یہ امت بلحاظِ کمالات سب کے سب انبیا ہونے کے قریب ہیں" حضرت مجدد الف ثانیؒ نے متعدد صحابہ کرامؓ کو مختلف انبیاءِ عظام علیہم السلام سے تشبیہ دی ہے مثلاً حضرت صدیق و فاروق کو حضرت ابراہیمؑ سے اور حضرت موسیٰ سے۔ حضرت عثمانؓ کو حضرت نوحؑ سے حضرت علیؓ کو حضرت عیسیٰؑ سے (مکتوب ۲۵۱ دفتر اول)

مگر وہ نبی نہیں ہو گئے۔ ایسے ہی مشابہت کمالات نبوتؐ سے اولیاء اللہ (علماء امتی و شیخ فی امتی) بھی انبیاء اللہ نہیں ہو سکتے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ساتواں باب

متابعت شریعت واطاعت محمدیؐ کے داعی

تعلیمات برا تباع شریعت محمدی

متابعت محمد رسول اللہ کی تاکید

افضلیت نبوت علی الولایت

کمالات نبوت

حب رسول اور اشعار مجدد

عجز مجدد بہ بارگاہ محمد رسول اللہ

تعلیماتِ مجددؒ براتباعِ شریعت

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نقشبندی صدیقیؓ فاروقیؓ کی پیش کردہ تعلیمات اس بات پر گواہ ہیں کہ آپ نہ صرف عقیدہ ختم نبوت ﷺ کے داعی اور مدعی ہیں بلکہ آپ نے اس عقیدہ کو باربار مشرح کیا ہے عقیدہ کی وضاحت کر کے بھی اور القابات ختم نبوت کا کثرت سے استعمال کر کے بھی۔ آپ نے خود بھی یہ عقیدہ انیقہ اختیار کیا اور اس کا اظہار بھی کیا بلکہ اپنے پیروکاروں اور عقیدت مندوں کو بھی بالواسطہ یا بلاواسطہ اس کے اختیار کرنے کی تعلیم و ترغیب دی۔ آپ باوجود اس کے کہ اپنے دور کے ایک صاحب تصرف ولی اللہ، علم و فضل کے روشن مینار اور بدعات وسئیات کے پرزور مخالف ہیں۔ قرآن حدیث کی اقوال اولیاء پر برتری کو واضح کیا ہے۔ اولیاء اللہ کی تقلید کی علماء دین کی تقلید کے مقابلے میں ہرگز حمایت نہیں کی۔ اور باربار مختلف طریقوں سے کتاب و سنت کی پیروی اور علماء حق کے اقوال وار شادات اور تعلیمات و فتاوے کی برتری کے حق میں رائے دی ہے۔ سنئیے آپ کیا فرماتے ہیں

☆ "پس علمائے مجتہدین کی تقلید کرنی چاہیے اور دین کے اصول کو ان کی رائے کے مطابق ڈھونڈنا چاہیے اور صوفیائے کرام جو کچھ علمائے مجتہدین کی آراء کے خلاف کہیں یا کریں ان کی تقلید نہیں کرنی چاہیے اور ان پر حسن ظن رکھتے ہوئے ان کے طعن سے سکوت اختیار کرنا چاہیے۔ اور ان کی اس قسم کی باتوں (جو بظاہر خلاف شریعت نظر آتی ہوں) کو شطحیات میں شمار کرنا چاہیے۔" (مکتوب ۲۷۲ دفتر اول)

☆ صرف شریعت محمدی ﷺ دین و عقبیٰ کی ضامن ہے۔" (مکتوب ۳۶ دفتر اول)

☆ "اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعت محمدیہ پر ثابت قدم رکھے۔ کیونکہ یہی مقصود حیات ہے اور اسی کی اتباع پر سعادت دارین موقوف ہے۔" (مکتوب ۲۳ دفتر اول)

☆ صوفیائے کرام کا عمل حل و حرمت میں سند نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ امام ہمام ضیاء الدین شامی کی ملتقط میں ہے "اور صوفیاء کا عمل حل و حرمت میں سند نہیں ہے۔ ان کے لئے یہی کافی ہے کہ ہم ان کو معذور سمجھیں اور ان کو ملامت نہ کریں اور ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں یہاں تو امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا قول معتبر ہے نہ کہ ابو بکر شبلیؒ اور ابو الحسن نوریؒ کا عمل۔" (مکتوب ۲۶۶ دفتر اول)

☆ "جاننا چاہیے کہ ان مسائل میں سے ہر ایک مسئلہ میں جن میں کہ علماء اور صوفیاء میں باہم اختلاف ہے جب اچھی طرح نمود اور ملاحظہ کیا جاتا ہے تو حق علماء کی جانب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا راز یہ ہے کہ علماء کی نظر نے انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے باعث نبوت کے کمالات اور اس کے علوم میں نفوذ کیا ہے اور صوفیہ کی نظر ولایت کے کمالات اور اس کے معارف تک محدود رہتی ہے پس وہ علم جو نبوت کی مشکوٰۃ سے حاصل کیا جائے وہ لازماً اس علم سے جو مرتبہء ولایت سے اخذ کیا جائے کئی درجہ زیادہ صحیح اور حق ہوگا۔" (حوالہ ایضاً)

☆ "قیاس واجتہاد۔ اصول شرعی میں سے ایک اصل ہے۔ جس کی تقلید کا ہم کو امر ہوا ہے برخلاف کشف والہام کے کہ اس کی تقلید کا ہم کو امر نہیں ہے۔ اور الہام دوسروں پر حجت نہیں ہے۔ لیکن اجتہاد مقلد پر حجت ہے۔" (ایضاً)

☆ "احوال شریعت کے تابع ہیں۔ شریعت احوال کی تابع نہیں کیونکہ شریعت قطعی ہے۔ اس کا ثبوت وحی سے ہوا ہے اور احوال ظنی ہیں اور ان کا ثبوت کشف والہام سے ہوا ہے۔" (بحوالہ حضرات القدس از مولانا بدرالدین سرہندی)

☆ "تعجب ہے خام اور ناتمام درویشوں پر کہ اپنے کشف پر بھروسہ کرتے ہوئے شریعت کی مخالفت کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام آں حضرت ﷺ کے زمانے میں ہوتے۔ تو وہ بھی آپ ﷺ (کی شریعت) ہی کی پیروی کرتے۔" (حوالہ ایضاً)

☆ "پس تم پر اتباع رسول کریم الصلوٰۃ السلام اور التزام سنت اور شریعت کی پابندی لازم ہے" (مرزادارا ب ابن خان خاناں کے نام مکتوب نمبر ۱۷ دفتر اول)

☆ "عبادتے کے شرع محمدی ﷺ ازاں ناطق است" (عبادت وہی ہے جس پر شرع محمدی ﷺ ناطق ہو۔) (مکتوب ۲۷ دفتر اول)

☆ "جو لوگ شریعت کو پوست اور حقیقت کو مغز قرار دیتے ہیں وہ حقیقت (شرع محمدی) سے بے خبر ہیں۔" (مکتوب ۴۰ دفتر اول)

☆ "جو لوگ غلط فہمی کی بنا پر احوال و مواجید یا کشف و کرامات کو اپنا مقصود بنا لیتے ہیں۔ وہ کمالات شرعیہ سے محروم رہتے ہیں۔" (مکتوب ۳۶ دفتر اول)

☆ وہی سلوک یا طریقہ صوفیہ برحق ہے جو تدین و تشرع سے مربوط و وابستہ ہو۔" (مکتوب ۲۱۴ دفتر اول)

کیا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے شریعت کی پیروی کی اتنی زیادہ تاکید کے باوجود کبھی خود شریعت سے باہر قدم رکھا۔؟ اس کا جواب دین و تاریخ کے طالب علم کو آپؒ کے خطوط کے مجموعوں اور حالات زندگی کی کتابوں مثلاً حضرات القدس' زبدۃ المقامات' اور آپؒ کی اپنی تصانیف سے بآسانی مل سکتا ہے درج بالا اقتباسات تو شریعت کی پابندی کی تفصیل و تاکید کے بارے میں تھے۔ ذیل میں چند ایک اقتباسات شریعت کے تفوق اور طریقت' حقیقت' معرفت وغیرہ طریقہ ہائے صوفیہ کے تابع شریعت ہونے کے بارے میں درج کیے جاتے ہیں چنانچہ حضرت مجددؒ فرماتے ہیں۔

☆ "میں انتہائی یقین سے کہتا ہوں کہ سلوک (طریقہ صوفیہ) خادم علوم شرعیہ ہے۔" (مکتوب ۲۱۰ دفتر اول)

☆ "طریقت و حقیقت شریعت کے تیسرے جزء اخلاص کی تکمیل میں شریعت کے خادم ہیں" (مکتوب ۳۶ دفتر اول)

☆ "طریقت و حقیقت دونوں شریعت کی حقیقت ہیں۔ نہ کہ شریعت اور ہے اور طریقت و حقیقت کچھ اور۔ انہیں ایک دوسرے سے علاحدہ علاحدہ سمجھنا الحاد و زندیقیت ہے" (مکتوب ۵۷ دفتر اول)

☆ "باطنی شریعت (حقیقت و طریقت وغیرہ) پورے طور پر ظاہری شریعت (قرآن و سنت ہی) کی تکمیل کرتی ہے۔ دونوں میں ایک دوسرے سے بال برابر مخالفت بھی نہیں پائی جاتی مثلاً زبان سے جھوٹ نہ بولنا شریعت ہے اور دل کی گہرائیوں سے جھوٹ کی تردید کرنا حقیقت و طریقت ہے۔" (مکتوب ۴۱ دفتر اول)

☆ "ہر وہ حقیقت جسے شریعت رد کر دے۔ زندقہ ہی ہوتی ہے۔" (معرفت ۳۶ معارف لدینہ' (اردو ترجمہ) از مجدد الف ثانی)

☆ "اور صحیح اور قابل اعتبار علوم وہی ہیں۔ جو علوم شرعیہ کے مطابق ہوں۔ حق تعالیٰ سبحانہ' ہمیں روشن شریعت پر صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل میں ثابت قدم رکھے۔" (معرفت ۳۶۔ معارف لدنیہ)

☆ وجود باری تعالیٰ اور ایسے ہی توحید باری بلکہ نبوت محمد رسول اللہ ﷺ بھی بلکہ تمام وہ احکام جن کو آں حضرت ﷺ اللہ کی طرف سے لے کر آئے ہیں۔ (یعنی شریعت) سب کے سب بدیہی ہیں

اگر قوتِ مدرکہ "آفات رویّہ" اور "امراض معنویہ" سے محفوظ ہے تو ان امور بالا کے اثبات کے لئے (ہمیں) کسی فکر اور دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔" (مکتوب ۲۴۶ دفتر اول)

☆ "غرض جو کچھ قطعی اور اعتبار کے قابل ہے وہ صرف کتاب و سنت ہے جو وحی قطعی سے ثابت ہوئے ہیں اور فرشتہ کے نازل ہونے سے مقرر ہوئے ہیں اور علماء کا اجماع اور مجتہدین کا اجتہاد بھی انہی دو اصولوں کی طرف راجع ہے۔ ان چار شرعی اصولوں کے سوا اور جو کچھ ہو۔ خواہ صوفیہ کے علوم و معارف ہوں اور خواہ ان کے کشف و الہام۔ اگر اب اصولوں کے مواقق ہیں۔ تو قبول ہے ورنہ مردود۔ ہاں! وجد و حال کو جب تک شرع کی میزان پر نہ تولیں۔ نیم جو سے بھی نہیں خریدتے اور کشف و الہام کو جب تک کتاب سنت کی کسوٹی پر نہ پرکھ لیں نیم دام کے برابر بھی پسند نہیں کرتے۔ مجتہدین کی تقلید کرنے میں خاص اولیائے کرام عام مسلمانوں کے برابر ہیں۔ اس سلسلہ میں ان کے مکاشفات و الہامات کی کوئی برتری نہیں۔" (مکتوب ۲۱۷۔ دفتر اول)

☆ "لہذا وہ تقلید سے آزاد نہیں ہو سکتے۔ ذوالنون مصریؒ، جنید بغدادیؒ اور خواجہ ابو بکر شبلیؒ بھی اجتہادی احکام میں زید و عمر و غیرہ کی طرح مجتہدین کی تقلید کے پابند ہیں۔" (بحوالہ مسلک امام ربانی۔ مکتوب ۷۱۔ دفتر دوم)

☆ "اور وہ درویش کہ جن کے قدم شریعت میں پختہ ہیں اور جو عالم حقیقت کے اچھے واقف ہیں۔ ان کی دعاؤں کا طالب ہونا چاہیے۔" (مکتوب ۷۸۔ دفتر اول)

☆ "حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ محبت کی علامت یہ ہے کہ حضور ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ کمال بغض رکھیں اور ان (حضور سرور کائنات ﷺ) کی شریعت کے مخالفوں کے ساتھ عداوت کا اظہار کریں۔" (مکتوب ۱۲۵۔ دفتر اول)

اور تو اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے تو ایمان کامل ہی تقلیدی ایمان کو بتایا ہے۔ جو تقلید انبیاء سے حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ کہ

(۱) "وہ ایمان جو انبیائے علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقلید سے حاصل ہوتا ہے۔ وہی ایمان استدلالی ہے۔ کیونکہ صاحب تقلید دلیل کے ساتھ جانتا ہے کہ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام تبلیغ و رسالت میں صادق ہیں۔ کیونکہ وہ شخص جس کی اللہ تعالیٰ معجزات کے ساتھ تصدیق کرے۔ بیشک سچا ہے۔ پس انبیائے علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کی تائید معجزات کے ساتھ ہوئی ہے سب کے سب صادق اور راست باز ہیں تقلید غیر معتبر یہ ہے کہ ایمان میں اپنے (باپ) دادا کی تقلید کرے اور

انبیائے کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور ان کی تبلیغ کی حقیقت کو منظور نہ رکھے۔ یہ ایمان اکثر علماء کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔...... اس صاحب استدلال پر نہایت ہی افسوس ہے جو ایمان کو صرف استدلال ہی سے حاصل کرے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید اس کی دستگیری اور مدد نہ کرے۔ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ

"اے ہمارے رب ہم اس چیز کے ساتھ ایمان لائے جو تو نے نازل فرمائی (یعنی قرآن یا شریعت محمدی ﷺ) اور رسول ﷺ کی تابعداری کی۔ پس ہم کو حق کی شہادت دینے والوں میں سے لکھ دے۔) (مکتوب ۲۷۲۔ دفتر اول)

(۲) شریعت کے تین جز ہیں۔ علم، عمل، اخلاص۔ جب تک یہ تینوں جز نہ پائے جائیں۔ شریعت متحقق نہیں ہوتی۔ اور جب شریعت متحقق ہو گئی تو حق تعالیٰ سبحانہ کی رضا جو تمام دنیوی واخروی سعادتوں کا فائق واعلیٰ درجہ ہے۔ متحقق ہو گئی وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ (ترجمہ: اور اللہ کی رضا مندی سب سے بڑی بات ہے)۔ اسی لئے شریعت تمام دنیوی واخروی سعادتوں کی ضامن وکفیل ہے۔

اور کوئی ایسا مطلب ومقصود نہیں جو شریعت سے الگ ہو۔ اور انسان کو اس کی محتاجی طریقت وحقیقت جس کے ساتھ صوفیائے کرام ممتاز ہیں۔ دونوں شریعت کی خادم ہیں۔ ان دونوں سے شریعت کے تیسرے جزو یعنی اخلاص کی تکمیل ہوتی ہے لہٰذا ان دونوں سے مقصود بھی شریعت کی تکمیل ہے نہ کوئی اور امر جو شریعت کے علاوہ ہو۔" (مکتوب ۳۶۔ دفتر اول)

(۳) "اور ان دونوں علموں کے درمیان دوسرا فرق یہ ہے کہ وحی قطعی اور یقینی چیز ہے اور الہام ظنی۔ کیونکہ وحی فرشتہ کے واسطہ سے ہوتی ہے اور ملائکہ معصوم ہیں ان میں احتمال خطا نہیں ہو سکتا۔ اور الہام کا محل ومقام اگرچہ بلند ہے۔ اور وہ دل ہے۔ اور دل علم امر سے ہے۔ لیکن اس کا تعلق عقل اور نفس سے بھی کچھ قدرے ہے اور نفس اگرچہ مطمئنہ ہو چکا ہوتا ہے لیکن

ہر چند کہ مطمئنہ گردد : ہرگز ز صفات خود نگردد

(یعنی نفس اگرچہ مطمئنہ ہو جاتا ہے لیکن اپنی صفات سے ہرگز باز نہیں آتا۔)

لہٰذا خطا اور غلطی کی اس مقام (الہام) میں گنجائش اور مجال ہے۔ (مکتوب ۲۱۱ دفتر اول)

(۴) "جنت میں داخلہ اور دوزخ سے بچنا شریعت پر عمل کرنے سے ہوگا۔ انبیاء کرام صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیہم جو افضل اور بہترین کائنات ہیں۔ انہوں نے شریعت ہی کی لوگوں کو دعوت

دی ہے اور نجات بھی اسی شریعت پر موقوف ہے اور ان اکابر انبیاء کرام علیہم الصلوٰت والتسلیمات کی بعثت اور تشریف آوری سے مقصود بھی تبلیغ شرائع ہی ہے لہٰذا اعلیٰ ترین نیکی یہ ہے کہ شریعت کی ترویج میں سعی اور کوشش کی جائے اور احکام شرع میں ایک حکم کو جاری اور زندہ کرنا خصوصاً ایسے وقت میں جبکہ اسلامی شعائر مٹائے جا رہے ہوں۔ خدائے تعالیٰ عزوجل کی راہ میں کروڑہا روپیہ خیرات کر دینا بھی اس کے برابر نہیں۔" (مکتوب ۴۸ دفتر اول)

(۵) "اس نعمت عظمیٰ تک وصول سید اولین و آخرین علیہ و علیٰ الہ من الصلوٰت افضلہا و من التحیات اکملہا کی اتباع سے وابستہ ہے۔ بندہ جب تک اپنے آپ کو پورے طور پر شریعت میں گم نہ کر دے اور اوامر کی بجا آوری اور ممنوعات سے رکنے کے ساتھ مزین و آراستہ نہ کرے۔ اس دولت و نعمت کی خوشبو بندے کی روح سونگھ تک نہیں سکتی۔ شریعت کی مخالفت کے باوجود 'اگر چہ (یہ مخالفت) بال برابر ہی (کیوں نہ) ہو۔ اگر احوال و مواجید حاصل ہوں تو وہ استدراج میں داخل ہیں جو بالآخر اسے رسوا اور ذلیل کریں گے۔" (مکتوب ۸ ۷۔ دفتر اول)

(۶) "کیونکہ ولی نبی کے تابع ہے جو کچھ (ولی سے) نبی کے خلاف ہو گا۔ مردود شمار ہو گا اور باطل تصور ہو گا۔ ہاں وہ صورت جس میں نبی کی شریعت اس سے خاموش ہو۔ اور نفی و اثبات کا فیصلہ نہ کرے تو یہاں یقین کے ساتھ درجہ میں حق و باطل کے درمیان امتیاز دشوار ہے۔ کیونکہ الہام ظنی شے ہے لیکن اس عدم امتیاز کے باعث ولایت میں کچھ نقص واقع نہیں ہوتا۔ کیونکہ شریعت کی بجا آوری اور نبی کی متابعت ہی (ولی کے لئے) نجات آخرت کی ضامن ہے۔" (مکتوب ۷ ۱۰۔ دفتر اول ۶۰ الف : ۶۰ ب)

(۷) "طریقت سے مراد شریعت تک پہنچنے کا طریقہ ہے شریعت اور حقیقت الگ سے کوئی چیز نہیں۔" (معرفت ۲۵۔ معارف لدنیہ)

(۸) "تقلید کے شایان شان علوم تو (صرف) علوم شرعیہ ہی ہیں۔ نجات لبدی شافعی اور حنفی (فقہ) کی تقلید میں منحصر ہے۔" (معرفت ۲۹۔ معارف لدنیہ)

(۹) "صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع نہایت ضروری ہے۔ اس لئے کہ نجات اس کے بغیر محال ہے۔" (مکتوب ۴ ۷ دفتر اول)

(۱۰) "شریعت محمدی ﷺ تمام سابقہ شرائع کی جامع ہے اور اس کا انکار سب (شریعتوں) کا انکار اور اکا اقرار سب کا اقرار ہے۔" (مکتوب ۹ ۷ دفتر اول)

(۱۱) ”کشف والہام کی صحت کا معیار علماء اہل سنت (فقہا) کے علوم و تحقیقات ہیں۔ اگر کوئی کشف ان علوم سے بال برابر مخالف ہے وہ دائرہ صواب سے خارج ہے۔ یہی ہے (یعنی علوم شرعیہ یا فقہ) علم صحیح اور حق صریح۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے گمراہی ہے“ (مکتوب ۱۲ا دفتر اول) (۲۶)

(۱۲) ”اور جو شخص جھوٹا ہے اس پر احکام شرعیہ کا بجالانا کوہ قاف کی طرح بھاری ہوتا ہے“۔ (مکتوب ۹۵ دفتر اول)

(۱۳) ”قیامت میں شریعت کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ تصوف کے متعلق نہیں۔“ (مکتوب ۴۸ دفتر اول)

امام ربانی کے نزدیک تو کلمہ طیبہ جزو دوم (محمد رسول اللہ) پر ایمان واثبات ہی شریعت کی تکمیل و حصول پر منحصر ہے۔ اگر شریعت پر عمل نہیں یا شریعت کی مخالفت ہے۔ تو آپؒ کے نزدیک یہ کلمہ طیبہ کا عملی انکار ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

”باقی ماند جزءِ دوم ایں کلمہ مقدسہ کہ مثبت رسالت ختم الرسل است علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والتسلیمات ایں جزو اخیر محصل و مکمل شریعت است‘

(ترجمہ) باقی رہی اس کلمہ مقدسہ کے جزو دوم کی بات تو یہی مثبت رسالت ختم الرسل ﷺ ہے۔ شریعت کے حصول و تکمیل کا دارومدار اسی جزء آخر پر ہے۔ (مکتوب ۴۶ دفتر دوم)

منصور حلاجؒ (۶۱ الف) اگر چہ پابند شریعت تھے مگر طریقت میں آکر حالتِ سکر میں ان کے منہ سے کلمہ ”انا الحق“ نکل گیا۔ جو بظاہر شرعی اقدار سے متصادم ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے علاوہ کوئی بھی ”حق“ نہیں ہے۔ لہذا کسی انسان کا اپنے بارے میں دعویٰ حق کرنا دوسرے لفظوں میں ”دعویٰ خدائی“ ہے جو کہ شریعت کی نظر میں کفر ہے۔ یا اگر ایک مسلمان یہ دعویٰ کرے تو اصطلاحاً اس کا یہ کفر ارتداد کہلائے گا۔ اسی بناء پر اہل شرع نے منصور حلاج کے قتل کا حکم دیا۔ حضرت امام ربانی نے جہاں منصورؒ کے پابند شریعت ہونے کو سراہا ہے۔ وہاں اس کے دعویٰ انا الحق کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا بلکہ اس کی وجہ سے حلاج کو درجہ کاملین میں شمار نہیں کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ

۱: ”جو سچا ہے وہ سکر و مستی و بے تمیزی کے باوجود شریعت کے خلاف ایک بال برابر بھی کوئی عمل نہیں کرے گا۔ (حضرت) منصورؒ انا الحق کہنے کے باوجود (قید خانہ میں زنجیروں کے ساتھ جکڑا ہوا ہونے کی حالت میں) ہر شب پانچ سو رکعت نماز نفل ادا کرتے تھے۔“ (مکتوب ۹۵ دفتر دوم)

۲: ”نیز غلبہ حال کے ظہور سے پہلے اسلام اور کفر کے درمیان امتیاز نہ کرنا جس طرح اہل

شریعت کے نزدیک کفر ہے۔اہل حقیقت کے نزدیک بھی کفر ہے۔اور قابل مذمت ہے اور اہل شریعت اور اہل طریقت کے درمیان اگر کچھ اختلاف ہے۔ تو وہ غلبہ حال کی صورت میں ہے۔ جیسا کہ منصور حلاج کا معاملہ ہوا۔ جو کہ مغلوب الحال تھا۔اہل شریعت نے اس کے کفر کا حکم دیا ہے۔اہل حقیقت نے نہیں۔ تاہم اہل حقیقت کے نزدیک بھی کوتاہی اس کی دامن گیر ہے۔وہ (اہل حقیقت)اسے کاملین میں شمار نہیں کرتے۔"(معرفت ۲۵۔معارف لدنیہ)

درج بالا تمام اقتباسات اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اہل طریقت میں ہونے کے باوجود اہل شریعت کے تفوق کے قائل ہیں۔شریعت کی پابندی کو مدار نجات سمجھتے ہیں شریعت و طریقت کی حقیقت کو ایک قرار دیتے ہیں۔ان کے نزدیک طریقت کا شریعت سے الگ ہونا الحاد و زندقہ ہے۔ انہوں نے طریقت کو شریعت کی خادم قرار دیا ہے۔اور مخالف شریعت اولیاء اللہ کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے اگرچہ وہ اہل تصوف کے نزدیک کتنے ہی معتبر کیوں نہ ہوں۔اس کے باوجود یہ خیال کرنا کہ حضرت مجدد مخالفت شریعت میں عقیدہ ختم نبوت میں متردد تھے۔یا خود مدعی نبوت تھے۔یا اجرائے نبوت کے قائل تھے۔یا اجرائے نبوت کو ختم نبوت کے منافی نہ سمجھتے تھے۔وغیرہ وغیرہ تو یہ کتنی ناانصافی کی بات ہے۔هذا بهتان عظیم و افکٌ قدیم ۔

متابعتِ محمد رسول اللہ ﷺ کی تاکید

پابندی شریعت محمدی کے علاوہ حضرت مجدد متابعتِ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بھی ایک امتی مسلمان کی لئے عموماً اور ایک امتی ولی کے لئے بالخصوص لازمی سمجھتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ جو تابع ہو۔ اور اپنی تابعیت کا اقرار کرے وہ برابری یا عظمت کا خیال بھی دل میں لاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ آیئے دیکھیں کہ حضرت مجدد متابعتِ محمدی ﷺ کا دوسروں اور اپنے لئے کس شدومد سے اعلان کر رہے ہیں اور تبعیت محمدی ﷺ کے دائرہ سے باہر نکلنے والے کے لئے کیا حکم لگاتے ہیں۔

(ا) ''انبیائے کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل متبعین کمال متابعت اور کثرت محبت کے باعث بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی بخشش وعنایت سے اپنے اتباع کردہ انبیاء کے تمام کمالات کو جذب کر لیتے ہیں اور پورے طور پر ان کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں (قول و عمل میں' درجہ وحیثیت میں نہیں۔) یہاں تک کہ اتباع کردہ انبیاء اور اتباع کرنے والے اولیاء کے درمیان اصالت وتبعیت اور اولیت وآخریت کے سوا کچھ فرق نہیں رہتا۔ (مکتوب ۲۴۸ دفتر اول)

(ب) مشائخ قدس اسرارہم میں سے جس نے شطحیات (۶۱ ب) کے طور پر کلام کیا ہے۔ اور ظاہر شریعت کے مخالف باتیں کہی ہیں۔ یہ سب کفر طریقت کے مقام میں واقع ہوا ہے۔ جو کہ سکر و بے تمیزی کا مقام ہے۔ جو بزرگ حقیقی اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں۔ وہ اس قسم کی باتوں سے پاک وبری ہیں۔ اور ظاہر وباطن میں انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء کرتے ہیں اور انہی کے تابع رہتے ہیں۔ (مکتوب ۹۵ دفتر دوم)

(ج) جو حضرات رسول اللہ ﷺ کی متابعت میں کامل تر ہوتے ہیں ان کو انبیاء بنی اسرائیلؑ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ (مکتوب نمبر ۲۶۵ دفتر اول)

(د) قیلولہ (دوپہر کا مختصر آرام) جو متابعت رسول ﷺ کی نیت سے ہو ان کروڑوں شب بیداریوں سے افضل ہے جو متابعت رسول ﷺ سے محروم ہوں۔ عید الفطر کا افطار جس کا شریعت نے حکم دیا ہے لبد الاباد روزے رکھنے سے افضل ہے۔ اہل ریاضت بہت کچھ مجاہدے کرتے ہیں لیکن اگر وہ شریعت مطہرہ کے مطابق نہ ہوں تو بے کار و بے سود (مکتوب ۱۱۴ دفتر اول)

(ح) زندگی چندروزہ اگر سید الاولین والآخرین ﷺ کی متابعت میں بسر کی جائے تو امید نجات ابدی

ہے۔ورنہ کوئی امر خیر ہوان ﷺ کی متابعت کے بغیر ہیچ در ہیچ ہے۔

محمد عربی کہ آبروئے ہر دو سرا است کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

ترجمہ : حضرت محمد ﷺ جو کہ دونوں جہاں کے لئے سرمایہ آبرو ہیں اگر کوئی ان کے در کی خاک نہیں ہوا تو اس کے سر میں خاک۔(مکتوب ۱۶۵ دفتر اول)

(و) اللہ تعالیٰ ہم کو اطاعت رسول پر (جو کہ عین حق ہے) ثابت قدم رکھے۔آمین۔(مکتوب ۱۵۲ دفتر اول)

(ز) تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے جس نے ہم کو سید المرسلین حضرت محمد ﷺ کی تابعداری سے مشرف فرمایا۔(مکتوب ۲۸۸ دفتر اول)

(ہ) رمضان شریف کے اعتکاف کے سلسلہ میں اپنے متوسلین سے فرمایا کہ "صرف رسول اللہ ﷺ کی متابعت کی نیت کرو۔ ہمارا "تبتل و انقطاع" کیا شئے ہے۔" آپ ﷺ کی متابعت حاصل ہونے کے لئے ہم کو سو پابندیاں قبول ہیں۔ اور توسل متابعت کے بغیر ہم کو سو "تبتل و انقطاع" قبول نہیں۔(زبدۃ المقامات)

(ط) ہم کیا اور ہمارا عمل کیا۔ جو کچھ بھی ہم کو ملا ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ اور اگر اس کے کرم کے لئے کوئی شئے بہانہ ہوئی تو وہ سید الاولین و سید الآخرین ﷺ کی متابعت ہے۔ (بحوالہ زبدۃ المقامات)

(ی) بحرمت نبی کریم ﷺ۔ اور ہم کو آنحضرت ﷺ کی ظاہری و باطنی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے جو اس دعا پر آمین کہے۔(مکتوب ۵۴ دفتر اول)

(ک) آپ کے اکثر خطوط کا اختتام اس دعا پر ہوا ہے (ا): اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں متابعت نبوی ﷺ پر قائم رکھے۔ ۲ : حق سبحانہ و تعالیٰ ہم مفلسان بے سروسامان کو سید الاولین والآخرین ﷺ کی دولت اتباع سے مشرف کرے۔

(ل) کمال متابعت فرع کمال محبت است بآن سرور ﷺ (آں سرور ﷺ کی محبت میں ڈوبے بغیر کمال متابعت کا تصور ہی ممکن نہیں۔(مکتوب ۱۶۵ دفتر اول)

(م) ولی جو کمال بھی حاصل کرتا ہے اور جس درجہ تک پہنچتا ہے وہ اپنے نبی ﷺ کی پیروی کے طفیل میں پہنچتا ہے۔(مبداء و معاد ص ۲۱۶)

(ن) ہر فضیلت آنحضرت ﷺ کی سنت کی پیروی اور ہر کمال آپ ﷺ کی شریعت کے اتباع سے

وابستہ ہے۔(مکتوب ۱۱۴ دفتر اول)

(س) ایمان بالغیب ہی حق ہے اور جملہ جزئیات میں اتباع سنت ہی ارتقاء روحانی کی آخری منزل ہے نہ کہ حقائق کشفیہ کو خضر راہ بنانا۔(حضرت مجدد الف ثانی کا نظریہ توحید از ڈاکٹر برہان احمد فاروقی)

(ع) محال است سعدی کہ راہ صفا　　توآں رفت جز پر پئے مصطفیٰ

ترجمہ: اے سعدی محال ہے کہ صفائی کی راہ پر مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کے بغیر چلا جائے۔(مکتوب نمبر ۱۲۱ دفتر دوم)

(ف) یہ بات صرف اسی وقت پیدا ہوتی ہے کہ سنت سید الاولین والآخرین ﷺ کی ظاہر اُوباطناً ہر طرح سے پوری پوری اتباع کی جائے۔(مکتوب ۱۱۰ دفتر اول)

(ص) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے مکتوب ۵۴ دفتر دوم میں متابعت نبی کریم ﷺ کے سات مراتب بتائے ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔

اول: پہلا درجہ عوام اہل اسلام کے لئے ہے۔ یعنی تصدیق قلبی کے بعد اور اطمئنان نفس سے پہلے جو کہ درجہ ولایت سے وابستہ ہے' احکام شریعہ کا بجالانا اور سنت سنیہ کی متابعت کرنا۔

دوم: دوسرا درجہ آنحضرت ﷺ کے ان اقوال و اعمال کا اتباع ہے جو باطن سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً اخلاق کا درست رکھنا اور بری عادتوں کا دور کرنا۔

سوم: متابعت کا تیسرا درجہ آنحضرت ﷺ کے ان احوال' اذواق و مواجید کی اتباع ہے جو ولایت خاصہ کے مقام سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ درجہ ان ارباب ولایت کے ساتھ مخصوص ہے جو مجذوب سالک یا سالک مجذوب ہیں۔

چہارم: کمالات ولایت خاصہ کے حاصل ہونے کے بعد نفس کے مطمئن ہونے اور اعمال صالحہ کی حقیقت بجالانے کا درجہ ہے جو متابعت محمدی ﷺ کا چوتھا درجہ ہے۔

پنجم: متابعت کا پانچواں درجہ آنحضرت ﷺ کے صرف ان کمالات کا اتباع ہے جن کے حاصل ہونے میں علم و عمل کا دخل نہیں۔ بلکہ ان کا حاصل ہونا اللہ تعالیٰ کے محض فضل و کرم پر موقوف ہے۔ یہ درجہ نہایت ہی بلند ہے۔

ششم: متابعت کا چھٹا درجہ آنحضرت ﷺ کے ان کمالات کا اتباع ہے جو آنحضرت ﷺ کے مقام محبوبیت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اس درجہ میں کمالات کا فیضان محض محبت پر موقوف ہے۔ جو فضل و احسان سے برتر (مقام) ہے۔

ہفتم : متابعت کا ساتواں درجہ وہ ہے جو نزول و ھبوط سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ پہلے تمام درجات کا جامع ہے۔ اس میں تصدیق قلبی بھی ہے اور تمکین قلبی بھی اور نفس کا اطمئنان بھی۔ کامل تابعدار وہ شخص ہے جو متابعت کے ساتوں درجوں سے آراستہ ہو۔

(ق) سب سے اعلیٰ نصیحت یہی ہے کہ حضرت سید المرسلین ﷺ کا دین اور آپ کی متابعت اختیار کریں۔ (مکتوب ۹ ادفتر دوم)

(ر) عرض کیا گیا "یارسول اللہ ﷺ! وہ ناجی گروہ کن لوگوں پر مشتمل ہوگا۔" نبی کریم ﷺ نے فرمایا! "وہ گروہ ان لوگوں کا ہوگا جو میری اور میرے صحابہ کی متابعت کریں گے۔" اس نجات پانے والے گروہ کا نام اہلسنت و جماعت ہے کیونکہ یہی حضرات نبی کریم ﷺ آپ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تابعداری کا التزام کرتے ہیں۔ اے اللہ ہمیں اہلسنت و جماعت کے معتقدات پر قائم رکھ اور انہی حضرات کے زمرہ میں ہمارا خاتمہ کر اور ان کے ساتھ ہی ہمارا حشر و نشر فرما۔ آمین۔ (مکتوب ۶۶ دفتر دوم)

(ش) سعادت دارین کی دولت سید کونین ﷺ کی اس متابعت پر موقوف ہے جس کی وضاحت اور طریقہ علمائے اہلسنت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم نے بیان کیا ہے۔ (مکتوب ۵ ۷ دفتر اول)

(ت) تو اے لوگو! متابعت کرو ہمارے سردار، ہمارے مولا ہمارے شفیع اور ہمارے دلوں کے طبیب جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی۔ (مکتوب ۷۱ دفتر اول)

(ض) اخروی نجات اور ابدی فلاح سید الاولین اور الآخرین کی اتباع سے وابستہ ہے اسی لئے ایک مسلمان حضور ﷺ کی متابعت سے درجہ محبوبیت پر فائز ہو جاتا ہے۔ اور آپ کی متابعت کے ذریعہ سے ہی مرتبہ عبدیت پر مشرف ہو سکتا ہے۔ جو تمام مراتب کمال سے بالا ہے۔ اور مقام محبوبیت کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ (مکتوب ۱۱۰ دفتر اول)

خود اپنے صوفیانہ، عالمانہ، مجددانہ اور مصلحانہ کمالات کے حصول کو متابعت رسول ﷺ کا اجر قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

(ظ) جو علوم معارف مجھ سے ظاہر ہوئے ہیں وہ احاطہ ولایت سے خارج ہیں اور ارباب ولایت علمائے ظاہر کی طرح ان کے ادراک سے عاجز اور ان کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ یہ علوم مشکوٰۃ انوار نبوت ﷺ سے مقتبس ہیں۔ (مکتوب ۴ دفتر دوم)

(غ) جب تک اللہ تعالیٰ نے اس فقیر کو اتباع پیغمبر ﷺ کی برکت سے کمالات نبوت کے مقام پر

فائز نہیں فرمایا۔ اور ان کمالات سے وافر حصہ عطا نہیں فرمایا۔ مجھ پر بذریعہ کشف شیخین کے یہ فضائل واضح نہیں ہوئے تھے۔ (مکتوب ۲۵۱ دفتر اول)

(ے) رسول اللہ ﷺ سے کسی فعل میں ادھوری متابعت کے عوض (بھی) ہزار شب بیداریوں کو میں نہ خریدوں۔ (زبدۃ المقامات)

لیکن حضرت خاتم الرسل علیہ و علیہم و علی آل کل الصلوٰت والسلام کی متابعت کے وسیلہ سے میری ولایت کا کاروبار ہی دوسرا ہے۔ (مکتوب ۹۵، دفتر سوم)

(☆) جس طرح حضور ﷺ علوم شریعت بذریعہ وحی حاصل فرماتے تھے صوفیائے کرام انہیں بذریعہ کشف حاصل کرتے ہیں۔ اور انہیں یہ استعداد و صلاحیت حضرت ﷺ کی طفیل میں آپ ﷺ کی اتباع کامل کی بدولت ملتی ہے (مکتوب ۳۰ دفتر اول)

(☆) کوئی فضیلت آں حضرت ﷺ کی متابعت کی برابری نہیں کر سکتی۔ (بحوالہ زبدۃ المقامات)

(☆) اولوالعزم انبیاء و مرسلین بھی اتباع خاتم الانبیاء ﷺ کی تمنا کرتے رہے ہیں۔ بلاشبہ اگر حضور ﷺ کے عہد مبارک میں (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) زندہ ہوتے تو ان کو بھی رسول ﷺ کی اتباع کرنا پڑتی۔ آپ ﷺ کی اتباع کی فضیلت کے باعث ہی آپ ﷺ کی امت تمام امتوں سے افضل اور بہتر ہے (مکتوب ۲۶۸ دفتر اول)

(۲) "لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت اور پیروی میں کوشش کرنا بندے کو مقام محبوبیت تک لے جاتا ہے تو ہر عقل مند اور دانشمند پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع میں ظاہراً اور باطناً پوری سعی اور کوشش کرے (مکتوب ۱۴۱۔ دفتر اول)

(۳) "طریقت اور شریعت ایک دوسرے کا عین ہیں۔ ان کے درمیان بال برابر بھی مخالفت نہیں۔ فرق صرف اجمال و تفصیل اور استدلال اور کشف کا ہے جو چیز بھی شریعت کے خلاف ہے وہ مردود ہے "كُلُّ حَقِيقَةٍ رَدَّتْهُ الشَّرِيعَةُ فَهُوَ زَنْدَقَةٌ"

(ہر وہ حقیقت جسے شریعت رد کردے مردود اور باطل ہے۔)

شریعت کو قائم رکھتے ہوئے حقیقت کو طلب کرنا مردوں کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ سبحانہ ہمیں اور تمہیں سید البشر علیہ و علی الہ الصلوٰت والتسلیمات والتحیات کی ظاہر و باطن میں متابعت پر استقامت نصیب فرمائے (مکتوب ۴۳ دفتر اول)

(۴) "آپ ﷺ وہ بلند ہستی ہیں کہ آپ ﷺ کی دوستی کے طفیل رب تعالیٰ اپنے اسمائی اور صفاتی

کمالات کو میدان ظہور میں لایا۔ اور آپ ﷺ کو بہترین تمام کائنات قرار دیا۔ علیہ من الصلوٰت افضلھا ومن التسلیمات اکملھا۔ آپ ﷺ کے اتباع کا ایک ذرہ تمام دینوی لذتوں اور اخروی نعمتوں سے کئی درجے بہتر ہے۔ فضیلت روشن سنت کی متابعت کے ساتھ وابستہ ہے اور بزرگی آپ ﷺ کی شریعت کی بجا آوری کی ساتھ مربوط ہے۔ علیہ وعلی الہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ" (مکتوب ۱۱۴۔ دفتر اول)

(۵) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ؒ نے اپنے مکتوبات کا آغاز وانجام اس دُعائیہ فقرے سے کیا کرتے تھے۔

والسلام علیکم وعلی سائر من الھدی اتبع الھدی والتزم متابعة علیه وعلی اله الصلوٰت والتسلیمات

(سلام ہو آپ پر اور ان تمام لوگوں پر جو ہدایت کی راہ پر چلے اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

اتنے حوالے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ؒ متابعت محمدی ﷺ کی بار بار تاکید کرتے ہیں۔ اور متابعت محمدی ﷺ کے طفیل فضائل وکمالات اور سعادت دارین کی خوش خبری سناتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

متابعت محمدی ہی کو نجات کا سامان قرار دیتے ہیں اور اسے ہی رب کریم اور رسول کریم ﷺ کی نظر میں باعث سرخ روئی گردانتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

افضلیت نبوت علی الولایت

حضرت مجدد الف ثانی" منصب نبوت کو نہ اپنے لئے نہ کسی اور ولی اللہ کے لئے جائز سمجھتے ہیں اور تو اور آپ" تو اکابر اولیاء اللہ کو مقام صحابیت سے فروتر قرار دیتے ہیں۔ آپ افضلیت نبوت اور تبعیتِ ولایت کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ پرجوش داعی بھی ہیں۔ یہ دیکھئے آپ اپنے درج ذیل اقوال میں کیا سمجھا رہے ہیں۔

(۱) مقامِ ولایت سے اوپر مقام شہادت ہے اس سے اوپر مقامِ صدیقیت ہے۔ مقام ولایت اور شہادت کا درمیانی بعد ان دونوں تجلیوں کے درمیانی بعد سے کئی درجے زیادہ ہے مقام شہادت اور صدیقیت کے درمیان جو فرق ہے اسے نہ تو کسی عبارت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے اور نہ کسی اشارہ سے بیان کیا جاسکتا ہے۔ اس مقامِ صدیقیت سے اوپر سوائے مقامِ نبوت کے اور کوئی مقام نہیں اور ممکن نہیں کہ مقامِ صدیقیت اور نبوت کے درمیان کوئی مقام ہوا ہو۔ اور یہ جو بعض اہل اللہ نے ان دونوں مقاموں کے درمیان واسطہ ثابت کیا ہے۔ اس کا نام قربت رکھا ہے (مکتوب ۱۸۔ دفتر اول (۶۲)

(۲) طریقہ نقشبندیہ کے سر حلقہ حضرت صدیق اکبرؓ ہیں جن کا مرتبہ تمام مخلوق میں بعد الانبیاءؑ ہے۔ (مکتوب ۲۲۱ دفتر اول) (۶۳)

(۳) اقطاب ارشاد میں سے جو فرد (شخص) کامل ترین ہوتا ہے۔ وہ حضرت خاتم الرسل علیہ و علیہم من الصلوٰت افضلہا و من التسلیمات اکملہا کے قدم پر ہوتا ہے۔ اور اس فرد کا کمال حضور اکرم ﷺ کے کمال کے مطابق ہوتا ہے ان دونوں میں فرق اصل ہونے اور تابع ہونے کا ہی ہوتا ہے۔ (یعنی حضور ﷺ اصل اور اقطاب رحمہم اللہ تعالیٰ تابع) (معرفت ۳۵ معارفِ لدنیہ)

(۴) اور حضرت رسالتِ خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام تو رحمتِ عالمیان ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی قطب ارشاد بھی ہیں۔ جاننا چاہیے کہ ولایت شہادت اور صدیقیت کے مقامات میں سے ہر مقام کے علوم و معارف الگ الگ ہیں جو اسی مقام سے مناسبت رکھتے ہیں (معرفت ۳۵ معارف لدنیہ)

(۵) اس کائنات میں موجود کسی بھی چیز کو صحبت کے برابر قرار نہ دو۔ آیا تمہیں یہ حقیقت نظر نہیں آئی کہ رفاقت و صحبت نبوی کی برکت سے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو انبیا علیہم السلام کے سوا ہر ایک پر فضیلت حاصل ہو گئی۔ خواجہ حضرت اویس قرنی یا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہی کیوں نہ

ہوں حالانکہ دونوں صحبتِ نبویؐ کے علاوہ بزرگی و کمالات کے انتہائی مرتبے پر فائز تھے۔
(مکتوب ۱۲۰۔ دفتر اول)

(۶) مرتبہ ولایت میں علوم زیادہ تر سکر آمیز ہوتے ہیں کیونکہ اس مرتبہ میں سکر غالب ہے۔ اور ہوش مغلوب۔ اور مرتبہ شہادت میں جو درجاتِ ولایت میں سے دوسرا درجہ ہے۔ سکر مغلوب ہو جاتا ہے۔ اور ہوش غالب آجاتا ہے لیکن سکر بالکل زائل نہیں ہوتا۔ اور درجہ صدیقیت میں جو مراتبِ ولایت میں سے تیسرا مرتبہ ہے۔ اور درجاتِ ولایت کی آخری (حد) ہے۔ کہ اس کے اوپر ولایت کا کوئی درجہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کے اوپر نبوت کا مرتبہ ہے۔ اس درجہ کے علوم سکر سے بالکل آزاد ہوتے ہیں صدیق انہی علومِ شرعیہ کو الہام کے ذریعہ سے حاصل کرتا ہے۔ جب کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام وحی کے ذریعہ سے حاصل فرماتے ہیں۔ صدیقؓ اور نبیؑ کا فرق (محض) حاصل کرنے کے طریقے میں ہے۔ ماٰخذ میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں حق تعالیٰ سے ہی حاصل کرتے ہیں۔ لیکن صدیقؓ نبی کی پیروی کی وجہ سے ہی اس درجہ تک پہنچتا ہے۔ نبی اصل ہے اور صدیق اسکی فرع ہے۔ نیز یہ کہ نبیؑ کے علوم قطعی ہوتے ہیں اور صدیقؓ کے علوم ظنی ہوتے ہیں نیز یہ بھی کہ نبی کے علوم دوسروں پر حجت بھی ہوتے ہیں اور صدیقؓ کے علوم دوسروں پر حجت نہیں ہوتے
(معرفت ۳۶۔ معارف لدنیہ از حضرت امام مجددؒ)(۶۴)

مقام صدیقیت کی طبقاتِ اولیاء اللہ سے برتری اور مقام نبوت سے کمتری کا ذکر کرنے کے بعد اب حضرت مجددؒ کے وہ اقوال وارشادات پیش خدمت ہیں جو مقام ولایت کے مقام نبوت سے کمتری و تبعیت پر دال ہیں۔ چنانچہ آپ صراحتاً فرماتے ہیں:

(ایک) اس بیان سے ظاہر ہوا۔ کہ امت کا کوئی فرد بھی خواہ وہ کمالات میں کتنے ہی بلند مقام پر پہنچ چکا ہو۔ اپنے پیغمبر کے ساتھ برابر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ تمام کمالات اس پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی حاصل ہیں اور دوسرے پیروکاروں کے کمالات بھی اور اسی طرح وہ فرد کامل کسی پیغمبر کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا اگرچہ اس پیغمبر کی کسی نے بھی پیروی نہ کی ہو۔ اور اس کی دعوت کو قبول نہ کیا ہو کیونکہ ہر پیغمبر بالاصل صاحب دعوت ہے (مکتوب ۵۷ دفتر دوم)

(دو) اس کے باوجود بھی امت امت ہے اور پیغمبر پیغمبر۔ امت خواہ کتنی ہی سربلند ہو جائے اور خواہ کتنی ہی بلندی پیدا کرلے بہت بڑی دولت ہے اگر اس کا سر پیغمبر کے پاؤں تک پہنچ جائے۔ (مکتوب نمبر ۸۸ دفتر سوم)

(تین) انبیائے کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل تبعین کمال متابعت اور کثرت محبت کے باعث بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی عنایت و بخشش سے اپنے متبوع انبیاء کے تمام کمالات کو جذب کر لیتے ہیں۔ اور پورے طور پر ان کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ متبوع انبیاء اور اتباع کرنے والے اولیاء کے درمیان اصالت و تبعیت اور اولیت آخریت کے سوا کچھ فرق نہیں رہتا۔ اس امر کے باوجود کوئی تابع (اتباع کرنے والا) خواہ وہ افضل الرسل ﷺ کے تبعین میں سے ہو۔ کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ اگرچہ وہ (نبی دوسرے) نبیوں میں سب سے کم درجہ کا نبی ہو۔ (۶۵) (مکتوب ۲۴۸۔ دفتر اول)

(چار) اور ولایت کے بہت سے درجے ایک دوسرے کے اوپر ہیں۔ کیونکہ ہر نبی کے قدم پر ایک ولایت ہے۔ جو اس نبی سے مخصوص ہے اور اس کے درجات میں سے بلند اور اعلیٰ درجہ وہی ہے جو ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم پر ہے۔ کیونکہ وہ تجلی ذاتی جس میں اسماء صفات اور شیون و اعتبارات کا نہ اثبات کے طور پر اور نہ ہی نفی کے طور پر کچھ اعتبار ہے وہ سرور کائنات ﷺ کی ولایت ہی سے مخصوص ہے۔ (مکتوب ۲۱۔ دفتر اول)

(پانچ) فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ طریقت و حقیقت دونوں شریعت کے خادم ہیں۔ اور نبوت ولایت سے افضل ہے۔ اگرچہ اس نبی کی ولایت ہو۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ کمالات ولائت کو کمالات نبوت کے ساتھ کچھ نسبت نہیں ہے۔ کاش کہ ان کے درمیان قطرہ اور دریا کی سی نسبت ہوتی۔ (مکتوب ۲۶۱ دفتر اول)

(چھ) فقیر تحقیق کی ہے کہ کمالات نبوت دریائے محیط کا حکم رکھتے ہیں اور کمالات ولائت ان کے مقابلہ میں ایک قطرہ ناچیز کا حکم۔ لیکن کیا کریں کہ جن لوگوں کو کمالات نبوت تک رسائی نہیں ہے انہوں نے کہا ہے۔ الولایۃ افضل من النبوۃ (ولایت نبوت سے افضل ہے) اور ایک جماعت نے اس کی توجیہہ میں کہا ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔ (یعنی کسی نظریہ اور تاویل سے بھی غیر نبی کو نبی پر افضل نہیں سمجھا جاتا) ان دونوں گروہوں نے نبوت کی حقیقت کو نہ سمجھ کر غائب پر حکم کیا ہے۔ صحو پر سکر کو ترجیح دینے کا حکم بھی اسی حکم کے نزدیک ہے۔ اگر صحو کی حقیقت کو جانتے تو ہرگز سکر کو صحو کے ساتھ نسبت نہ دیتے۔۔۔۔ اس قدر تو سمجھنا چاہیے۔ کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات نے جو اس قدر بڑائی حاصل کی ہے۔ تو وہ نبوت کی راہ سے کی ہے نہ کہ ولایت کی راہ سے۔۔۔ اگر ولایت کو نبوت پر کچھ زیادتی ہوتی۔ تو ملائکہ ملائے اعلیٰ، جن کی ولایت تمام (قسم

کی) ولائتوں سے اکمل ہے' بھی انبیاء سے افضل ہوتے (جبکہ ایسا نہیں ہوا (۶۶) اور اس طائفہ میں سے ایک گروہ نے جب ولایت کو نبوت سے افضل جان کر ملائے اعلیٰ کی ولایت کو انبیاء کی ولایت سے اکمل دیکھا تو ناچار ملائکہ کو انبیاء سے افضل کہہ دیا۔ اور تمام اہل سنت سے جدا (ہو کر دور) جا پڑے۔ (مکتوب ۲۶۸۔ دفتر اول)

(سات) "سالک مقامات عروج میں کبھی اپنے آپ کو انبیاء کے مقام میں پاتا ہے بلکہ بعض اوقات معلوم کرتا ہے کہ ان مقامات سے بھی بلند چلا گیا ہے حالانکہ سب کا اس بات پر اجماع اور اتفاق ہے کہ فضیلت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہے۔" حضرت مجددؒ نے اسی عبارت کی تشریح کرتے ہوئے گفتگو اس نکتہ پر ختم کی ہے کہ آخر کار "سالک کا نام ان انبیاء کے مقامات میں بہت نیچے ہوگا۔" (مکتوب ۲۰۸۔ دفتر اول)

(آٹھ) ولی کی ولائت اپنے نبی کے اجزائے ولایت کا ایک جز ہے۔ ولی کو کتنے ہی بلند ترین درجات نصیب ہو جائیں۔ وہ سب درجات اسی نبی کے اجزائے درجات میں سے ہی ایک جز ہوں گے اور جز کتنی ہی عظمت پیدا کر لے کُل سے کم تر ہی ہوگا۔ (مبدا و معاد (اردو) ص ۲۱۸)

(نو) انبیاء علیہم السلام سب خلق میں افضل ہیں اور سب سے بہتر دولت انہی کو نصیب ہے۔ اور ولایت نبوت کا جز ہے۔ اور نبوت کل ہے۔ پس نبوت ولایت سے افضل ہے۔ خواہ ولایت نبی کی ہو یا ولی کی ہو۔ (مکتوب ۹۵ دفتر اول)

(دس) آگاہ ہی! بعض اکمل ولی جو کمالات نبوت سے یا فنائے تام وبقائے اکمل سے مشرف ہوئے وہ بھی باتباع نبی ﷺ حالت صحو میں ہوتے ہیں اور خلق کو ہدایت کرتے ہیں۔ (مکتوب ۱۰۸ دفتر اول)

(گیارہ) کمالات نبوت کے مقابلے میں کمالات ولایت کی کچھ مقدار نہیں آفتاب کے مقابلے میں ذرہ کی کیا مقدار ہے (مکتوب ۲۵۱ دفتر اول)

(بارہ) بعض مشائخ نے سکر کی حالت میں کہا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ اور بعض دوسرے مشائخ نے اس (افضل) ولایت سے نبی کی ولایت مراد لی ہے۔ تاکہ نبی پر ولی کی فضیلت کا وہم رفع ہو جائے لیکن حقیقت میں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ کیونکہ نبی کی نبوت اس کی ولایت سے افضل ہے۔ نبوت کی شان اس سے بلند وبرتر ہے۔ اس حقیقت کا سمجھنا اہل سکر کے لئے دشوار ہے لیکن مستقیم الاحوال (اہل صحو) مشائخ اس معرفت کے ساتھ ممتاز ہیں۔ (مکتوب ۱۰۸ دفتر اول)

(تیرہ) اور جنہوں نے کہا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ وہ اہل سکر اور ایسے اولیاء اللہ ہیں

جن کو کمال عروج کے بعد رجوع الی الخلق حاصل نہیں ہوا۔ کیونکہ ان کو کمالات نبوت سے زیادہ حصہ حاصل نہیں ہوا اور آپ کی نظر سے گزرا ہو گا کہ فقیر نے اپنے بعض رسالوں میں تحقیق کی ہے کہ نبوت ولایت سے افضل ہے۔ اگرچہ اس نبی کی (اپنی ہی) ولایت ہو۔ اور یہی حق ہے۔ اور جس نے اس کے برخلاف کہا وہ مقام نبوت کے کمالات سے ناواقف ہے۔ (مکتوب ۲۵۱ دفتر اول)

(چودہ) ارباب ولایت کا ہاتھ کمالات نبوت کے دامن تک نہیں پہنچ سکتا اور ارباب کشف کا کشف کمالات نبوت کے راستے میں ہی رہ جاتا ہے کمالات ولایت نبوت کے کمالات کے سامنے "کالمطروح فی الطریق" ہیں لہذا یہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ کمالات ولایت کمالات نبوت کی طرف عروج کرنے کا صرف ذریعہ ہیں (مسلک امام ربانی' مکتوبات کی روشنی میں ص ۵۲_۲۵۱)

(پندرہ) امام غزالیؒ وامام الحرمین (عبدالملک جوینی) اور صاحب فتوحات مکیہ (علامہ محی الدین اکبر ابن العربیؒ) اس بات کے قائل ہیں کہ خاص فرشتے خاص انسانوں سے افضل ہیں۔ اور جو کچھ اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ فرشتہ کی ولایت نبی علیہ الصلوٰۃ السلام کی ولایت سے افضل ہے لیکن نبوت اور رسالت میں نبی کے لئے ایک ایسا درجہ ہے کہ جس تک فرشتہ نہیں پہنچا ہے اور اس فقیر پر یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ کمالات ولایت 'کمالات نبوت کے مقابلہ میں کسی گنتی میں نہیں ہیں۔ کاش کہ ان کے درمیان وہ نسبت ہی ہوتی۔ جو قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ ہے کہ اس ولایت (مراد اپنی یا دوسرے اولیاء اللہ کی ولایت ہے) کی انتہا اس ولایت (مراد انبیاء کرام کی ولایت ہے) کی ابتداء ہے انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کی نبوت کے کمالات کے بارے میں (یہ بندہ ناچیز) کیا لب کشائی کرے جب کہ (عام قسم کی) نبوت کی ابتداء (بھی خاص قسم کی) ولایت کی انتہاء ہے۔ (مکتوب ۳ دفتر دوم)

(سولہ) اوپر نیچے ولایت کے بہت سے درجات ہیں۔ کیونکہ ہر نبی کے قدم پر ایک ولایت ہے۔ جو اس سے خاص ہے اور سب سے اعلیٰ درجے کی ولایت وہ ہے۔ جو ہمارے نبی علیہ وعلیٰ جمیع اخوانہ من الصلوٰت اتمہا ومن التحیات ایمانما۔ اس لیئے کہ تجلی ذاتی جس میں اسماٴ صفات شیؤن واعتبارات کا نہ بطور ایجاب اور نہ بطور سلب 'کوئی اعتبار نہیں ہے یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور علم وعین ہر لحاظ سے تمام وجودی اور اعتباری حجابات کا اٹھ جانا اسی مقام میں حاصل ہوتا ہے۔ اس وقت وصل پوری طرح نصیب ہوتا ہے۔ اور وجد درجہ گمان میں نہیں بلکہ

حقیقتاً حاصل ہو جاتا ہے۔ حضور علیہ کی اتباع کرنے والوں میں سے کاملین کو نصیب کامل اور حصہ وافر اس نادر الوجود مقام سے عطا ہوتا ہے۔ (مکتوب ۲۱ دفتر اول)

(معترہ) اس گفتگو سے بہر حال یہ بات ثابت ہو گئی کہ ہر نبی کی شریعت اس کی ولایت کے مناسب ہوتی ہے اور اس شریعت کی اتباع و پیروی اس نبی کی ولایت تک پہنچا دیتی ہے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضور نبی اکرم علیہ کے بعض پیروکاروں کو آپ کی ولایت سے کوئی حصہ نہیں ملتا۔ بلکہ وہ دوسرے انبیاء کرام کے قدموں پر ہوتے ہیں اور ان کی ولایت سے حصہ پاتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت تمام انبیاء کرام کی شریعتوں کی جامع ہے۔ اور جو کتاب (قرآن مجید) آپ علیہ پر نازل ہوئی ہے وہ تمام آسمانی کتابوں کو شامل ہے پس اس شریعت کی اتباع تمام پہلی شریعتوں کی اتباع ہے تو اپنی استعداد کی مناسبت کے اندازہ کے مطابق جو بعض انبیاء کے ساتھ ہوتی ہے بعض حضرات ان انبیاء سے ولایت اخذ کرتے ہیں۔ اور اس میں کچھ حرج نہیں بلکہ میں کہتا ہوں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت بھی تمام انبیاء کی ولایتوں کو حاوی ہے علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات۔

تو ان ولایتوں تک پہنچنا در حقیقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خصوصیت رکھنے والی ولایت کے اجزاء میں سے ایک جزو تک پہنچنا ہے۔ اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت تک نہ پہنچنے کا سبب آپ علیہ کی کمال متابعت میں کمی کے باعث ہوتا ہے۔ اور اس کمی کے بہت سے درجات ہیں اس لئے کہ ولایت کے درجات میں بھی فرق و تفاوت ہوتا ہے۔ اور اگر آپ علیہ کا کمال اتباع میسر آجاتا۔ تو آپ علیہ کی ولایت تک وصول ممکن ہو جاتا۔ یہ اعتراض اس وقت واقع ہوتا ہے۔ جبکہ دوسرے انبیاء کرام کی شریعتوں کے پیروکاروں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت خاصہ حاصل ہو جائے۔ علیہم الصلوٰت والتسلیمات والتحیات۔ اور جب یہ بات نہیں تو اعتراض بھی وارد نہیں ہوتا۔ (مکتوب ۷۔ دفتر اول)

(اشارہ) یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ جو چیز احکام سکر سے تعلق رکھتی ہے وہ مقام ولایت میں سے ہے۔ اور جو شے صحو سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ مقام نبوت سے ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے کامل اتباع کرنے والوں کو بواسطہ صحو انبیاء کرام کے متبع ہونے کے طور پر اس مقام سے حصہ ملتا ہے

شیخ بایزید بسطامیؒ کے پیروکار سکر کو صحو سے افضل قرار دیتے ہیں۔ اس لئے (کہ) شیخ

بایزید بسطامیؒ قدس سرہ' فرماتے ہیں۔

لوائی ارفع من لواءِ محمد ﷺ

(ترجمہ) میرا جھنڈا محمد ﷺ کے جھنڈے سے زیادہ بلند ہے۔(۶۷)

یہ بزرگ اپنے جھنڈے کو ولایت کا جھنڈا قرار دیتے ہیں۔ اور حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جھنڈے کو نبوت کا جھنڈا۔ پھر لوائے ولایت کو' جس کا رخ سکر کی طرف ہے۔ لوائے نبوت پر' جس کا تعلق صحو سے ہے' ترجیح دیتے ہیں۔ اسی قبیل سے ہے یہ جملہ جو بعض (اہل سکر) سے صادر ہوا ہے۔

الولایۃ افضل من النبوۃ (ولایت نبوت سے افضل ہے)

یہ بات کہنے والوں کا خیال ہے کہ ولایت کا رخ خدا تعالیٰ کی طرف ہے۔ اور نبوت کا مخلوق کی طرف۔ اور اس میں شک نہیں کہ خالق کی طرف رخ مخلوق کی طرف رخ ہونے سے افضل ہے اور بعض نے اس جملے کی یوں توجیہہ کی ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔ لیکن اس فقیر کے نزدیک اس طرح کی باتیں دور از کار ہیں کیونکہ نبوت میں رخ صرف مخلوق کی طرف نہیں بلکہ مخلوق کی طرف توجہ کے باوجود حق تعالیٰ کی طرف بھی توجہ موجود رہتی ہے نبی کا باطن خدا تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے اور ظاہر مخلوق کے ساتھ۔ اور جس کی کل توجہ مخلوق کی طرف ہی ہو اور خالق سے بالکل غیر متعلق ہو۔ ایسا شخص بد قسمت ہوتا ہے انبیاء کرام علیہم الصلوٰت والتسلیمات تمام موجودات سے افضل ہیں لہٰذا بہترین دولت و نعمت بھی انہیں کا حصہ ہے ولایت نبوت کا جزو ہے اور نبوت کل ہے۔ لہٰذا نبوت ہی افضل ہے۔ خواہ نبی کی ولایت ہو یا ولی کی ولایت۔ تو ثابت ہوا کہ صحو سکر سے زیادہ افضل ہے کیونکہ سکر صحو میں مندرج ہے۔ جس طرح ولایت نبوت میں مندرج ہے۔ وہ صحو اور ہوش جو عوام الناس کو حاصل ہے خارج از بحث ہے ۔۔۔۔ علوم شرعیہ جن کا مصدر و منبع مرتبہ نبوت ہے سراسر صحو ہے اور علوم شرعیہ کے مخالف جو کچھ ہے سکر سے ہے صاحب سکر معذور ہوتا ہے۔ تقلید کے لائق صحو کے علوم ہیں سکر کے علوم لائق تقلید نہیں ہیں (مکتوب ۹۵ دفتر اول)

(انیس) علماء کرام نے اس کا ایک اور حل بھی تجویز کیا ہے۔ کہ جزئیات میں سے ایک جزء میں غیر نبی کی اگر نبی پر فضیلت لازم آجائے تو کچھ حرج نہیں بلکہ ایسی فضیلت کا وقوع بھی ہو چکا ہے جیسا کہ شہدا کے بارے میں وہ فضیلت کی باتیں وارد ہو چکی ہیں جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰت

والتسلیمات کے متعلق وارد نہیں اس کے باوجود فضیلتِ کُلّی نبی کی ذات کے لئے ہی ہے علیہ وعلی الہ الصلوٰۃ والتسلیمات۔ للہٰذا ایسی صورت میں غیر نبی کو اس جزئی (فضیلت) کے کمالات میں سیر واقع ہو۔ اور اپنے آپ کو اس مقام بلند تر پر پائے تو اس کی گنجائش ہے۔ اگرچہ وہ مقام بھی اُسے نبی کی متابعت سے ہی نصیب ہوا ہے اور نبی کے لئے بھی بمطابق حدیث مبارکہ مَنْ سَنَّ سُنَّۃً فَلَہٗ اَجْرُھَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا (ترجمہ: جو شخص نیک طریقہ جاری کرے تو اس کے جاری کرنے اور جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے۔ سب کا ثواب اسے ملے گا۔) مکمل حصہ ملتا ہے تو جب غیر نبی کو نبی پر فضیلتِ جزئی جائز ہے تو غیر نبی پر بطریق اولیٰ (دوسروں کی فضیلت جزئی ثابت ہوتی ہے۔) (مکتوب ۱۹۲ دفتر اول)

(بلیس) ولایت کا درجہ اول حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم کے نیچے ہے۔ (یعنی اول درجے کے اولیاء اللہ کا سر آپؑ کے قدموں تک پہنچتا ہے۔) اس کا رب صفت تکوین ہے۔ جو افعال کے صادر ہونے کا منشا ہے اور درجہ دوم حضرت ابراہیم علی نبینا وعلی الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے (یعنی دوسرے درجے تک پہنچنے میں اولیاء اللہ کا رابطہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہے) اور حضرت نوح علیہ السلام بھی (حضرت ابراہیم علیہ السلام سے) اس مقام میں مشارکت رکھتے ہیں۔ ان کا رب صفت العلم ہے۔ جو صفات ذاتیہ میں سے اجمع ہے اور درجہ سوم حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیرِ قدم ہے (یعنی اس درجہ کے اولیاء اللہ کا رابطہ ولایتِ موسوی سے آگے نہیں بڑھتا) اس کا مقام شیونات سے شان الکلام ہے۔ اور درجہ چہارم حضرت عیسیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے اس کا رب صفات سلبیہ سے ہے۔ جو مقام تقدس و تنزیہہ ہے نہ ثبوتیہ سے۔ اور اکثر ملائکہ کرام اس مقام میں حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مشارکت رکھتے ہیں۔ اور ان کو اس مقام میں شانِ عظیم حاصل ہے۔ اور درجہ پنجم خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰت والسلام کے زیر قدم ہے۔ آپ کا رب رب الارباب ہے جو صفات و شیونات و تقدیسات و تنزیہات کا جامع اور ان کمالات کے دائرہ کا مرکز ہے اور مرتبہ شیونات و صفات میں اس رب جامع کی تعبیر شان العلم کے ساتھ مناسب ہے۔ کیونکہ یہ شان عظیم الشان تمام کمالات کا جامع ہے۔ اسی مناسبت کے سبب سے آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملت ہوئی اور ان کا قبلہ ان کا قبلہ بنا۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام (مکتوب ۲۶۰ دفتر اول)

انبیائے علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے کامل تابعدار کمالِ متابعت اور زیادہ محبت کے باعث بلکہ محض عنایت و بخشش سے اپنے متبوع انبیاء کے تمام کمالات کو جذب کر لیتے ہیں۔ پورے طور پر اُن (کمالات) کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ تابعوں اور متبوعوں کے درمیان سوائے اصالت اور تبعیت اور اولیت اور آخریت کے کچھ فرق نہیں رہتا باوجود اس امر کے کوئی تابعدار اگرچہ افضل الرسل کے تابعداروں سے ہو۔ کسی نبی کے مرتبہ کو اگرچہ وہ تمام انبیاء سے کم درجہ کا ہو۔ نہیں پہنچ سکتا یہی وجہ ہے حضرت صدیقؓ جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں۔ ان کا سر ہمیشہ اس کے نیچے رہتا ہے۔ جو تمام پیغمبروں میں سے نیچے درجے کا ہے ۔۔۔ اور یہ جو پہلے مذکور ہوا۔ کہ کامل تابعدار کمال متابعت کے سبب اپنے متبوعوں کے کمالات جذب کر لیتے ہیں، مراد ان سے متبوعوں کے اصلیہ کمالات ہیں نہ کہ مطلقہ۔ تاکہ تناقض پیدا نہ ہو۔ بلکہ یہ لوگ انبیاء میں سے اپنے ہر ایک نبی کی مخصوصہ ولایت سے بہرہ ور ہوئے ہیں اور سب امتوں کے درمیان یہی امت تابعداری کے سبب اس تجلی سے مخصوص ہے اور اس دولتِ عظمیٰ سے مشرف ہے یہی وجہ ہے کہ یہ امت خیر الامم ہے۔ اور اس امت کے علماء (انبیائے) بنی اسرائیل کی طرح ہیں۔ (مکتوب ۲۴۸۔ دفتر اول)

(بائیس) پس اس امت کے اولیائے کرام باوجود اس امت کے خیر الامم ہونے اور اپنے پیغمبر ﷺ کے افضل الرسل ہونے کے کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ اگرچہ ولی کو اپنے پیغمبر کی متابعت کے واسطہ سے مقام مابہ الافضلیت سے حصہ ملا ہوا ہے فضیلتِ کُلی صرف انبیاء کرام کو حاصل ہے۔ اولیائے کرام طفیلی ہیں۔ (مکتوب ۲۸۷۔ دفتر اول)

(تئیس) کیونکہ ان بزرگوں (صحابہ کرامؓ) کو حضور خیر البشر علی الہ الصلوٰت والتسلیمات کی پہلی صحبت میں ہی بطریق اندراج نہایت در ہدایت وہ کچھ میسر آ گیا۔ جو کامل اولیائے امت کو نہایت پر پہنچ کر بھی بہت کم ہی میسر آتا ہے لہٰذا (حضرت) وحشیؓ (بن حرب) قاتل سیدنا حضرت حمزہؓ جو صرف ایک بار صحبتِ خیر البشر علیہا الصلوٰۃ والسلام میں پہنچا۔ حضرت اویس قرنیؒ جو خیر التابعین ہیں، سے افضل قرار پایا۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے پوچھا گیا۔ حضرت معاویہؓ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ؟ تو آپؒ نے فرمایا وہ غبار جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حضرت معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوا وہ کئی درجے عمر بن عبدالعزیزؒ سے افضل ہے۔ (مکتوب ۵۸۔ دفتر اول)

(چوبیس) مگر ایسا نہیں ہے۔ پس وہ فضیلت جو نبی کو نبوت کی راہ سے حاصل ہوئی ہے۔ وہ اس فضیلت سے کئی گنا زیادہ ہے جو ولایت کی راہ سے حاصل ہو۔ پس افضلیت مطلق انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے اور جزئی فضیلت ملائکہ کرام کے لئے ہے۔ پس بہتر وہی ہے جو جمہور علمائے کرام شکر اللہ تعالیٰ سعیہم نے کہا ہے۔ اس تحقیق سے یہ بھی ظاہر ہو گیا۔ کہ کوئی ولی کسی نبی کے درجہ تک نہیں پہنچتا۔ مگر اس ولی کا سر ہمیشہ اس نبی کے قدم کے نیچے ہوتا ہے۔ (مکتوب ۲۶۶۔ دفتر اول' اٹھارہواں عقیدہ)

(پچیس) کمالات نبوت کے مقابلے میں کمالات ولایت کی کچھ مقدار نہیں' آفتاب کے مقابلہ میں ذرہ کی کیا مقدار ہے سبحان اللہ۔ بعض لوگ کج بینی سے ولایت کو نبوت سے افضل جانتے ہیں اور شریعت کو جولب لباب بے پوست سمجھتے ہیں بے چارے کیا کریں۔ ان کی نظر شریعت کی صورت تک ہی محدود ہے اور پوست کے سوا مغز کا کچھ بھی حصہ ان کے ہاتھ نہیں آیا۔ (مکتوب ۴۶ دفتر دوم)

(چھبیس) جان لینا چاہئیے کہ صوفیوں کی غلطیوں میں سے ایک غلطی یہ ہے کہ کبھی سالک مقامات عروج میں اپنے آپ کو دوسرے حضرات سے بلند (مقام) پر پاتا ہے۔ جن کی افضلیت علماء کے اجماع سے ثابت ہو چکی ہے حالانکہ یقیناً اس سالک کا مقام ان بزرگوں کے مقامات سے نیچے ہے۔ بلکہ یہ اشتباہ کبھی کبھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت بھی کہ جو قطعی طور پر بہترین خلائق ہیں' واقع ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔ (مکتوب ۲۲۰۔ دفتر اول)

(ستائیس) اس قسم کا تفرقہ بھی اکابر مستقیم الاحوال تجویز نہیں کرتے۔ محبت رسول ﷺ پر غلبہ محبت حق کو۔ سکر حال کے قبیل سے سمجھتے ہیں۔ اور زائد بات جانتے ہیں۔ ہاں! یہ بات ضرور ہے کہ مقام کمال میں جو کہ مرتبہ ولایت ہے۔ محبت رسول ﷺ غالب ہوتی ہے۔ (دفتر اول مکتوب ۱۵۲)

(اٹھائیس) اور حال یہ ہے کہ کسی امت کا کوئی ولی بھی اس امت کے صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ پھر اس امت کے نبی کے درجہ کو کیسے پہنچے گا۔ (مکتوب ۲۴۔ دفتر سوم)

(انتیس) تو ان فقیران بے سرو سامان (خود اپنے اور اپنے متبعین کی طرف اشارہ ہے) کی کیا ہستی ہے کہ (یہ) آپ ﷺ کی مخالفت کریںگے (معرفت ۴۱۔ معارف لدنیہ)

(تیس) اے فرزند! نبی ﷺ کا کامل تابعدار جب اپنی تابعداری کے سبب سب کمالات نبوت کو

حاصل کرلیتا ہے۔ پھر اگر وہ اہل مناصب سے ہے۔ تو منصب امامت سے اس کو سرفراز کرتے ہیں۔ اور جب ولایت کبریٰ کے کمالات کو تمام کرلیتا ہے۔ اور اہل منصب سے ہوتا ہے۔ تو اس کو منصب خلافت سے مشرف کرتے ہیں۔ (مکتوب ۲۶۰۔ دفتر اول)

درج بالا اقتباسات سے یہ حقیقت اب روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک کسی پہلو اور کمال سے بھی کسی ولی اللہ کا کسی نبی اللہ پر تفضل کا نظریہ بے معنی و فضول ہے۔ اس نظریہ کا رد ضروری ہے اگر کسی ولی اللہ کے کسی سکر یہ قول کی تاویل ہو سکتی ہو جو فضیلت ولایت علی النبوت پر ہو تو اس کی تاویل کی جائے گی (۶۸) ورنہ اس قول کو چھوڑ دیا جائے گا۔ اور قائل کو بھی حالت جذب میں ہونے کی وجہ سے مطعون نہیں کیا جائے

ان اقتباسات سے یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ خواہ مخواہ کے معترضین کے اعتراضات بالکل بے حقیقت اور بودے ہوتے ہیں ورنہ شیخ مجدد کے اقوال وارشادات کے بیان کے بعد اعتراض و جرح کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ واللہ اعلم بالصواب

کمالاتِ نبوت

حضرت امام ربانیؒ مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے متعدد اقوال میں ایک چیز کا بار بار ذکر آیا ہے۔اور وہ ہے "کمالات نبوت"۔اور یہی وہ کمالات نبوت ہیں۔ جن کے بعد از وصال محمد رسول ﷺ باقی رہنے اور اولیائے امت کو منتقل ہونے کی اولیاء اللہ نے خبر دی ہے مثلاً حضرت مجدد الف ثانیؒ نے متعدد مقامات پر اولیاء اللہ کو کمالاتِ نبوت کے حصول کا ذکر کیا ہے۔ذیل میں اسی سلسلے کی چند مثالیں دی گئی ہیں۔

یک : ہر چند منصب نبوت ختم ہو چکا ہے مگر انبیا علیہم السلام کے کامل متبعین کو وارثِ انبیا ہونے کی حیثیت سے نبوت کے کمالات و خصائص میں سے مل جایا کرتا ہے۔(مکتوب نمبر ۶ دفتر دوم)

دو : اور حضرت عمر فاروقؓ کے متعلق (رسول اللہ ﷺ) نے فرمایا۔"اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتے"یعنی وہ لوازم و کمالات جو نبوت میں درکار ہیں وہ تمام حضرت عمرؓ رکھتے تھے (مکتوب نمبر ۲۵۱ / دفتر اول)

سہ : حضرت خاتم الرسل (ﷺ) کا مبداء تعین شان العلم ہے۔اس مقام کے مرکز یعنی مقامِ اجمال کے کمالات حضرت خاتم الرسل (ﷺ) کے نصیب ہیں۔(مکتوب نمبر ۲۶۰ / دفتر اول)

چہارم : پس آں حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد آپؐ کے متبعین کو تبعیت و وراثت کے طریق پر کمالات نبوت کا حاصل ہونا آپ (ﷺ) کی خاتمیت کے منافی نہیں ہے۔(مکتوب ۳۰۱ / دفتر اول)

پنج : اے عزیز جان لے کر کمالات نبوت تک پہنچانے والے دو راستے ہیں۔ایک راستہ تو مقام ولایت کے کمالات متصل طور پر طے کرنے سے وابستہ ہے......ان کمالات کے طے کرنے اور ان تجلیات کے حصول کے بعد کمالات نبوت میں قدم رکھا جا سکتا ہے (حوالہ ایضاً)(۶۹)

حضرت مجددؒ کے یہ پانچ اقتباسات بطور نمونہ پیش کئے گئے ہیں۔ورنہ آپؒ نے مکتوبات

اور دوسری تصانیف میں بیسیوں جگہ کمالات نبوت کا ذکر کیا ہے۔ یہ کمالات نبوت کیا ہیں۔ اگر دینی تعلیمات میں تھوڑا سا تدبر کیا جائے۔ تو یہ بات اظہر من شمس ہو جائے گی۔ کہ ہر نبی میں بحثیت نبی چند کمالات دوسرے لوگوں (یعنی انبیاء کے حواریوں، متبعین اور عام امت)۔ سے مختلف پائے جاتے تھے مثلاً حضرت داؤدؑ کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جایا کرتا تھا۔ یا حضرت موسیٰؑ کا عصا بوقت ضرورت ان کے کام آیا کرتا تھا۔ اور بعض موقع پر تو یہ عصا آپ کی صداقت کا نشان بنا۔ مثلاً قرآن مجید میں یہ واقعہ ذکر ہوا ہے کہ جب آپؑ فرعون کے درباری جادوگروں کے جادوئی سانپوں کے مقابلے میں اپنا عصا زمین پر پھینکا تو وہ اژدہا بن گیا۔ اور تمام چھوٹے چھوٹے سانپوں کو نگل گیا۔ اس پر فرعونی جادوگروں نے تحیر سے کہا کہ اِنَّ ھٰذَا لَسَاحِرٌ عَلِیْمٌ (بیشک یہ ایک ماہر جادوگر ہے) (۷۰) حضرت موسیٰؑ کا ہاتھ بغل میں رکھنا اور پھر باہر نکالنا اور اس کی چمک کا کمال جس کا قرآن نے یوں ذکر کیا ہے وَنَزَعَ یَدَہٗ فَاِذَا ھِیَ بَیْضَاءُ لِلنَّاظِرِیْنَ (اور اس نے ہاتھ کو نکالا تو وہ دیکھنے والوں کے لئے چمکتا روشن تھا) بالکل ایسے ہی حضرت عیسیٰؑ کا احیائے موتی کا کمال مٹی کے پرندوں کو پھونک مار کر اڑانے کا کمال، اندھوں کو بینا اور کوڑھی کو فوراً تندرست کرنے کا کمال۔ کیا یہ کمالات نبوت ہی نہ تھے؟ یقیناً یہ کمالات نبوت تھے۔ پھر حدیث کے مطالعہ سے چند اور کمالات نبوت کا ثبوت ملتا ہے۔ مثلاً پیغمبر کہے تو بے جان کنکریں کلمہ پڑھ کر آپ کی نبوت کی شہادت دیں۔ نبی حکم کرے تو درخت جڑوں سے اکھڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔ آپؐ خواب میں جو کچھ بھی دیکھیں جاگنے پر وہ حقیقت بن کر ظاہر ہو۔ کم کھانا لاتعداد لوگوں کو کافی ہو۔ زبان کی تاثیر ہر خاص و عام پر ظاہر ہو۔ یہ کمالات نبوت ہی تو ہیں جنہیں اصطلاحاً معجزہ کہتے ہیں۔ نبی علیہ السلام کے لئے نماز تہجد کا فرض ہونا، نبیؐ کا خطرناک حد تک کم خوراک کھانا اور دوسروں سے زیادہ طاقتور اور شجیع ہونا۔ عبادت میں غایت درجہ انہماک اور خشوع و خضوع، سب کمالاتِ نبوت ہی تو ہیں۔ اور یہ سب انبیاء کو تائید ایزدی سے ہی عطا ہوتے ہیں۔ اولیاء اللہ بھی ان کمالات کو اتباع نبوت پیروی سنت اور پابندی شریعت کے دائرے میں رہ کر عبادت و ریاضت اور مجاہدہ کے اشغال سے بفضلِ تائید ایزدی حاصل کر لیتے ہیں۔ چند ایک کا مختصراً تذکرہ ذیل میں درج ہے

☆اولیاء کو عبادت وریاضت میں خصوصی انہماک حاصل ہوتا ہے۔اور وہ پیغمبروں کی طرح قائم اللیل اور صائم الدہر ہوتے ہیں (۷۷)

☆ تبلیغ (اوامر ونواہی) میں اولیاء کا رحجان پیغمبروں کی طرح ہوتا ہے یعنی تن من دھن کی بازی بھی اس کام میں لگا دیتے ہیں۔

☆حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے انہیں "خوارق عادت" امور کے بجالانے کی قدرت حاصل ہوتی ہے جو پیغمبروں کے معجزہ کا عکس ہوتی ہے۔(۷۸)

☆حق گوئی اور حق پسندی کو اولیاء اللہ پیغمبروں کے شوق کی حد تک حرزِ جاں سمجھتے ہیں۔

☆انبیاء کی طرح ان کی دعائیں بھی مستجاب ہوتی ہیں اور فوری اثر دکھاتی ہیں۔

☆انبیاء کی طرح اولیاء کو بھی بارگاہ الہی میں مسلمان امت کی بخشش کی دعا کرنے اور قبولیت کی فضیلت سے نوازا گیا ہے جیسا کہ احادیث میں حضرت اویس قرنیؓ کے بارے میں یہ خوبی ذکر کی گئی ہے۔

☆کم کھانا، کم سونا، کم گفتگو کرنا۔ یہ تینوں پیغمبرانہ خصائص ہیں۔ اور اکثر اولیاء اللہ میں پائے گئے ہیں۔

☆انبیاء کو وحی کی شکل میں کلام الہی کی سعادت سے مشرف کیا جاتا ہے۔ جبکہ اولیاء اللہ کو کشف والہام کی شکل میں یہی کمال حاصل ہوتا ہے۔

☆انبیاء اصلاح خلق کے لیۓ مامور ہوتے ہیں اور لوگوں کو صراط مستقیم پہ لاتے ہیں۔ بعینہ اولیاء بھی اصلاح خلق کے حصول میں کوشاں رہتے ہیں۔

☆انبیائے حق کو قضائے معلق میں باذنِ الہی تصرف کا اختیا ہوتا ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ بھی باذن الہی قضائے معلق میں تصرف کر سکتے ہیں ان کے علاوہ دو ایسی خصوصیتیں اولیاء اللہ میں پائی جاتی ہیں جن کو زبان فیض ترجمان پیغمبر زمان علیہ السلام نے صراحتاً "نبوت" کہا ہے۔

اول : سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں جزو ہے۔ حضرت خذیفہؓ مرفوعاً روایت کرتے ہی کہ نبوت میں سے اچھے خواب کے سوائے کوئی جزو باقی نہیں رہا (ترمذی کنزل العمال)

دوئم: میری امت کے علماء انبیائے بنی اسرائیل کیطرح ہیں۔ خوبی اول عام درجے کے مسلمان بھی تقویٰ کے اول درجہ ہی میں حاصل ہو سکتی ہے (بفضل تعالیٰ) اور دوسری خوبی امت کے خصوصی طبقے کو حاصل ہوتی ہے جو اہل علم کہلاتا ہے۔ اہل علم میں اولیاء اور غیر اولیاء دونوں شامل ہیں۔ لیکن اولیاء کے کمال کی خوبی یہی ہوتی ہے کہ وہ پہلے عالم (عارف کامل) ہو۔ پھر اہل طریقت میں سے ہو۔ (۷۹)

کمالات نبوت کا حصول وغیرہ کا ذکر تو حضرت مجددؒ کے علاوہ شخصیات نے بھی کیا ہے۔ بلکہ اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات اور متعدد صحابہ کے بارے میں رسولؐ خدا کے ارشادات کا مطالعہ کیا جائے۔ تو کمالات نبوت کے وجود کی بڑی واضح تصدیق ہوتی ہے لیکن ختم نبوت کے عقیدہ کی تصریح کے ساتھ۔ مثلاً

(۱) حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرَ بْنُ الْخَطَّاب (ترمذی) یعنی اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا۔ تو وہ عمرؓ بن خطاب ہوتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ میں کمالات نبوت موجود تھے مگر با ایں ہمہ ان کو عہدۂ نبوت نہیں دیا گیا۔ کیونکہ سلسلہ نبوت ختم کر دیا گیا ہے۔ حدیث میں لفظ "لَوْ" سے اسی طرف اشارہ ہے کیونکہ لفظ "لو" عربی زبان میں اسی غرض کے لئے آتا ہے کہ شرط موجود نہ ہونے کی وجہ سے مشروط بھی موجود نہیں۔ لہٰذا حدیث مذکورہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ میرے بعد چونکہ کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا عمرؓ بھی نبی نہیں ہوئے۔

(۲) حضرت جابرؓ بن عبداللہ روایت فرماتے ہیں۔ کہ جب (غزوہ تبوک کے موقع پر) آں حضرت ﷺ نے ارادہ کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو (مدینہ میں) چھوڑ جائیں اور جہاد میں نہ لے جائیں۔ تو حضرت علیؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اگر آپؐ نے مجھے (پیچھے) چھوڑ دیا تو لوگ کیا کہیں گے (کہ جہاد چھوڑ کر بیٹھ گئے) آپؐ نے فرمایا۔ کہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تمہارا مرتبہ میرے ساتھ ایسا ہو۔ جیسا کہ حضرت ہارونؑ کا حضرت موسیٰ کے ساتھ ہے (یعنی جیسے حضرت موسیٰ کوہ طور پر جاتے وقت حضرت ہارونؑ کو اپنے پیچھے چھوڑ گئے تھے اسی طرح تم بھی

میرے پیچھے رہو مگر (اتنا فرق ہے کہ حضرت ہارونؑ نبی تھے اور) میری نبوت کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا (اس لئے تم بھی نہیں ہو) اس حدیث مبارکہ سے ظاہر ہوا کہ حضرت علیؓ میں حضرت ہارونؑ کی نبوت کے کمالات موجود تھے۔ اس لئے رسول خدا آپ کو حیثیتِ ہارون دے رہے ہیں مگر چونکہ نبوت ختم ہو چکی ہے۔ لہذا حضرت علیؓ نبی نہیں ہیں۔

(۳) حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ "اگر میں کسی کو خلیل بناتا۔ تو ابو بکر کو بناتا" (یاد رہے یہ ارشاد نبویؐ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوب نمبر ۲۹۰ میں درج کیا ہے۔ دفتر اول) اس ارشاد نبویؐ کی روشنی میں یہ نتیجہ بآسانی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ حضور رسالتِ مآب ﷺ کے خلیل بننے کی مکمل صلاحیتیں (یا کمالات) حضرت ابو بکر صدیقؓ میں تھے۔ (یعنی آپ موسیٰ کے لئے ہارون اور ذکریا کے لئے یحییٰ کی طرح محمدؐ کے لئے خلیل بن سکتے تھے) مگر چونکہ رسولؐ اللہ کے بعد کسی بھی طرح کی نبوت منقطع ہے۔ لہذا صدیقؓ باوجود اہل کمالات نبوت ہونے کے خلیل نہ بن سکے اسی طرح حضرت ابو ذر غفاریؓ کو بھی رسول ﷺ نے زہد و ورع میں مثیل مسیح قرار دیا تھا۔ مگر چونکہ آپؐ کے بعد نبوت کی تمام اقسام ہی منسوخ و منقطع ہیں لہذا آپؓ کو بھی نبی کے منصب سے دور رکھا گیا۔ حضرت امام ربانی نے رسول اللہ کا یہ ارشاد نقل فرما کر کہ میرا خدا کے ساتھ ایسا وقت بھی ہوتا ہے۔ جب کوئی رسول اور فرشتہ درمیان میں نہیں ہوتے" حضرت ابو ذر غفاریؓ کے اندر بھی اس کمال کا اثبات ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں اور حضرت ابو ذر غفاریؓ بھی وراثت اور تبعیت کی بناء پر اس دولت (ملاقاتِ الہی) سے مشرف ہوئے تھے۔ کیونکہ آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کے لئے آپؐ کے تمام کمالات سے وراثت اور تبعیت کے طور پر وافر اور پورا حصہ ملتا ہے (مکتوب ۲۹۴ / دفتر اول)

حضور سرورِ دو عالم ﷺ نے چند اور روایات میں کمالات نبوت کے باقی رہنے کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً

اول: "تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے۔ پس اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمرؓ ہے"

دوم: "تم سے پہلے بنی اسرائیل میں کچھ لوگ مکلم ہوا کرتے تھے بغیر اس بات کے کہ وہ نبی ہوں

پس اگر ان میں سے کوئی میری امت میں بھی ہو سکتا ہے۔ تو وہ عمرؓ ہے"

سوم: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ قیامت کیدن تمام امم سابقہ ہمارا احترام کریں گی اور کہیں گی کہ یہ امت بلحاظِ کمالات (نبوت) سب کے سب انبیاء ہونے کے قریب ہیں"۔

چہارم: کادوا ان یکونوا انبیاء یعنی یہ لوگ (صحابہؓ) باعث کمالات انبیاء ہونے کے قریب تر ہیں۔

درج بالا گفتگو سے دو چیزیں بالخصوص ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ منصب نبوت سرکار رسالتِ مآب ﷺ پر ختم ہو گیا ہے اس لئے اب قیامت تک کسی بھی حیثیت کا کوئی نبی نہیں۔ دوم یہ کہ کمالات نبوت افراد امت میں جاری رہیں گے۔ یہ کمالات صحابہ میں بھی تھے۔ بعد کے علمائے امت بھی ان کمالات کے حامل ہوئے اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں میں سے مزید ان کمالات سے متصف ہو سکتے ہیں۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کہ ایک فارغ التحصیل عالم میں مدرس ہونے کی قوت اور درس و تدریس کا کمال بدرجہ اتم موجود ہے۔ مگر جب تک وہ منصب استاذی پر مامور نہ ہو۔ استاد نہیں کہلا سکتا۔ یا ایک شخص میں بادشاہ ہونے کے تمام کمالات و خصائص موجود ہوں مگر وہ بادشاہ نہیں کہلا سکتا۔ تاوقتیکہ اسے عہدۂ بادشہت پر براجمان نہ کریں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے بھی بادشاہ کی تمثیل بیان کی ہے کہ۔

"ایک شخص نے خواب میں اس مناسبت کے واسطے سے جو وہ بادشاہت سے رکھتا ہے۔ اپنے آپ کو بادشاہ دیکھا اور بادشاہت کے لوازمات اپنے اندر دیکھے اور یہ بات معلوم کی وہ شخص بادشاہ نہیں بن گیا ہے بلکہ بادشاہت کی مثالی صورت کو اپنے اندر دیکھا ہے۔ اور فی الحقیقت بادشاہت کو اس مثالی صورت کے ساتھ کچھ مناسب نہیں ہے (مکتوب ۴۳ / دفتر اولی)

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اگر کسی کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ (سچا خواب) زندگی میں ایک دفعہ یا متعدد مرتبہ حاصل ہو۔ تو کیا اسے نبی کہیں دیں گے۔ اسی طرح ایک عالم دین کو بموجب حدیث مبارکہ علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل کے نبی کہہ سکتے ہیں۔ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہے۔ اس لئے کہ بے شک سچا خواب یا عالم دین ہونے سے ایک کمال نبوت کا حصول تو یقینی

ہو گیا ہے مگر یہ ایک کمال ہے۔ جبکہ نبی مجموعہ کمالات ہوتا ہے۔ ایک کا مجموعہ سے کیا مقابلہ، کمال کو اصل سے کیا نسبت کیونکہ ولی تمام کمالات نبوت حاصل کر لینے کے باوجود بھی (جبکہ یہ ممکن نہیں ہے۔ اسلئے کہ خدائے تعالیٰ امت کے لوگوں کا درجہ کسی حالت میں بھی انبیاء کے متماثل نہیں کرتا) نبی سے کمتر ہی ہوگا۔ کہ وہ نبی کے مقابلہ میں "مکالمہ الٰہی" کے اس شرف سے پھر بھی محروم ہے۔ جسے عرف عام میں وحی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وحی کا سلسلہ تو نبی کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے ساتھ ہی منقطع ہو جاتا ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے بھی باوجود حامل کمالات نبوت ہونے کے اولیا کے انبیاء سے مفضول ہونے کا اپنی تعلیمات میں ذکر کیا ہے۔ او تو اور آپ نے تو اولیائے امت کو صحابہؓ سے بھی نیچے شمار کرتے ہیں۔ جیسا کہ اہلسنت وجماعت کا مذہب ہے۔ پھر انبیائے حق کے مقابل کیسے کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا"

اور حال یہ ہے کہ کسی امت کا کوئی ولی بھی اس امت کے صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا پھر اس امت کے نبی کے درجہ کو کیسے پہنچے گا (مکتوب ۲۴ دفتر سوم)

لہٰذا یہ بات مستحق ہو گئی۔ کہ اولیاء اللہ باوجود کمالات نبوت اپنے اندر جذب کرنے سے اولیاء اللہ کے مقابل نہیں ہو سکتے۔ الولایۃ افضل من النبوۃ (ولایت نبوت سے افضل ہے) کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ کہ

"انبیاء کرام علیہ الصلوۃ والسلام کے کامل متبعین کمال متابعت اور کثرت محبت کے باعث بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی عنایت و بخشش سے اپنے اتباع کردہ انبیاء کے تمام کمالات کو جذب کر لیتے ہیں۔ اور پورے طور پر ان کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اتباع کردہ انبیاء اور اتباع کرنے والے اولیا کے درمیان اصالت و تبعیت اور اولیت و آخریت کے سوا کچھ فرق نہیں رہتا۔ اس امر کے باوجود کوئی تابع (اتباع کرنے والا) خواہ وہ افضل الرسل علیہ ﷺ کے متبعین میں سے ہو۔ کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ اگرچہ وہ نبی (زمرہ انبیاء میں سب سے کم درجہ کا نبی ہو۔" (مکتوب ۲۴۸ دفتر اول)

حضرت مجدد نے تو انبیا و اولیا کے درمیان نسبت کو یہاں تک بیان کر دیا ہے کہ کمالات ولایت نبی

کو کمالات نبوت (نبی علیہ السلام) کے ساتھ کچھ نسبت نہیں ہے کاش کہ ان کے درمیان قطرہ اور دریا کی سی نسبت ہوتی۔" (مکتوب ۲۶۱ دفتر اول)

ان مباحث سے یہ ثابت ہو گیا۔ کہ کمالات نبوت کا حصول نبوت کا جاری رہنا نہیں اور نہ ہی اس سے انقطاع نبوت کے عقیدہ کی نفی ہوتی ہے کیونکہ اولیاء اللہ کمالات انبیاء تو حاصل کر سکتے ہیں لیکن انبیاء نہیں بن سکتے اسلئے کہ یہ منصب ذات محمدی ﷺ پر ختم ہو چکا ہے۔ اب قیامت تک کسی اور نبی کا آنا ممکن نہیں ہاں شریعت محمدی کے احیاء اور دین محمدی کی ترویج واشاعت کیلئے امت میں سے لوگ اٹھتے رہیں گے۔ خواہ انہیں ولی کہیں یا صوفی کہیں یا غوث کہیں قطب کہیں یا قطب مدار کہیں 'ابدال کہیں 'اوتاد کہیں' مجدد کہیں یا مجدد الف کہیں، امام کہیں یا مہدی موعود کہیں بات ایک ہی ہے۔ اگرچہ حضرت مجدد الف ثانی نے تشریعی نبوت کے اختتام اور غیر تشریعی نبوت کے اجرا کا عقیدہ بیان نہیں کیا۔ اور نہ ہی انہوں نے اس موضوع پر بحث کی ہے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ بعض اولیا سے اسطرح کے اقوال بیان کئے ہیں جن کو بنیاد بنا کر مخالفین نے بہت شور وغوغا کیا ہے۔ اور طبقہ صوفیاء کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ایسے اقوال کی اصلیت اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ غیر تشریعی نبوت کے جاری رہنے سے مراد ان اولیاء اللہ کا یہی مطلب ہے کہ نبوت تشریعی (یعنی محمد رسول ﷺ کی شریعت کے نافذ ہونے کے بعد) منقطع ہو گئی ہے اب قیامت تک شریعت محمدی کا نافذ العمل رہنا مشیعت الٰہی کے نزدیک مقصود و مطلوب ہے۔ لیکن نبوت کا کام جاری ہے یعنی تبلیغ وتذکیر، ہجرت برائے دین، عبادت وریاضت، زہد وتقویٰ حق گوئی وحق شناسی، نفاذ شریعت واحیائے دین محمدی کا کام علمائے امت اور صوفیائے ملت انجام دے رہے ہیں۔ ان کاموں کا جاری رہنا نبوت کا جاری رہنا ہے۔ انہی کاموں کو حضرت عیسیٰ علیہ سلام اپنی آمد پر کریں گے۔ اور یہی کام حضرت مہدی علیہ السلام انجام دیں گے۔ یہ عمل نبوت کا عمل ہے۔ لہٰذا ایک لحاظ سے نبوت جاری ہے۔ کہ انبیائے اسرائیل (العلماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل) نبیوں کا کام انجام دے رہے لیکن اس نبوی عمل کے جاری رہنے سے حضور رسالت مآب کی فضیلت خاتم النبیین متاثر نہ (۸۲) اس لئے کہ کوئی مدعی نبوت ہے اور نہ ہی وہ عقیدہ ختم نبوت کا

منکر ہے۔

یہاں بہتر ہوگا اگر ایک اور وضاحت کر دی جائے جیسا کہ معلوم ہے کہ منصب نبوت کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام ابو البشر کے دور سے ہوا جو بعد کو درجہ بدرجہ ارتقائی منازل طے کرتا ہوا اور زمین کے مختلف حصوں اور انسانوں کے مختلف طبقات میں تعارف الٰہ اور صراط مستقیم کی طرف دعوت دینے والے مقاصد کو پورا کرتا ہوا حضور سرور کائنات باعث تخلیق دو جہان حضرت محمد ﷺ کی بعثت مبارک تک منتہی ہوا ہے اب قیامت تک آپ کی نبوت و شریعت کی سرفرازی ہے اور آپ کی سیادت ہے جس میں نہ کوئی نیا دخل اندازی کر سکتا ہے۔ اور نہ کوئی پرانا دوبارہ آئے۔ (۸۳) لیکن جیسا کہ انسانوں کی فطرت ہے کہ وہ جلد ہی جادہ مستقیم سے ہٹ جاتے ہیں اور انہیں پھر سے پیغمبرانہ فرائض (دعوت و تذکیر) کے ذریعے منزل صواب پہ لانا پڑتا ہے اب انبیاء کا سلسلہ موقوف ہو گیا ہے۔ تو ان پیغمبرانہ فرائض کی بجا آوری کون کرے گا؟ ظاہر ہے کہ فرض اب علمائے امت کا ہے جنہیں زبان رسالت سے کانبیاء بنی اسرائیل کا خطاب ملا ہے۔ ان علماء میں صوفیاء بھی شامل ہیں۔ کہ انہوں نے ہی غلام لوگوں کو شریعت محمدی اور سنت نبوی پہ واپس لانے میں علماء کے شانہ بشانہ کا کیا ہے۔ اور ان صوفیاء کی تعلیمات فرمودات اور ملفوظات میرے اس دعویٰ پر گواہ ہیں۔ (۸۴)

حُبِّ رسول ﷺ اور اشعار مجددؒ

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے نہ صرف قرآن و حدیث کے حوالوں سے بلکہ مختلف عقلی و نقلی دلائل اور اقوال اکابر سے سید خیر الانام ' سرکار عالی مقام ﷺ کی نبوت اور شریعت طاہرہ کی فوقیت پر گفتگو کی ہے اور منکرین ' مشککین اور مخالفین کے شکوک و شبہات کا رد کیا ہے بلکہ عربی اور فارسی کے ایسے اشعار بھی اپنے مکتوبات میں اپنے نکتہ نظر کی تائید میں لکھے ہیں جو آپ کے حضور شافع یوم النشور ﷺ سے عشق و محبت اور متابعت و اطاعت رسالت پر روشن دلیل ہیں یہ اشعار مختلف نامور اور گم نام شاعروں کے ہیں مگر بر محل ' مناسب اور زیر بحث گفتگو کے عین مطابق ہیں۔ چند اشعار بطور حوالہ درج ذیل ہیں۔

(۱) خلافِ پیمبر کسے رہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید (مولانا رومؒ)

(ترجمہ) خلاف پیمبر ڈھونڈی جس نے راہ — نہ منزل کا اس نے پایا کچھ پتہ

(ترجمہ نثر) جس کسی نے پیغمبر ﷺ کے راستے کے خلاف راہ تلاش کی وہ ہرگز منزل مقصود تک نہ پہنچا (نہ پہنچ سکے گا)

(۲) ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب (۲)
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

(ترجمہ شعر) گلاب و مشک سے کتنا ہی منہ کو صاف کروں
ادب سے دور رہوں پھر بھی تیرا نام جو لوں

(ترجمہ نثر) میں اگر گلاب کے عطر اور مشک سے بھی اپنا منہ دھو کر خوشبودار (پاکیزہ و مطہر) کر لوں تب بھی آپ کا اسم گرامی زبان پر لانا بے ادبی ہو گی

(۳) محمد عربی کابروئے ہر دوسرا است
کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او (مولانا رومؒ (۳)

(ترجمہ شعر) محمدؐ جو ہیں آبرو دو جہاں کی
جو منکر ہے اس کا وہی ہے شقی

(ترجمہ شعر) وسیلہ دو جہاں کی آبرو کا ہیں نبی سرور
پڑے خاک اس کے سر پر جو نہیں ہے خاک اس در پر

(ترجمہ نثر) حضرت محمد ﷺ دونوں جہاں کی آبرو اور شان ہیں جو آپ کا منکر ہے (وہ بہت بد بخت ہے لہذا) اس کے سر پر خاک پڑے

(۴) نماند بعصیاں کسے در گرو
که وارد چنیں سید پیش رو (۴)

(ترجمہ شعر) عوض گناہ کے پکڑا نہ جائے گا وہ کبھی
کہ جس کا رہنما و پیشوا ہو ایسا نبی

(ترجمہ نثر) جس کا رہنما و سردار حضرت محمد ﷺ جیسا سردار ہو وہ گناہ و خطا کے سبب پکڑا نہیں جا سکتا (کہ اس سے گناہ و خطا ہوتا نہیں اور اگر ہو جائے تو شفاعت سید المرسلین ﷺ کے سبب معافی ہو جاتی ہے)

(۵) محال است سعدی کہ راہ صفا
تواں رفت جز در پے مصطفیٰ (سعدی شیرازی)(۵)

(ترجمہ شعر) اطاعت نہ ہو جب تلک مصطفیٰ کی
کبھی حاصل نہ ہو دولت صفا کی

(ترجمہ شعر) سمجھ لو بخولی کہ راہ صفا
نہیں ملتی ہر گز نبی کے سوا

(ترجمہ شعر) قدم پکڑیں نہ جب تلک مصطفیٰ کا
پتہ نہیں ملتا ہے راہ صفا کا

(ترجمہ نثر) اے سعدی! سلامتی کے راستہ پر حضرت محمد ﷺ کی پیروی کے بغیر چلنا محال ہے۔

(۶) چو نام ایں است نام آور چہ باشد
مکرم تر بود از ہر چہ باشد! (۶)

(ترجمہ شعر) جب ایسا نام ہو پھر نام والا
مکرم اور معزز سب سے ہو گا

ترجمہ نثر) جب حضرت محمد ﷺ کے نام والا شخص ہو گا تو اس نام (مقدس کی برکت) سے سب سے زیادہ مکرم اور معزز ہو گا۔

(۷) خدایا بحق بنی فاطمہ — کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی در قبول — من و دست و دامانِ آلِ رسولؐ

(ترجمہ شعر) خدایا بحق بنی فاطمہ — کہ ایمان پر ہو میرا خاتمہ
دعا کو میری رد کریا قبول — مجھے بس ہے دامانِ آلِ رسولؐ

(ترجمہ نثر) اے خدا تعالیٰ بنو فاطمہؓ کے طفیل میرا خاتمہ ایمان پر کیجئے گا۔ میری دعا کو رد کردے یا قبول کرلے (تو مالک و مختار ہے) مگر مجھے آلِ رسولؐ کا دامن (عطا کرنا۔ کہ میرے لئے یہی) کافی ہے۔

(۸) مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحمداً بِمَقَالَتِي لٰكِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِي بِمُحَمَّدٍ (۸)

(حضرت حسانؓ بن ثابت)

(ترجمہ شعر) غرض سخن سے نہیں مدح صاحب لولاک
سوائے اس کے کہ میرا سخن ہو جائے پاک

(ترجمہ نثر) میرے الفاظ (گفتگو) محمد ﷺ کی مدحت نہیں ہیں بلکہ میں محمد ﷺ کے ذکر کے ساتھ اپنے کلام کی تعریف و تحسین کرتا ہوں۔

(۹) فَانَّ فَضْلَ رَسُوْلَ اللهِ لَيْسَ لَه حَدٌّ فَيُعْرِبُ عَنْهُ نَاطِقٌ بِفَمٍ. (۹)

(ترجمہ شعر) رسول پاک کی شان و فضیلت بے نہایت ہے
کرے ظاہر زباں کیوں کر کہاں اس میں یہ طاقت ہے

(ترجمہ نثر) حضور پاک ﷺ کی شان فضیلت بے حساب ارفع و اعلیٰ ہے (قلم و) زبان میں یہ طاقت کہاں کہ ان کی فضیلت بیان کر سکے۔

(۱۰) لَوْ كَانَ رَفْضاً حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ — فَلْيَشْهَدُ الثَّقَلَانُ اِنِّيْ رَافِضِيْ
لَوْ كَانَ رَفْضاً حُبِّ اٰلِ مُحَمَّد — فَلْيَشْهَدُ الثَّقْلَيْنِ اِنِّيْ رَافِضٌ

(حضرت امام شافعیؒ) (۱۰ الف ۱۰ ب)

(ترجمہ شعر) اگر محبت آلِ محمدؐ ہے رفض
تو جن وانس گواہ رہیں کہ رافضی ہوں میں

(ترجمہ نثر) اگر آلِ محمد ﷺ کے ساتھ محبت و عقیدت رکھنا رافضیت ہے تو جن وانس کے عقلمند و (معتبر و) گواہ رہو کہ میں رافضی ہوں۔

---

(۱) دفتر اول مکتوب ۱۸
(۲) دفتر اول مکتوب ۲۳
(۳) دفتر اول مکتوب ۴۴
(۴) دفتر اول مکتوب ۸۷
(۵) دفتر سوم مکتوب ۹۶
(۶) دفتر دوم مکتوب ۳۶
(۷) دفتر اول مکتوب ۴۴
(۸) دفتر سوم مکتوب ۱۲۱
(۹) دفتر دوم مکتوب ۳۶

(۱۰ الف) آل محمدؐ اور اہل بیت محمدؐ سے محبت و عقیدت اور آل محمدؐ سے نسبت نیاز مندی کی وجہ سے حضرت امام شافعی پر خوارج و منافقین نے رافضی ہونے کا الزام لگایا۔ تو امام صاحب نے یہ شعر کہہ کر اہل بیت و آل محمد سے اپنی محبت عقیدت، ارادت اور نیاز مندی کا اعلان کر دیا۔ ایسا ہی الزام جب حضرت مجدد الف ثانی پر لگایا گیا۔ تو انھوں نے بھی اسی شعر کے ذریعے اپنی ارادت کو ظاہر کیا اور مخالفوں کو خاسر کیا۔ ایسا ہی الزام علامہ احسان الٰہی ظہیر نے "البریلویہ" میں امام احمد رضا خان بریلوی پر لگایا ہے بعنوان "احمد رضا کا تشیع"۔ جس کا مدلل و مسکت جواب مولانا عبدالحکیم شرف قادری نے اپنی کتاب "البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ" میں ص ۱۳۱ تا ص ۱۶۷ میں دیا ہے امام احمد رضا خان بریلوی شعر مذکورہ بالا کا مفہوم اپنے اس شعر کے ذریعے بیان کرتے ہیں۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار، اصحاب حضورؐ نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

نا معلوم! صاحب رسالتؐ اور خاندان رسالتؐ کے ساتھ محبت و عقیدت اور نیاز مندی مخالف حضرات کو کیوں چبھتی ہے کہ وہ اول فول بکنے لگ جاتے ہیں اور وہ بھی کسی عقلی یا نقلی دلیل کے بغیر

(۱۰ ب) چونکہ امام شافعی کا یہ شعر مختلف کتابوں میں اختلاف کے ساتھ نقل ہوا ہے لہذا شعر کی دونوں شکلیں دے دی گئی ہیں۔

عجزِ مجددؒ ببارگاہِ خاتم النبیینﷺ

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اقوال وارشادات اور دلائل وبراہین سے یہ بات درجۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ آپ نہ صرف عقیدہ ختم نبوتؐ کے معلن ومنادی ہیں بلکہ اپنے مریدین ومتبعین کو بھی یہی عقیدہ یاد کروارہے ہیں۔ نہ صرف تفوق شریعت کے علم بردار ہیں بلکہ اطاعت ومتابعت محمدیؐ کی تلقین کرنے والے بھی ہیں۔ عقائد کی قرآن وسنت کے مزاج کے مطابق وضاحت وتاویل بھی کرتے ہیں اور بزرگان دین واکابرین امت کے احوال کے مصحح بھی۔

ذیل میں آپ کی وہ تعلیمات اور نصائح پیش کی جاتی ہیں جن سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ آپ حدیث محمدیؐ علیہ السلام کی تائید کرنے والے، سنت نبویؐ پر عمل کرنے والے، شریعت محمدی کا احیا کرنے والے، تعلیمات محمدیؐ کو مصفا کرنے والے (جنہیں اہل ہوئی وہوس نے تحریف وتلبیس سے داغدار کر دیا تھا) طریقہ محمدیؐ کو دوبارہ رواج دینے والے اور رد بدعت ودفع ضلالت کے لئے قلبی، لسانی اور جسمانی طور پر کوشش کرنے والے ہیں۔ اور اپنے آپ کو خاتم النبین، سید المرسلین نبی اولین وآخرین کا خادم، تابع فرماں اور پروردہ قرار دیتے ہیں۔ آپ کے یہ ارشادات آپ کے عقیدہ کی درستی، صائبیت اور اکملیت کا ثبوت ہیں۔

الاول :۔ رسول کو چھوڑ کر کسی غیر کی اطاعت سے خدائے عزوجل کی اطاعت مقصود نہیں ہو سکتی اس لئے اللہ سبحانہ، نے اپنے قول فیصل کو حتمی قرار دینے کے لئے کلمہ "قد" شامل کیا ہے تاکہ کوئی بوالہوس ان دونوں (یعنی اللہ اور اس کا رسولؐ) کی اطاعت کے مابین کسی بھی طرح کا فرق قائم رکھنے کی جسارت نہ کر سکے۔ (مکتوب ۵۲ دفتر اول)

الثانی :۔ ہزاروں رحمتیں ہوں حضرات انبیاء پر، ان بزرگواروں کے طفیل جہان کو نجات ابدی کی سعادت نصیب ہوئی (یعنی سنت انبیاء کی پیروی ہی باعث نجات ہے) (مکتوب ۶۳ دفتر اول)

الثالث :۔ وہ ریاضتیں اور مجاہدے جو سنت کی تقلید کے سوا اختیار کریں وہ معتبر نہیں۔ یونان کے

فلسفی اس عمل میں شریک ہیں اور وہ ریاضتیں ان کے حق میں گمراہی کے سوا کچھ زیادہ نہیں دیتیں۔اور سوائے خسارے کے کچھ فائدہ نہیں دیتیں(دفتر اول 'حصہ چہارم مکتوب ۲۲۱)

الرابع :۔ سب سے اعلیٰ نصیحت یہی ہے۔کہ حضرت سید المرسلین کا دین اور آپ کی متابعت اختیار کریں۔سنتِ سنیہ کو بجالیں اور بدعت نامرضیہ سے پرہیز کریں۔اگرچہ بدعت صبح کی سفیدی کی مانند روشن ہو۔(دفتر دوم مکتوب ۱۹)

الخامس :۔ سنتِ سنیہ (روشن وبلند سنتوں) علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے نور کو بدعتوں کے اندھیروں نے پوشیدہ کر دیا ہے۔اور ملت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی رونق کو امورِ محدثہ کی کدورتوں نے ضائع کر دیا ہے۔پھر اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض لوگ ان محدثات (دین میں نئی نئی باتیں جاری کرنا) کو امور مستحسنہ جانتے ہیں۔اور بدعتوں کو حسنہ خیال کرتے ہیں۔اور اس حساب سے دین کی تکمیل اور ملت کی تتمیم (پورا ہونے) کو ڈھونڈتے ہیں۔اور ان امور کے بجالانے میں ترغیبیں دیتے ہیں۔خدائے تعالیٰ ان کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے (دفتر اول مکتوب ۲۶۰)

السادس :۔ صوفیائے وقت بھی اگر انصاف سے کام لیں اور اسلام کے ضعف اور جھوٹ کے شائع کرنے کو ملاحظہ کریں۔تو انہیں چاہئے کہ سنت کے خلاف امور میں اپنے پیروں کی تقلید نہ کریں اور اپنے شیوخ کے عمل کا بہانہ بنا کر امورِ مخترعہ (خود ساختہ امور) کو اپنی عادت نہ بنائیں۔سنت کا اتباع یقیناً نجات دینے والا اور خیرات وبرکات بخشنے والا ہے۔سنت کے خلاف امور کی تقلید مین خطرہ ہی خطرہ ہے۔(مکتوب ۲۳ دفتر دوم)

السابع :۔ ہندو برہمنوں اور فلاسفہ یونان نے کیا کم ریاضتیں اور مجاہدے کئیے ہیں۔لیکن چونکہ ان کی ریاضتیں انبیاء کرام کی شریعتوں (سنتوں) کے مطابق واقع نہیں ہوئیں اس لئے سب مردود ہیں اور یہ لوگ نجات اخروی سے محروم ہیں۔(مکتوب ۷۱ 'دفتر اول حصہ دوم)

الثامن :۔ جب تک انسان کا دل پراگندہ تعلقات سے آلودہ ہے اس وقت تک محروم مہجور ہے دل کی حقیقت جامع کے آئینے سے ماسوی اللہ کی محبت کے زنگار کو دور کرنا ضروری ہے۔اور دل سے

اس زنگار کو دور کرنے والی سب سے بہترین چیز حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی بزرگ و روشن سنت کی تابعداری ہے جس کا مدار انسانی عادتوں کے ترک کرنے اور ظلمانی رسموں کے ہٹانے پر ہے۔(دفتر اول مکتوب ۴۲)

التاسع :۔ یہ بات صرف اسی وقت پیدا ہوتی ہے کہ سنت سید الاولین والآخرین ﷺ کی ظاہراً و باطناً ہر طرح سے پوری پوری اتباع کی جائے(مکتوب ۱۱۰ دفتر اول)

العاشر :۔ پس سرمایہ جمیع سعادت متابعت سنت است و ہیولائے جمیع فسادات خلافت شریعت (تمام سعادتوں بزرگیوں) کا اجتماعی حصول سنت (رسول اللہ) کی پیروی میں ہے۔اور تمام فسادات خلاف شریعت امور کے بجالانے سے جمع ہوتے ہیں(مکتوب ۱۱۴ دفتر اول)

الحادی العشر :۔ صرف ان عقائد و احکام کو تسلیم کیا جائے۔جو کتاب و سنت و اجماع کے مطابق ہوں تاکہ اہل بدعت اہل سنت میں شامل ہو کر ہمارے عقائد کو خراب نہ کر دیں(مکتوب ۷۴ دفتر اول)

الثانی العشر :۔اس زمانے میں یہ فقیر ہر بدعت کو ایک کلہاڑی سمجھتا ہے جو اسلام کی جڑوں کو کاٹ دیتی ہے اور ہر سنت کو ایک روشن ستارہ (خیال کرتا ہے) کہ تاریکی میں برابر رہنمائی کر رہا ہے (مکتوب ۲۳ دفتر دوم)

الثالث العشر :۔ ہر بدعتی اور گمراہ فرقے نے اپنے زعم باطل سے یہ بات گھڑ لی ہے کہ ان کے عقائد فاسدہ کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں(مکتوب ۱۹۴ دفتر اول)

الرابع العشر :۔ آپ یہ یقین رکھیں کہ بدعتی کی صحبت کافر کی صحبت سے زیادہ مضر ہے۔اور تمام بدعتی فرقوں میں سب سے بدتر وہ گروہ ہے جو اصحاب پیغمبر ﷺ سے بغض رکھتا ہے۔(مکتوب ۵۴ دفتر اول)

الخامس العشر :۔ خاتم الانبیاء ﷺ نے اسی قسم کی باتوں کے متعلق فرمایا ہے کہ "جس شخص نے ایسی بات کو پیدا کیا جو اس دین سے نہیں ہے(یعنی بدعت) پس وہ بات باطل و مردود ہے"۔(مکتوب ۲۸۸ بنام غلام انبیاء سارنگ پوری دفتر اول)

السادس العشر :۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ثابت ہیں جس نے ہم کو سید المرسلین حضرت

محمد ﷺ کی تابعداری سے مشرف فرمایا۔اور ہمیں دین کے اندر بدعات کا ارتکاب کرنے سے بچایا۔(حوالہ ایضاً)

السابع العشر :۔جو علوم و مطالب کتاب و سنت سے مستفاد ہیں۔ان میں سے وہی باتیں معتبر ہیں جو علمائے اہل سنت نے قرآن و حدیث سے اخذ کیں اور سمجھی ہیں۔ورنہ یوں تو ہر مخالف اہل سنت اور گمراہ بھی اپنے عقائد فاسدہ کو کتاب و سنت سے اخذ کرتا ہے۔لیکن مخالفین اہلسنت کے سمجھے ہوئے مفہوم و مطالب نا قابل اعتبار ہیں۔(مکتوب ۱۹۳ دفتر اول حصہ سوم)

الثامن العشر :۔متابعت کے دس درجوں میں پہلا درجہ یوں بیان کیا ہے......احکام شرعیہ کا بجالانا اور سنت سنیہ کی متابعت ہے۔(مکتوب ۵۴ دفتر دوم)

التاسع العشر :۔جو کچھ کسی کو ملا ہے اتباع سنت رسول مقبول ﷺ سے ملا ہے اور ملے گا"۔(بحوالہ انسائیکلوپیڈیا یا شاہکار قسط نمبر ۳۲ ص ۱۳۲۰)

العشرون :۔اب اس کے سوا اور کوئی آرزو باقی نہیں رہی کہ حضور نبی کریم ﷺ کی سنتوں میں سے کوئی سنت زندہ کی جائے(دفتر اول مکتوب ۳۷)

الاول العشرون :۔جہانگیر سے رہائی کیلئے آپؒ نے جو شرائط پیش کیں۔ان میں سے چند یہ ہیں۔(۱)بادشاہ کو سجدہ کرنا حرام قرار دیا جائے(کہ شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی)(۲)مفتی قاضی محتسب وغیرہ کا تقرر احکام شریعت کے مطابق کیا جائے(۳)کفار سے جزیہ وصول کیا جائے جیسا کہ حکم شرع ہے(۴)خلاف شرع تمام قوانین منسوخ کیے جائیں۔(۵)بدعت کی تمام رسومات کو بند کیا جائے وغیرہ وغیرہ(بحوالہ نور اسلام مجدد نمبر جلد اول صفحہ ۳۵۔۳۴)

الثانی والعشرون :۔جو شخص قرآن و سنت سے آنکھیں بند کر کے ضد اور تعصب کرے وہ مبحث سے خارج ہے(بحوالہ نور اسلام مجدد نمبر جلد اول صفحہ ۳۳)

الثالث والعشرون :۔حضرت مجدد نے بوقت وصال یہ وصیت بھی کی کہ میری تجہیز و تکفین میں اتباع سنت رسول نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی پوری پوری رعایت رکھنا(بحوالہ زبدۃ المقامات)

الرابع والعشرون :۔اپنے صاحبزادوں سے زندگی کے آخری آیام میں جو وصیتیں کیں ان میں یہ بھی

تھا کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ قرآن مجید اور سنت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کرنا پھر فرمایا باطنی ترقی شریعت پر قائم رہنے اور سنت نبوی کی پیروی کے بغیر محال ہے پھر فرمایا خلاف شرع مشائخ سے بچنا جو فقراء وحدت وجود کے قائل ہیں اور رقص و سماع کو کام میں لاتے ہیں وہ جھوٹے مدعی ہیں (بحوالہ روضۃ القیومیہ ص ۲۶۳۔۲۶۲)

معترضین کے اس بے بنیاد اعتراض کی بیخ کنی کرنے کیلئے اوپر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندیؒ کے افکار وعقائد پیش کیے گئے ہیں۔ جو اس حقیقت پر دال باہرہ ہیں کہ حضرت امام ربانی متابعت محمد رسول ﷺ کو اپنے عقیدہ ایمان کا لازمی جزو سمجھتے تھے اور اسے ہی دینی اور دنیاوی خیر و برکت اور نجات کا وسیلہ گردانتے تھے شریعت محمدی ﷺ پر عمل کو ترقی درجات کا سبب اور آخرت میں نجات کی نشانی سمجھتے تھے اور مخالفین شریعت کی ضلالت و گمراہی کا یقین رکھتے تھے۔ سنت نبوی ﷺ کو حرز جان بناتے تھے۔ سنت نبوی ﷺ سے رہنمائی ایک یا مراد محمدی کی شناخت جانتے تھے اور سنت نبوی سے اعراض کرنے والے کو گمراہ اور بدعتی قرار دیتے تھے بدعتی اور محدث (دین میں نئی نئی باتیں ایجاد کرنے والا جو مبادیات دین سے ٹکراتی ہوں) کو آپ نے کبھی اچھی نظر سے نہیں دیکھا۔ حضور رسالت مآب کی سنتوں کو زندہ کرنے میں ساعی اور بدعتوں کے خاتمے میں کوشاں نظر آتے تھے۔ اور ذاتِ رسولت ﷺ کے مقابلے میں اپنے آپ کو فقیر بے سروسامان قرار دیتے تھے (دیکھئے معرفت ۴۱، معارف لدنیہ) کیا یہ افکار وعقائد اس بات کا ثبوت نہیں ہیں کہ آپ اپنے آپ کو ذات محمدی ﷺ کا ایک امتی شریعت محمدی کا پیروکار سنت محمدی کا تابعدار اور عمل محمدی کا متبع سمجھنے میں ہی اپنے عزت و نجات سمجھتے تھے۔ اس کے باوجود آپ پہ تفوق محمدی کے گستاخانہ دعویٰ کا الزام لگانا کتنی بڑی ناانصافی اور حقیقت سے لاعلمی ہے۔

آٹھواں باب

اثبات نبوت محمدیﷺ

اثبات النبوت کا مطالعہ

خام صوفیا کا تعاقب

سکریہ اقوال اور حضرت مجدد

نبوت محمدی کے دشمنوں سے دشمنی

اثبات ختم نبوت کے عقلی دلائل

اثبات نبوت محمدی ﷺ

آئندہ سطور میں ہم امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی اس تالیف کا جائزہ لیتے ہیں۔ جو آپؒ نے اکبری فتنہ کارد کرنے کے لئے اس پر آشوب دور میں لکھی۔ کیونکہ اس تصنیف کا تعلق بلاواسطہ اکبری نبوت کے رد اور حضور سرور دو عالم ﷺ کی نبوت قاہرہ و شریعت ظاہرہ وطاہرہ کے اثبات سے ہے۔ لہذا اس تصنیف کا جائزہ بھی اسی مقام پر لیں گے۔ اور اثبات نبوت محمدی ﷺ کے سلسلے میں امام ربانی کے ارشادات و تعلیمات بھی اس کتاب سے پیش کریں گے۔

رسالہ اثبات النبوۃ ایک مقدمہ اور دو مقالوں پر مشتمل ہے۔ یہ رسالہ اصل عربی زبان میں لکھا گیا۔ جس کا متعدد فضلاء نے اردو اور فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔ اثبات النبوۃ کے مندرجات کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔ کہ پہلی بحث نبوت کے معنی کی تحقیق میں ہے۔ دوسری بحث معجزہ کے بیان میں ہے۔ پہلا مقالہ دو مسالک پر مشتمل ہے۔ پہلا مسلک بعثت اور نبوت کی حقیقت کی گفتگو پر مشتمل ہے اور دوسرا مسلک خاتم الانبیاء والرسل و مناصب نبوت ورسالت ﷺ کی نبوت کے اثبات میں ہے۔ دوسرا مقالہ فلاسفہ کی مذمت میں اور ان کے علوم کی ممارست اور ان (کی کتابوں) کے مطالعہ سے جو ضرر ہوتا ہے اس کے بیان میں ہے۔

اثبات النبوۃ عام کتابی سائز کے چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ جن کا انداز بیان علمی و ادبی ہے۔ اور طرز تحریر میں دل کشی اور جاذبیت ہے۔ سترہ سال کی عمر' میدان تصنیف و تالیف میں آپؒ کی نوواردی' عرصہ تدریس میں کم تجربہ کاری یہ ایسے عوامل ہیں۔ کہ ایک مصنف سے ایسے علمی معیار کی توقع نہیں کی جا سکتی جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اس رسالے میں نظر آتا ہے۔ یہ خداداد ذہانت اور فطری ذکاوت کا نتیجہ ہے۔ کہ ایک اہم علمی و دینی مسئلے کو سلجھانے اور اسے عوام الناس کے ذہنوں میں راسخ کرنے کے لئے نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ تمام نکات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ اگرچہ موضوع کے لحاظ سے تحریر میں بحث و مناظرہ کی رنگ آمیزی کا ہو جانا یقینی بات تھی۔ لیکن اس کے باوجود حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تحریر پایۂ ثقاہت ، فصاحت اور بلاغت سے گرنے نہیں پائی۔ اور خوش اخلاقی' سنجیدگی اور متانت جو کہ ایک بلند مرتبہ بزرگ کے قول' کردار اور تحریر و تقریر میں ہونی چاہیے۔ اس رسالہ میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے منصب اور مشن سے بخوبی آگاہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ نے جذباتیت کی بجائے فکر

ی بلندی کا معیار بر قرار رکھا ہے اور اپنی باقی تصانیف کی طرح، فصیح وبلیغ انداز بیان کے جلو میں اپنے متوقف کو پوری وضاحت اور قوی دلائل کے ساتھ پیش کیا ہے۔ (بحوالہ نور اسلام مجدد نمبر جلد ۲ صفحہ نمبر ۱۲۔۱۰)

رسالہ اثبات النبوۃ کے لکھنے کی غرض وغایت اور اس دور کے دینی ماحول پر روشنی ڈالتے ہوئے خود امام ہمامؒ فرماتے ہیں۔ کہ

"بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ (جو ولی اور مددگار ہے) اس کی رحمت کا محتاج احمد بن عبدالاحد زین العابدین (اللہ سبحانہ، ان کو نامناسب اور عیب دار کرنے والے امور سے محفوظ رکھے) کہتا ہے کہ جب میں نے اس زمانے میں دیکھا (کہ اصل نبوت سے متعلق لوگوں کے اعتقاد میں، پھر ایک شخص معین (مراد اکبر اعظم ہے۔) کی نبوت کے ثبوت اور تحقیق میں اور نبوت کے مشروع کردہ امور پر عمل میں فتور آگیا ہے) اور لوگوں میں اس (فتور) کا شائع ہونا متحقق ہوگیا۔ یہاں تک کہ ہمارے زمانے کے ایک جابر حکمران (مراد اکبر اعظم) سے علماء کو ناقابل ذکر سختیاں اور تکالیف پہنچائیں۔ صرف اس لئے کہ وہ علماء شرعی احکام کی پیروی اور انبیاء علیہم السلام پر ایمان رکھنے میں پختہ تھے۔ چنانچہ بہت سے علمائے اہل اسلام کو قتل کردیا گیا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس نے اپنی مجلس میں حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کی تصریح ترک کردی اور جس کا یہ اسم شریف رکھا گیا تھا۔ اس کے نام کو بدل کر دوسرا نام رکھ دیا۔ گائے کا ذبح کرنا ممنوع قرار دیا۔ حالانکہ ہندستان میں گائے کا ذبح کرنا بڑے شعائر اسلام میں سے ہے۔ مساجد اور مسلمانوں کے مقابر ویران کردیئے گئے (لیکن) کفار کی عبادت گاہوں اور ان کے رسوم و پوجاپاٹ کے دنوں کی تعظیم کی گئی۔

مختصر یہ کہ اسلام کے شعائر اور اس کی علامتیں باطل قرار دے دیں۔ اور کفار کے رسوم اور ان کے مذاہب باطلہ رائج کیے۔ حتیٰ کہ کفار ہند کے احکام شائع کیے۔ اور ان کو ان کی اصلی زبان (سنسکرت) سے فارسی زبان میں منتقل کیا۔ تاکہ اسلام کے سارے آثار مٹادیں۔

(لہذا) جب میں نے جان لیا کہ شک اور انکار کا مرض وسیع ہوگیا ہے یہاں تک کہ علاج کرنے والے بھی اسی مرض میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ اور مخلوق ہلاکت کے قریب پہنچ گئی ہے۔ تو میں نے لوگوں کے افراد کے عقیدوں کی جستجو کی۔ اور ان سے ان کے شبہات دریافت کیے۔ اور ان کے رازہائے دروں اور عقائد کی کرید کی۔ تو ان کے فتور اعتقاد اور ضعف ایمان کی وجہ عہد نبوت کی

دوری، علم فلسفہ کی مشغولیت اور حکمائے ہند کی کتابوں کے سوا کوئی سبب نہ پایا۔ نیز میں نے بعض لوگوں سے مناظرہ کیا۔ جنہوں نے علم فلسفہ پڑھا تھا۔ اور کافروں کی کتابوں سے بہرہ یاب ہو کر فضل و فضیلت کے مدعی ہو گئے تھے اور انہوں نے لوگوں کو گمراہ کیا اور اصل نبوت کے تحقق اور ایک خاص شخص (یعنی جلال الدین اکبر) کے لئے اس کے ثبوت میں خود بھی گمراہ ہوئے اور یہاں تک کہنے لگے کہ نبوت کا حاصل حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے۔

جب میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی۔ اور میرے سینے میں جم گئی کہ میں ان کے لئے ایسی تقریر کروں جو ان کے شکوک دور کردے اور ان کے لئے ایسی بات لکھوں جو ان کے شبہ کو زائل کردے کیونکہ جب میں نے دیکھا کہ یہ میری ذات پر ایک حق واجب ہے اور ایک لازمی قرض ہے جو بغیر ادائیگی کے ساقط نہیں ہوتا۔ تو میں نے ایک رسالہ کی تالیف کی۔ اصل نبوت کا مطلب ثابت کرنے، پھر خاتم الرسل (علیہ من الصلوٰت افضلہا و من التحیات اکملہا) کے حق میں اس کے ثبوت و تحقق اور منکرین اور اس کی نفی کرنے والوں کے شبہات کی تردید اور فلسفہ کی مذمت اور ان کے علوم کی ممارست اور ان کی کتابوں کے مطالعہ سے جو ضرر حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بیان کرنے کے لئے ایک مقالہ دلائل و براہین کے ساتھ لکھا جو میں نے قوم کی کتابوں سے اخذ کئے۔ اور اس پر اضافہ اور الحاق کیا جو میرے درماندہ دل پر اللہ ملک جلیل کی مدد سے ظاہر ہوا۔ (صفحہ نمبر ۶۔ ۱۲ اثبات النبوۃ اردو)

اس کے بعد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے مذکورہ موضوعات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اور نبوت محمدی علیہ السلام کے اثبات اور نبوت اکبری کے رد اور حوارئین اکبر کے دعویٰ، لایعنی دلائل، فلسفیانہ موشگافیوں اور دور از کار تاویلات کے ابطال پر گفتگو کی ہے۔ رسالے کے مطالعہ کے بعد نبوت اور متشککین کے اوہام کے سلسلے میں کوئی دغدغہ دل میں نہیں رہتا۔ یہ بات بہانگ دہل کہی جاسکتی ہے کہ اگر حضرت مجددؒ اکبر کے دین جدید کے خلاف اٹھ کھڑے نہ ہوتے۔ اور اپنے قلم و عمل سے اس فتنہ کا ڈٹ کر مقابلہ نہ کرتے۔ تو آج دین اکبری کا فتنہ ہندوستان کے مسلمانوں کو مکمل طور پر اپنی لپیٹ میں لے چکا ہوتا۔ (۸۰) اس لئے کہ اکبر کو ملک پر تسلط حاصل تھا۔ گمراہ عالم اس کے ارد گرد جمع تھے۔ عوام الناس علمی و فلسفیانہ تانوں بانوں کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ غیر اسلامی ادیان و فرقوں کے پیروؤں کی ہر طرح کی کوشش اکبری مقصود کو تقویت دے رہی تھیں۔ بلکہ ان سب نے اپنی دینی اصطلاحات کے مطابق اکبر کو "نیا نبی" تسلیم کر لیا تھا۔ لیکن

حضرت مجددؒ نے اس خطرے کو محسوس کیا۔ اس کا ابطال کیا۔ عوام و خواص کو اپنا ہم نوا بنایا۔ اور اکبری و جہانگیری ایوانوں میں زلزلہ بپا کیا۔ گمراہوں اور ان کی باطل تاویلات کا پول کھولا۔ اور نبوت محمدی علیہ السلام کی ابدی حقانیت اور تا قیامت برتری نیز رسول اللہ علیہ السلام کی فضیلت "خاتم النبیین" کی حفاظت وصیانت کے سے موضوعات کو اپنے رسالہ اثبات النبوۃ اور دوسرے قلمی شاہکاروں و تعلیمات کے ذریعے مفصل کیا ذیل میں رسالہ اثبات النبوت کے چند علمی اقتباسات برائے نمونہ دیئے جاتے ہیں۔

(۱) تم جان لو کہ متکلمین کے نزدیک نبی وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو۔ کہ ہم نے تم کو فلاں قوم کی طرف یا تمام لوگوں کی طرف بھیجا۔ یا تم ان کو میرا حکم میری طرف سے پہنچا دو۔ یا اسی قسم کے الفاظ ہوں۔ جو اس معنی کا فائدہ دیتے ہوں مثلاً یہ کہ "میں نے تم کو ان لوگوں کی طرف بھیجا" ۔ اور "ان کو خبر دے دو"۔ اور اس ارسال میں کوئی شرط اور نہ ذاتی استعداد کی شرط ہے۔ جیسا کہ حکماء کا گمان ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتُ کے ساتھ جس کو چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کس جگہ رکھے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ قادر و مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو ارادہ کرتا ہے اختیار کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ وہم نہ ہو کہ متکلمین نے نبی کے لئے معجزہ کی شرط قرار دی ہے۔ اور اس کو نبی کے خواص میں شمار کیا ہے کہ جن کے ذریعہ وہ غیر سے ممتاز ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک نبی ہونے کے لئے علم شرط ہے۔ نہ کہ نبی ہونے کے لئے اور امتیاز علمی ہے۔ امتیاز ذاتی نہیں۔ پس سمجھو۔ (صفحہ ۱۴)

(۲) اور جہاں تک فلاسفہ کا تعلق ہے تو وہ کہتے ہیں کہ نبی وہ ہے۔ جس میں تین خواص جمع ہوں جن کے ذریعے وہ دوسروں سے ممتاز ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کو ہونے والے اور گزرے ہوئے غیبی امور کی اطلاع ہو۔ اور مستقبل کی بھی اطلاع ہو۔ ہم کہیں گے کہ اس بات پر ہم اور تم دونوں متفق ہیں۔ کہ نبی پر یہ واجب نہیں کہ وہ تمام مغیبات سے واقف ہو۔ اور بعض مغیبات سے واقف ہونا نبی کے ساتھ مخصوص نہیں۔ جیسا کہ تم ریاضت کرنے والوں، مریضوں اور سونے والوں کے لئے جائز قرار دیتے ہو۔ (صفحہ ۱۵-۱۴)

(۳) میں کہتا ہوں کہ فلاں فلاسفہ اگرچہ غیر انبیاء سے بھی عجیب امور کے ظاہر ہونے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ لیکن وہ اس کے مکرر ہونے کو اور خارق عادت کے حدِ اعجاز تک پہنچنے کو جائز نہیں قرار دیتے۔ جیسا کہ ان کی عبارتوں سے سمجھ میں آتا ہے تو اس وقت نبی اور غیر نبی کی تمیز ہو جائے گی کہ

نبی سے وہ عجیب امور ظاہر ہوں گے۔ جو خارق عادت ہوں۔ اور یہ امور غیر نبی سے ظاہر نہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ حقیقت حال سے زیادہ باخبر ہے۔ (ص ۱۵)

(۴) معجزہ سے ہمارے نزدیک مراد وہ چیز ہے جس سے اس شخص کی صداقت کا اظہار مقصود ہو اس کا دعویٰ کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے اور اس کے چند شرائط ہیں

(ا) یہ کہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہو۔ کیونکہ تصدیق اسی وقت حاصل ہو گی۔ جبکہ اس کی طرف سے ہو۔

(ب) یہ کہ خارق عادت ہو۔ کیونکہ جو چیز معتاد ہے مثلاً روزانہ آفتاب کا طلوع ہونا۔ اور ہر بہار میں پھولوں کا ظاہر ہونا یہ صدق پر دلالت نہیں کرتے جیسا کہ تم سمجھتے ہو۔

(ج) یہ کہ اس کا معارضہ دشوار ہو (۸۱) اس لئے کہ یہی اعجاز کی حقیقت ہے

(د) یہ کہ مدعی کے ہاتھوں ظاہر ہو۔ تاکہ معلوم ہو کہ یہ اس کی تصدیق ہے

(ل) یہ کہ دعوے کے موافق ہو۔ چنانچہ اگر کہے کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔ لیکن اس نے کوئی دوسرا کام خارق عادت کیا مثلاً پہاڑ کا لٹکانا۔ تو وہ اس کے صدق پر دلالت نہیں کرے گا۔ کیونکہ اس کی حقیقت تصدیق خداوندی کی نہیں ہے۔

(و) یہ کہ جس کے معجزہ ہونے کا دعوے کیا ہو۔ اور معجزہ کے طور پر اسے پیش کیا ہو وہ اس کو جھٹلانے والا نہ ہو۔ چنانچہ اگر کہے کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ سوسمار (گوہ) بولے گا۔ اور وہ سوسمار (بول کر) کہہ دے کہ یہ جھوٹا ہے تو اس سے اس کا سچا ہونا معلوم نہ ہو گا۔ بلکہ اس کے جھوٹے ہونے کا اعتقاد اور بڑھ جائیگا۔ اس لئے کہ نفس خارق ہی اس کی تکذیب کرنے والا ہے۔

(ز) یہ کہ دعویٰ پر مقدم نہ ہو اس لئے کہ دعویٰ سے پہلے تصدیق عقل میں نہیں آتی چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گہوارے میں کلام فرمانا اور خشک درخت سے تروتازہ کھجور کا گرنا اور حضرت محمد ﷺ کا پیٹ چاک کیا جانا اور آپ ﷺ کے قلب کا دھویا جانا، بادل کا سایہ فگن ہونا، پتھروں اور ٹیلوں کا آپ ﷺ کو سلام کرنا یہ اس قسم کے امور ہیں جو دعویٰ نبوت سے پہلے ہوئے ہیں اس لئے یہ معجزات نہیں ہیں بلکہ کرامات ہیں اور اس صورت میں ان چیزوں کو ارہاص یا تاسیس نبوت کہتے ہیں اور جو معجزہ کہ دعویٰ سے متاخر ہو یا تو اس کے تاخر مدت اتنی تھوڑی ہے کہ اتنا تاخر عادتاً ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ (تاخر) اس کے سچے ہونے کی دلیل ہے اور اگر اس کے تاخر کی مدت بہت زیادہ ہے۔ (مگر دعویٰ کے مطابق ہے) مثلاً یہ کہنا کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ فلاں چیز ایک مہینے کے بعد ظاہر ہو گی اور ویسی ہی ظاہر ہو گئی تو اس پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ معجزہ ہے اور ثبوت نبوت

کی دلیل ہے۔(ص ۱۷)

(۵) بعثت کا انکار کرنے والوں نے چند اعتراضات وارد کیئے ہیں۔اول یہ کہ جس کی بعثت ہوتی ہے اس کو اس کا علم ہونا ضروری ہے۔کہ اس کو یہ کہنے والا کہ "مَیں نے تجھ کو بھیجا ہے پس تو میری جانب سے پہنچادے" اللہ ہی ہے اور اس علم کی کوئی صورت نہیں اس لئے کہ بہت ممکن ہے کہ جن کے القاء کے ذریعے ہوا ہو۔اور تم اس کے وجود پر متفق ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ بھیجنے والا اس بات پر دلیل قائم کر دیتا ہے جس سے رسول کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ "مَیں نے تجھ کو بھیجا ہے" کہنے والا اللہ ہی ہے جن نہیں ہے۔اس طور پر کہ اللہ سبحانہ ایسی آیات و معجزے ظاہر کرتا ہے کہ جس سے تمام مخلوقات عاجز رہتے ہیں۔(ص ۲۵)

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جو نبی کی طرف وحی کا القا کرتا ہے اگر وہ جسمانی ہے تو ضروری ہے کہ وہ القاء کے وقت تمام حاضرین کو نظر آئے۔حالانکہ واقعہ یہ نہیں ہے جیسا کہ تم نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔اور اگر القا کرنے والا جسمانی نہیں بلکہ روحانی ہے۔تو وحی کا القا تکلم کے ذریعے محال ہے اس لئے کہ روحانیات کے لئے کلام کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔اور جواب پہلی شق کی بنا پر یہ ہے۔کہ ملازمت (یعنی جسمانی ہونے کی صورت میں یہ لازم قرار دینا کہ القاء کے وقت تمام حاضرین کو نظر آئے) تسلیم نہیں اسی دلیل کی بنا پر یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ حاضرین میں اس کی رویت کو پیدا نہ کرے کیونکہ اس کی قدرت کسی چیز سے عاجز نہیں۔

پس مَیں کہتا ہوں اللہ زیادہ جاننے والا ہے کہ القاء کرنے والا جسمانی (طور پر) لطیف (اور) شفاف ہے۔یعنی فرشتہ ہے اور شفاف جسم کا دیکھنا غیر معتاد ہے جیسے آسمان۔پس سفسطہ لازم نہیں آتا۔بلکہ سفسطہ تو اس صورت میں لازم آتا ہے جبکہ جسم کثیف کی عدم رویت کو جائز قرار دے دیا جائے اس سبب سے کہ یہ عادت کے خلاف ہے پس سمجھو۔اور ہم دوسری شق کو اختیار کر کے بھی اسی طرح جواب دے سکتے ہیں۔کہ روحانی جسم ایک لطیف و شفاف صورت میں متمثل ہو۔اور رسول اس کے کلام کو سنیں جو کہ اللہ سبحانہ کی طرف سے وحی ہوتی ہے جیسا کہ گزرا اور اس میں کوئی اشکال نہیں پس غور کرو(ص ۲۶)

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ رسالت کی تصدیق مرسل کے وجود کے علم پر موقوف ہے اور اس علم پر کہ کیا چیز اس پر جائز ہے اور کیا نا جائز۔اور یہ بجز دقتِ نظر کے حاصل نہیں ہو سکتا۔اور وہ غور و فکر جو علم تک پہنچادے۔اس کے لئے کوئی معین زمانہ مثلاً دن یا سال کا اندازہ نہیں کیا

جا سکتا۔ بلکہ وہ اشخاص اور ان کے احوال کے اعتبار سے مختلف ہوں گے۔ پس مکلف کو حاصل ہوگا۔ کہ نظر حاصل کرنے کے لئے مہلت طلب کرے اور کسی زمانے میں بھی عدم علم کا دعوےٰ کرے۔ اس صورت میں نبی نبوت کا ساکت کرنا لازم آئے گا۔ اور بعثت عبث ہوگی۔

اور جواب یہ ہے کہ مہلت دینا ضروری نہیں اس لئے کہ پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ جب رسالت کا دعویٰ کیا اور اس دعوےٰ کے ساتھ معجزہ بھی شامل ہو جو کہ خارق عادت ہو تو متابعت بلا مہلت کے واجب ہے۔ اس لئے کہ معجزہ کے ظاہر ہونے کے وقت صدقِ رسول علیہ السلام کا علم عادی حاصل ہوتا ہے پس سمجھو۔ (ص ۷ ۲)

چوتھا اعتراض یہ ہے کہ بعثت تکلیف سے خالی نہیں اس لئے کہ بعثت کا یہی فائدہ ہے اور تکلیف کئی وجوہ کی بناء پر ممتنع ہے پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ جبر کو ثابت کرتی ہے۔ اس لئے کہ بندے کا فعل اللہ تعالیٰ کی قدرت سے واقع ہوتا ہے۔ اور تمہارے نزدیک بندے کی قدرت اگرچہ غیر موثر ہے۔ لیکن اس کو فعل کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ جس کو کسب کہا جاتا ہے۔ اور اس اعتبار سے اس کو تکلیف دینی جائز ہے اس لئے تکلیف مالا یطاق نہیں ہوگا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ تکلیف بندے کو نقصان پہنچاتا ہے اس لئے کہ اس کے لئے فعل کی مشقت اور ترک پر عذاب کی مشقت لازم ہے اور نقصان پہنچانا قبیح ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ تکلیف میں دینوی و اُخروی مصالح ہیں۔ وہ اس کی مضرتوں سے کہیں زیادہ ہیں۔ اور چیز کثیر کا شر قلیل کی وجہ سے چھوڑنا جائز نہیں تیسری وجہ یہ ہے کہ اس تکلیف میں جو مشقت ہے وہ یا تو بغیر کسی غرض کے ہوگی اور یہ عبث قبیح ہے اور یا کسی غرض کے لئے ہوگی۔ جس کا تعلق یا تو اللہ تعالیٰ سے ہوگا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اغراض سے منزہ ہے۔ یا اس کا تعلق بندے سے ہے تو اس صورت میں یا تو نقصان پہنچانا ہے۔ اور یہ بالاجماع منتفی ہے یا نفع پہنچانا ہے تو نفع حاصل کرنے کی تکلیف اور اس کے نہ ہونے کی صورت میں عذاب دینا خلاف عقل ہے۔ اس لئے کہ یہ بمنزل اس کے ہے۔ کہ اس سے کہا جائے کہ اپنی ذات کے لئے نفع حاصل کرو ورنہ میں تجھ کو ابد الآباد تک عذاب دوں گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فرع ہے اس بات کی کہ عقل نے اس کو حسن اور قبح کا حکم لگایا ہے۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے افعال میں غرض کا ہونا لازمی ہے تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو ہم نے اس کے مقابل پر باطل کر دیا ہے۔ نیز تکلیف ایسی غرض کے لئے ہے جو کہ بندے سے متعلق ہے یعنی دینوی اور اخروی منافع جو کہ افعال کی مختلف مشقتوں کی مضرتوں سے کہیں زیادہ ہے۔ باقی رہا اس کا سزا دینا تو

یہ اس سبب سے نہیں ہے کہ اس نے منفعت نہیں حاصل کیا بلکہ اس سبب سے ہے کہ اس نے اپنے آقا و سردار کے حکم کی پیروی نہیں کی اور اس میں آقا کی اہانت ہے میں کہتا ہوں اور اللہ سبحانہ' وتعالیٰ زیادہ جانتا ہے کہ معترض یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ سبحانہ' وتعالیٰ نے کیوں اس کی تکلیف دی باوجود اس علم کے کہ وہ پیروی نہیں کرے گا۔ اور نہ اس کے ذریعے سے اپنے لئے کوئی فائدہ حاصل کرے گا یہ تو صرف اس بندے کو نقصان پہنچانا ہے اور یہ برا ہے۔ اس کا جواب اس طرح دیا جاسکتا ہے کہ تکلیف اگرچہ اس کے اعتبار سے ضرر پہنچانا ہے۔ لیکن یہ گزر چکا ہے کہ قلیل نقصان خیر کثیر کی خاطر عقلاً جائز ہے پس یہ برا نہ ہوگا۔ (ص ۴۸۔۴۷)

(۶) خاتم الانبیاء علیہ کی نبوت کے اثبات پر گفتگو کرتے ہوئے امام ربانیؒ فرماتے ہیں۔ کہ "اور اگر ان عجیب افعال پر غور کرے جن کے متعلق قرآن مجید میں آپ علیہ کی زبان کے ذریعے خبر دی گئی اور ان خبروں پر غور کرے جو آخری زمانے کے متعلق دی گئی ہیں اور جس طرح آپ علیہ نے ذکر کیا اسی طرح ان کے وقوع پر غور کرے تو اسے لازمی طور پر اس کا علم حاصل ہوگا۔ کہ آپ علیہ اس درجہ پر پہنچے ہوئے ہیں جو عقل سے ماوراء ہے اور اس میں وہ نظر کھل جاتی ہے۔ جس سے غیب اور وہ خواص اور امور منکشف ہو جاتے ہیں۔ جن کا ادراک عقل نہیں کر سکتی۔ اور نبی علیہ کے صدق کے علم ضروری کے حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے پس تم تجربہ کرو اور قرآن کریم میں غور کرو اور اخبار کا مطالعہ کرو تو تم کو ظاہری طور پر معلوم ہو جائے گا۔ امام غزالیؒ نے اس کو اسی طرح بیان کیا ہے اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر تم کو کسی شخص معین کے متعلق شک ہو کہ وہ نبی ہے یا نہیں تو تمہیں اس کا یقین صرف اسی طرح حاصل ہو سکتا ہے کہ اس کے احوال کا علم یا تو مشاہدے کے ذریعے یا تواتر کے ذریعے یا ایک دوسرے سے سنو کیونکہ جب تم نے طب اور فقہ کو جان لیا تو تمہارے لئے ممکن ہے کہ تم فقہا اور اطباء کو بھی ان کے احوال کا مشاہدہ کر کے اور ان کے اقوال سن کر معلوم کر سکتے ہو اگرچہ تم نے ان کو نہ دیکھا ہو۔" (ص ۴۰۔۳۹)

(۷) قرآن کریم کے معجزہ ہونے' نبوتِ محمدی علیہ کی دلیل ہونے اُس کی تحدی کرنے ، معارضہ کے ناممکن ہونے اور معترضین کے شکوک پر گفتگو فرماتے ہوئے آپؒ رقمطراز ہیں کہ "قرآن اس وجہ سے معجزہ ہے کہ آپ علیہ نے اس کی تحدی کی اور کسی نے معارضہ نہیں کیا اور جہاں تک تحدی کا تعلق ہے تو یہ بھی متواتر ہے کہ اس میں کوئی شبہ کی گنجائش نہیں اور قرآن کریم میں تحدی کی بہت سی آیات ہیں۔ (پھر آیات دی گئی ہیں) باقی رہا یہ دعویٰ کہ کسی نے معارضہ نہیں

کیا۔(جبکہ معارضہ ممکن تھا) تو اس کی دلیل یہ ہے کہ جب قرآن نے تحدی کی اور بڑے بڑے بلغا اور فصحائے عرب سے اس جیسی سورت لانے کو کہا گیا تو باوجود کہ ان لوگوں کی تعداد بطحا کے سنگریزوں سے زیادہ تھی اور وہ اس چیز (معارضہ) کی اشاعت کے سب سے زیادہ حریص تھے۔ جو اس کے دعویٰ کو باطل کر دے اور غایت عصبیت اور حمیت جاہلیہ کے لحاظ سے مشہور تھے۔ مباہات اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی خاطر ایک دوسرے کو ہلاک کر دینے میں مصروف تھے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اس جیسی ایک سورت بھی پیش کرنے سے قاصر رہے۔ یہاں تک کہ حروف کے ذریعے معارضہ کے بدلے انہوں نے تیغ آزمائی کو ترجیح دی۔ پس اگر وہ معارضہ پر قادر ہوتے تو یقیناً معارضہ کرتے اور اگر وہ معارضہ کرتے تو ہم تک تواتر سے پہنچتا۔ کیونکہ اس کے نقل کرنے کے دواعی بہت زیادہ تھے۔ (ص ۴۲)۔۔۔ اور اس پر چند اعتراضات ہیں۔ اور تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ شاید یہ تحدی ان لوگوں کو نہ پہنچی ہو جو معارضہ پر قادر ہوں یا شاید معارضہ کو مدعی کی ہمنوائی کرتے ہوئے اس لئے ترک کر دیا ہو کہ اس کی دولت سے وافر حصہ حاصل کریں دوسرے یہ کہ شاید ان لوگوں نے پہلے اس کو معمولی چیز سمجھا ہو اور گمان کیا ہو کہ آپ ﷺ کی دعوت پوری ہونے والی نہیں اور آخر میں آپ ﷺ کی شدت شوکت اور متبعین کی کثرت کی وجہ سے آپ ﷺ سے خائف ہو گئے ہوں یا معاشی ضروریات کی تحصیل نے معارضہ بھی روک دیا ہو۔ تیسرے یہ کہ ممکن ہے معارضہ کیا گیا ہو۔ لیکن کسی مانع کی وجہ سے ظاہر نہیں ہوا۔ یا ظاہر ہوا لیکن آپ ﷺ کے اصحابؓ اور متبعین نے اپنے غلبہ کے وقت اس کو چھپا دیا ہو۔ اور اس کے آثار مٹا دیئے ہوں یہاں تک کہ بالکل محو ہو گیا ہو۔۔۔ پہلے اعتراض یعنی شاید تحدی ان لوگوں کو نہ پہنچی ہو جو معارضہ پر قادر ہوں کا تفصیلی جواب اس طرح دیا جاسکتا ہے کہ مدعی نبوت اگر کوئی ایسی چیز لے آئے جو اس کے دعویٰ کی تصدیق کرے اور وہ اس کی تحدی بھی کرے اور لوگ اس کے معارضہ سے عاجز ہوں تو علم ضروری عادی حاصل ہو جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے اور اس میں قدح کرنا کھلم کھلا سفسطہ ہے۔ اور دوسرا یہ کہ شاید پہلے ان لوگوں نے اس چیز کو معمولی سمجھا ہو۔ پھر آخر میں خائف ہو گئے ہوں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ضرورت عادیہ اور وجدانیہ کے ذریعے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اس شخص کے معارضہ کی طرف سبقت کریں جو کسی ایسے امر اہم میں منفرد ہونے کا مدعی ہو جس سے اپنے معاصرین پر اسے برتری حاصل ہو۔ اور وہ لوگوں سے پیروی کرنے کو کہے۔ اور لوگوں کی جان و مال کے متعلق حکم جاری کرے اور یہ بھی بالبداہت معلوم ہے کہ اس قسم کے امور

میں کوئی شخص اس طرح اعتراض نہیں کر سکتا کہ معارضہ پیش کرنے کی طرف بالکل متوجہ ہی نہ ہو۔ اور اس صورت میں اس کی دلالت صرف قدرت کی بناء پر ظاہر ہے کیونکہ نفوس جبکہ اس پر فطری طور پر پیدا کئے گئے ہوں پھر ان کا اس سے روک دینا ایک ایسا امر ہے جو کہ خارق عادت ہے اور یہ مدعی کے صدق پر دلالت کرتا ہے۔ اگرچہ وہ چیز جو اس نے پیش کی ہے وہ دوسروں کی قدرت میں ہو۔ اور تیسرا اعتراض یعنی یہ کہ شاید اس کا معارضہ کیا گیا ہو لیکن کسی مانع کی وجہ سے ظاہر نہ ہوا ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ عادت کی بناء پر معلوم ہے کہ قدرت تسلیم کرتے ہوئے معارضہ ضروری ہے۔۔۔ پس اگر معارضہ کیا گیا ہو تو عادتاً اس کا مخفی رکھنا محال ہے۔ کہ نہ مدعی کے اصحاب کی طرف سے ان کے غالب آنے کے وقت اخفا ہو سکتا ہے اور نہ ان کے علاوہ کوئی اخفا کر سکتا ہے پس تمام احتمالات باطل ہوئے۔ اور دلالت قطعیہ ثابت ہو گئی۔" (ص ۴۱ تا ۴۳)

(۷ الف) ڈاکٹر اسرار احمد لکھتے ہیں کہ

مجددین کے بارے میں ایسی باتیں جن پر امت کا اتفاق ہے مثلاً

(ا) حدیث مبارک میں جو یہ فرمایا گیا کہ "علیٰ راس کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ" تو ان الفاظ سے صدی کا شروع یا صدی کا آخر مراد نہیں ہے بلکہ یہ محاورہ ہے اور اس سے مراد "ہر صدی کے دوران" ہے۔

(اا) یہ ضروری نہیں کہ ایک وقت میں کوئی ایک شخصیت ہی تجدیدی مساعی میں مصروف ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ یہ جدوجہد بیک وقت کئی لوگ کر رہے ہوں۔

(ااا) کسی مجدد کو مجدد تسلیم کرنا یا نہ کرنا ایمان اور کفر کا معاملہ نہیں ہے۔ ایمان اور کفر کا معاملہ کسی نبی کی نبوت کو ماننے یا نہ ماننے سے متعلق ہوتا ہے۔ چنانچہ غلام احمد قادیانی نے اگر صرف مجدد ہونے کا دعویٰ کیا ہوتا اور وہ نبوت کا دعویٰ نہ کرتا تو اس کی اور اس کی امت کی تکفیر نہ ہوتی۔ لاہوری مرزائی اگرچہ یہ کہتے ہیں کہ ہم مرزا کو نبی نہیں صرف مجدد مانتے ہیں لیکن جب یہ بات ثابت ہے کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا تو وہ کافر ہو گیا اور کافر کو مجدد ماننے والا کافر ہے۔ نبوت تو حد فاصل ہے۔ سچے نبی کا انکار کرنے والا کافر ہے اور جھوٹے نبی پر ایمان لانے والا کافر ہے۔ اس معاملے میں "Give the devil his due." کے مصداق قادیانیوں کی ہمت اور جرأت کی داد دینی چاہئے کہ وہ اپنے تئیں ہمیشہ ہمیں کافر قرار دیتے رہے ہیں کیونکہ ہم ان کے نبی کو نبی نہیں مانتے سر ظفر اللہ پاکستان کا وزیر خارجہ تھا اور اس نے قائد اعظم کا جنازہ نہیں پڑھا بلکہ ایک طرف بیٹھا رہا۔ جب اس سے وجہ دریافت کی گئی تو اس نے کہا تھا کہ یا تو مجھے ایک مسلمان حکومت کا کافر

وزیر سمجھ لو یا کافر حکومت کا مسلمان وزیر! مجدد کو ماننے کا معاملہ نبوت سے مختلف ہوتا ہے۔ کسی کو مجدد ماننے یا نہ ماننے سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔

(۴) اکثر مجددین مجدد ہونے کا دعویٰ کیے بغیر اپنی تجدیدی مساعی میں مصروف رہے اور بعد میں لوگوں نے سمجھا کہ مجدد وقت تھے جنہوں نے بہت بڑا کام کیا اور دین کو واقعتاً تازہ کر دیا۔ البتہ بعض مجددین ایسے بھی تھے جنہیں خود بھی اس کا ادراک و شعور تھا کہ وہ مجدد ہیں اور انہوں نے اپنی زندگی میں اس طرح کی باتیں بھی کیں جن سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ وقت کے مجدد ہیں۔ مثلاً احمد سرہندی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ہاں ایسی باتیں ملتی ہیں لیکن ان کا مطلب ہرگز نہیں تھا کہ جو ان کو مجدد نہیں مانے گا وہ کافر ہو جائے گا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ!

(۸) "غرض کہ جو شخص ان امور کا اور ان جیسے دیگر امور کا تتبع کرے تو اس کو معلوم ہو گا۔ کہ ان میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ اگرچہ نبوت پر دلائل نہیں کرتے کیونکہ کسی شخص کا دیگر اشخاص سے مزید فضل میں ممتاز ہونا اس کے نبی ہونے پر دلالت نہیں کرتا لیکن ان کا مجموعہ یقیناً صرف انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہوتا ہے۔ (۴۵) پس آپ ﷺ کی ذات میں ان امور کا جمع ہونا آپ ﷺ کے نبی ہونے کے عظیم دلائل میں سے ہے۔" (ص ۵۰)

(۹) "آپ ﷺ نے ان لوگوں میں دعویٰ کیا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشن کتاب اور حکمتِ باہرہ کے ساتھ بھیجا گیا ہوں تاکہ مکارم اخلاق کو پورا کروں اور لوگوں کو عقائد حقہ کے ذریعہ ان کی قوت علمیہ میں اور اعمال صالحہ کے ذریعہ ان کی قوت عملیہ میں کامل کروں اور عالم کو ایمان اور عمل صالح کے ذریعہ منور کروں چنانچہ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا اور اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب کر دیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ کیا تھا۔ چنانچہ وہ کھوٹے دین کمزور پڑ گئے۔ اور فاسد کلام زائل ہو گئے اور توحید کے آفتاب اور تنزیہہ کے چاند اطراف عالم میں چمک اٹھے اور نبوت کے یہی معنی ہیں۔ کیونکہ نبی وہی ہے۔ جو نفوس بشریہ کی تکمیل کرتا ہے اور دل کے ان امراض کا علاج کرتا ہے جو اکثر نفوس پر غالب ہوتے ہیں اس لئے کسی طبیب کا ہونا ضروری ہے جو ان کا علاج کرے اور جب مریض کے دلوں کے علاج (۸۲) میں اور ان کی تاریکیوں کے دور کرنے میں حضرت محمد ﷺ کی دعوت کی تاثیر کامل اور پوری تھی۔ تو آپ ﷺ کے نبی ہونے کا یقین ضروری ہو گیا۔ کہ آپ ﷺ افضل الانبیاء والرسل ہیں۔" (اثبات النبوۃ (عربی) ص ۵۲۔۵۱)

(۱۰) امام رازیؒ نے مطالب عالیہ میں ذکر کیا ہے کہ یہ برہان ظاہر ہے کہ برہان لم میں سے ہے۔ کیونکہ ہم نے نبوت کی حقیقت کے متعلق بحث کی ہے۔ اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ ماہیت کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ جیسا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہوئی۔ پس آپ ﷺ اپنے ماسوا سے افضل ہیں (ص ۵۲)

ان اقتباسات کے مطالعہ سے آپؒ کے انداز تحریر 'زور بیان 'متکلمانہ انداز 'فلسفیانہ اصطلاحات کا استعمال اور عارفانہ و عالمانہ اظہار کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ ان تمام اور دوسرے بیانات کے مطالعہ کے بعد یہ حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے کہ آپؒ نے نبوت کا حقیقی تصور' معجزہ کا تصور اور نبی کی نبوت کی دلیل کے طور پر اس کی اہمیت 'قرآن کی اہمیت و حیثیت 'نبی کے ذمے امور و مشن کی تفصیل اور حضور سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کی نبوت کی تفصیل اور آپ ﷺ کی افضلیت وغیرہ پر کلام کر کے دراصل اکبر کی بے معجزہ 'بے کتاب 'بے مقصد اور مردود و فضول نبوت کے تصور کو رّد کیا ہے۔ یعنی فیضی اور ابوالفضل وغیرہ نے انہی نبوی حیثیات و متعلقات کو دھندلا کر اکبری نبوت کے لئے راہ ہموار کی تھی۔ مگر آپؒ نے انہیں پھر سے واضح و بین کر کے اکبری حواریوں کے مقاصد کو خاک میں ملا دیا اور اکبر کی نبوت کو اعلان سے بھی پہلے نابود کر دیا۔ یہی اثبات النبوۃ لکھنے کا مقصد تھا۔ جو شاید آپؒ کے پیش نظر رہا۔

خام صوفیاء کا تعاقب

حضرت شیخ احمد سرہندی شریعت محمدیہ ﷺ کے رواج و نفوذ کے اتنے شائق تھے کہ نہ صرف اس کے لئے خود بھرپور سعی کی بلکہ مریدین اور خدام کو بھی اس سلسلے میں جدو جہد پر ابھارا پھر کتاب و سنت کے منکروں اور مخالفوں کا نہ صرف تعاقب کیا اور ان کو شرمندہ و ذلیل کیا بلکہ کتاب و سنت پر عمل کا دعوی کرنے والوں کے عقیدہ و عمل کی کجی کو ظاہر کیا اور انہیں صراط مستقیم دکھائی۔ آپ نے اپنے عقائد و اعمال سے نہ صرف ایک مستقیم الاحوال مسلمان اور صوفی کا عملی نمونہ پیش کیا بلکہ ناتراشیدہ اور خام صوفیا کے غیر شرعی اور فاسقانہ خیالات' اقوال اور اعمال (۸۳) پر گرفت کی ہے اس عنوان پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت مجددؒ نے دو پہلوؤں کو اختیار کیا ہے۔

اول :۔ اقوال و اعمال کی ایسی راست اور صحیح تاویل و تشریح کی جائے کہ جس سے نہ دین کے اصول مجروح ہوں نہ صوفیا کے قول و فعل میں کجی باقی رہے۔

دوم :۔ اقوال و اعمال کو اس دلیل کے تحت رد کر دیا ہے کہ یہ قرآن و حدیث اور سنت نبویؐ کے مبادیات پر پورے نہیں اترتے اوار مبادیات قرآن و حدیث کے مخالف ہر قول' فعل اور نمونہ چھوڑ دیئے جانے کے لائق ہے اگرچہ اس کا عامل و قائل کیسے ہی اعلیٰ درجے پر فائز کیوں نہ ہو

ذیل میں حضرت مجدد الف ثانی نقشبندی کی تحریروں سے اقتباسات ذیل میں پیش کیے گئے ہیں۔ جن میں آپ نے قرآن' حدیث' سنت نبویؐ فقہ اور علمی احکامات و دلائل کی برتری اور غیر مستقیم اقوال و افعال صوفیا کی خامی ظاہر کر کے اپنے پابند شریعت احمدی اور خادم نبوت محمدیؐ ہونا ظاہر کر دیا ہے۔

<u>شیخ فرید کے نام مکتوب</u> : "آپ کو معلوم ہے کہ پچھلے زمانے (اکبری دور) میں جو فساد برپا ہوا تھا وہ علماء ہی کی بدبختی سے ظہور میں آیا تھا۔ امید ہے کہ اس حقیقت کو پوری طرح مد نظر رکھتے ہوئے دیندار علماء کے انتخاب کی سعی فرمائیں گے' کیونکہ علمائے سوء دین کے چور ہیں' ان کی منزل مقصود یہی ہے کہ مخلوق کی بارگاہوں میں جاہ و منصب اور بڑائی حاصل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ان کے فتنوں سے محفوظ رکھے"۔ (دفتر اول مکتوب ۱۹۴)

<u>مرتضیٰ بخاریؒ کے نام مکتوب</u> "جن بعض حکمات میں انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا مقدس گروہ

متفق ہے ان میں سے بعض یہ ہیں۔ عبادت غیر حق سبحانہ تعالیٰ کی نفی اس بلند وبالا ذات کے ساتھ شرک کی ممانعت اور خالق کو چھوڑ کر مخلوق میں سے ایک دوسرے کو رب اور الٰہ بنالینے کا عدم جواز۔ یہ حکم اور خالق کو تعلیم انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہے اور متبعین انبیاء کے علاوہ یہ دولت کسی کو نصیب نہیں ہوئی اور نہ انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ کسی نے ان باتوں کو پیش کیا ہے اگرچہ یہ منکرین نبوت بھی خدا کو ایک کہتے ہیں لیکن ان کا حال دو صورتوں سے خالی نہیں۔ یا تو اہل اسلام کی تقلید میں وہ ایسا کہتے ہیں یا واجب الوجود ہونے میں تو اسی ایک ذات کو تسلیم کرتے ہیں لیکن استحقاق عبادت میں اسے وحدہ لاشریک نہیں مانتے۔ منکرین نبوت کی یہ حالت نہیں ہے کیونکہ ان کے سرداروں نے تو الوہیت کا دعویٰ کیا ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ کا اپنے اندر حلول بتاتے ہیں اور استحقاق عبادت اور الوہیت کا اپنے لئے کھل کر دعویٰ کرنے سے بچتے ہیں۔ تو یقیناً انہوں نے خدا کی بندگی سے قدم باہر نکال لئے ہیں اور افعال قبیحہ و اعمال شنیعہ میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ اس طرح ان پر اباحتِ اشیاء کا راستہ کھل جاتا ہے اور بزعمِ خویش خدائی منصب پر فائز ہو کر وہ گمان کیے ہوئے ہیں کہ ان کے لئے کوئی چیز ممنوع نہیں ہے اور جو کچھ ان کے منہ سے نکلتا ہے وہ درست ہے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں سب ٹھیک ہے، مباح ہے۔ تو اس طرح وہ خود بھی گم کردہ رہ منزل ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ تف ہے ان پر اور ان کے متبعین پر...... منکرین کے سردار اور رئیس جو خدائی کا دعویٰ کیے ہوئے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں اپنے پاس سے کہتے ہیں اور محض اپنے باطل زعم الوہیت کی بنا پر اسے درست قرار دیتے ہیں۔ تو انصاف سے کام لینا چاہیئے جو شخص کمال بے عقلی کے باعث اپنے آپ کو الٰہ سمجھے اور عبادت کا مستحق جانے اور اس فاسد گمان کے تحت ناشائستہ افعال کا مرتکب ہو اس کی باتوں کا کہاں تک اعتبار کیا جا سکتا ہے اور اس کی پیروی میں کونسی بھلائی مل سکتی ہے" (دفتر اول مکتوب ۲۶۳)

شیخ بدیع الدین مدار کے نام مکتوب: "اکثر خام صوفی اور بے سروسامان ملحد اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ اپنی گردنوں کو شریعت مطہرہ کی اطاعت سے باہر نکال لیں اور شرعی احکام کو عوام الناس ہی کے ساتھ مخصوص رکھیں۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ خواص صرف معرفت ہی کے مکلف ہیں۔ جیسا کہ وہ اپنی جہالت کے باعث امیروں اور بادشاہوں کو عدل وانصاف کے سوا اور کسی چیز کا مکلف قرار نہیں دیتے اور وہ کہتے ہیں کہ احکام شرعیہ بجالانے کا مقصد یہی ہوتا ہے۔ کہ معرفت حاصل ہو جائے اور جب معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو شرعی تکلیفات ساقط ہو جاتی ہیں۔" (دفتر

اول مکتوب ۲۷۶)

میر نعمان بدخشی کے نام مکتوب: ''اس گروہ میں سے بعض نے جن کو نماز کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا گیا اور اس کے مخصوص فوائد سے بے خبر ہیں انہوں نے اپنے مرض کا علاج دوسری چیزوں سے کیا اور مقصود کا حصول دیگر امور سے وابستہ جانا' بلکہ ان میں سے ایک گروہ نے تو نماز کو بیکار اور غیر متعلق چیز سمجھ کر اس کی بنیاد غیر اور غیریت پر رکھی ہے اور روزے کو نماز سے افضل جانتے ہیں۔'' (دفتر اول مکتوب ۲۶۱)

ملا حسین کشمیری کے نام مکتوب :۔

''آپ نے لکھا کہ شیخ عبدالکبیر یمنی نے کہا ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ عالم الغیب نہیں ہے۔'' مخدوم گرامی! فقیر اس طرح کی باتیں سننے کی تاب نہیں رکھتا میری رگِ فاروقی بے اختیار حرکت میں آجاتی ہے۔ اور اس طرح کی باتوں میں تاویل و توجیہہ کی فرصت بھی نہیں دینی چاہیے''۔ (دفتر اول مکتوب ۱۰۰)

محمد مقیم قصوری کے نام مکتوب :۔

''کم عقل خام صوفیوں نے اس عبارت کا غلط معنی سمجھ کر خوبصورت شکلوں میں گرفتار ہوتے اور ان کے ناز نخروں پر فریفتہ ہوتے ہیں۔ انہیں وصول حقیقت کا وسیلہ بناتے اور حصول مطلوب کا زینہ سمجھتے ہیں۔ خبردار! یہ مطلوب کے لئے رکاوٹ اور زبردست پردہ ہے۔ وہ ایک باطل نظریہ ہے جو ان کی نگاہوں کے سامنے مزین ہو کر آیا ہوا ہے اور وہ حقیقت سے دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض صوفیہ نے ان صورتوں کے حسن و جمال کو اللہ تعالیٰ کا حسن و جمال سمجھ رکھا ہے اور ان کی جانب مائل ہونے کو خدا کی جانب مائل ہونا اور ان کے مشاہدے کو خدا کا مشاہدہ جانتے ہیں...... اللہ تعالیٰ ان کی باتوں سے بہت بلند ہے۔ ان بے وقوفوں نے اللہ تعالیٰ کو کیا سمجھ رکھا ہے؟'' (دفتر سوم مکتوب ۶۶)

شیخ نظام تھانیسریؒ کے نام مکتوب :۔

''بعض معتمد لوگوں نے نقل کیا ہے کہ آپ کے بعض خلفاء کے مریدین ان خلفاء کو سجدہ کرتے ہیں اور زمین بوسی پر بھی کفایت نہیں کرتے۔ اس فعل کی برائی اظہر من الشمس ہے۔ انہیں اس سے سختی کے ساتھ منع فرمایئے۔ اس قسم کے افعال سے سب کو پرہیز کرنا چاہیئے اور ان لوگوں کو خاص طور پر جو مخلوق خدا کی پیشوائی کے لئے مشہور ہو چکے ہیں ایسے افعال سے اُن لوگوں کو اجتناب کرنا

اشد ضروری ہے کیونکہ پیروکاران کا اتباع کر کے فتنے میں مبتلا ہوں گے۔"(دفتر اول مکتوب ۲۹)

میر محمد نعمان کے نام مکتوب :

(سجدہ تعظیمی کی حرمت پر گفتگو کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ) اے بھائی! سجدہ جو زمین پر پیشانی رکھنے کا نام ہے نہ نہایت درجہ اپنی ذلت وانکساری کے اظہار پر دلالت کرتا ہے اور انتہائی عاجزی و تواضع پر مشتمل ہے لہذا ایسی تواضع اللہ جل سلطانہ کی عبادت کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کے سوا کسی دوسرے کے لئے جائز نہیں ہے۔(دفتر اول مکتوب ۹۲)

خواجہ عبداللہ اور خواجہ عبیداللہ کے نام مکتوب :۔

"آیات واحادیث اور روایاتِ فقہ غنا اور سرود کی حرمت میں اس قدر ہیں کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہے۔اگر کوئی منسوخ حدیث یا روایت شاذہ کو سرود کے مباح ہونے میں پیش کرے تو اس کا ہر گز اعتبار نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ کسی فقیہہ نے کسی بھی زمانے میں سرود کے مباح ہونے کا فتویٰ نہیں دیا ہے اور نہ رقص و پاکوبی کو جائز قرار دیا ہے ......اس زمانے کے کچے اور خام صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کو بہانہ بنا کر اپنا دین و مذہب بنالیا ہے اور اس کو عبادت سمجھتے ہیں ......روایت سابقہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ جو شخص کسی حرام فعل کو جائز اور مستحسن جانے وہ دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہو جاتا ہے۔دریں حالات جائے غور ہے کہ مجلس سماع ور قص کی تعظیم کرنا بلکہ اسے طاعت و عبادت سمجھنا کتنا برا ہے ؟اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ ہمارے مشائخ اس امر میں مبتلا نہ ہوئے اور ہم تابعداروں کو ایسے امور کی تقلید سے دور رکھا۔"(دفتر اول مکتوب ۲۶۶)

ملا طاہر بدخشی کے نام مکتوب :۔

اس زمانے کے اکثر فقرا آسودہ حال اور کفایت کے میدان میں مقیم ہو چکے ہیں۔ان کی صحبت و مجالست زہر قاتل ہے۔ان سے اس طرح بھاگنا چاہیے جیسے شیر سے بھاگتے ہیں۔

اور واقعات کا کچھ اعتبار نہ کریں کیونکہ تاویل کا میدان بہت وسیع ہے (مکتوب ۱۲۲ دفتر اول)

قصبہ سلمانہ کے کسی خطیب نے خطبہ جمعہ سے خلفائے راشدین کا ذکر خارج کر دیا تو آپ نے لکھا۔

"خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا ذکر پاک اگرچہ شرائط خطبہ سے نہیں ہے مگر شعائر اہل سنت سے ضرور ہے ان کے مبارک ذکر کو دانستہ یا سرکشی کے ساتھ وہی حذف کرے گا جس کا

دل مریض اور باطن خبیث ہے۔"

سید مہدی جونپوری کی جماعت کی خرابی کو ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ادھر مہدی کی جماعت کھلے بندوں اہل حق کو اپنے باطل خیالات کی دعوت دیتی ہے اور وہ لوگ دیکھتے ہی دیکھتے ریوڑ سے ایک دو افراد کو بھیڑیا بن کر اچک لے جاتے ہیں۔ زیادہ کیا تکلیف دوں حقیقت یہ ہے کہ جب یہ وحشت انگیز خبر سننے میں آئی تو اس نے شورش پیدا کی اور میری فاروقی رگ کو حرکت دی۔ (مکتوبات 'مکتوب ۵ دفتر دوم)

ان اقوال وارشادات اور سختی و شدت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ شریعت محمد رسول اللہ ﷺ میں نہ خود کجی و خامی کو راہ دیتے تھے اور نہ دوسروں کے لئے یہ حرکت پسند کرتے تھے۔ بلکہ ایسی حرکات کے مرتکب کو مردود اور ملعون قرار دیتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ ایسے افراد کو راہ راست پر لانے کے لئے تبلیغ و تعلیم سے بھی کام لیا جائے اور ترغیب و تخویف سے بھی کام لیا جائے۔ اور اگر معاملہ پھر بھی مطابق شرع نہ ہو تو سختی کی جائے۔

یہ ہے آپ کے شرع محمدی کے وارث اور محافظ ہونے پر زندہ حقیقت۔

سکریہ اقوال اور حضرت مجدد

گزشتہ اوراق میں یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ امام ربانی کے نزدیک قرآن و سنت اور اطاعت خدا اور اطاعت رسول خدا کے علاوہ کوئی بھی بات قابل اعتبار نہیں ہے۔ جو بزرگی' بلندی' رفعت اور سعادت ہے انہی چار چیزوں (قرآن' سنت' اطاعت خدا' اطاعت رسول) میں مستور ہے نجات کا یہی سبب ہے اور خدا کے ہاں یوم حساب کو سرخروئی کا سبب بھی یہی فکر و عمل ہے۔

خام صوفیا کے احوال پر بھی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی گفتگو نقل کی جا چکی ہے آپ ایسے سکریہ کلمات اور شطحیات کو شان ولایت کے منافی سمجھتے ہیں۔ اور ان کے اخفا اور احتراز کا حکم دیتے ہیں پھر بھی کچھ اولیاء سے سکریہ کلمات اور وجدیہ کلام منقول ہوا ہے۔ خود حضرت اما ربانی سے ایسے کلمات وارد ہوئے ہیں۔ ان کے بارے میں حضرت امام قدر ہمام اس طرح گویا ہوتے ہیں۔

(۱) مشائخ کرام قدس اسرارھم میں سے جس نے شطحیات کے طور پر کلام کیا ہے اور ظاہر شریعت کے مخالف باتیں کہی ہیں یہ سب کفر طریقت کے مقام میں واقع ہوا ہے جو کہ سکر و بے تمیزی کا مقام ہے جو بزرگ حقیقی اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں وہ اس قسم کی باتوں سے پاک و بری ہیں اور ظاہر و باطن میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اقتدا کرتے ہیں اور انہی کے تابع رہتے ہیں (مکتوب ۹۵ دفتر دوم)

(۲) اور صوفیائے کرام جو کچھ علمائے مجتہدین کی آراء کے خلاف کہیں یا کریں ان کی تقلید نہیں کرنی چاہیے۔ اور ان پر حسن ظن رکھتے ہوئے ان کے طعن سے سکوت اختیار کرنا چاہیے۔ اور ان کی اس قسم کی باتوں کو شطحیات میں شمار کرنا چاہیے۔ (۱۰۱) (مکتوب ۲۷۲ دفتر اول)

(۳) بعض مشائخ نے سکر کی حالت میں کہا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ اور بعض دوسرے مشائخ نے اس ولایت سے نبی کی ولایت مراد لی ہے۔ کہ نبی پر ولی کی فضیلت کا وہم رفع ہو جائے

لیکن حقیقت میں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ (مکتوب ۱۰۸ دفتر اول)

(۴) جان لینا چاہیے کہ صوفیوں کی غلطیوں میں سے ایک غلطی یہ ہے کہ کبھی سالک مقاماتِ عروج میں اپنے آپ کو دوسرے حضرات سے بلند پاتا ہے۔ جن کی افضیلت علماء کے اجماع سے ثابت ہو چکی ہے حالانکہ یقیناً اس سالک کا مقام ان بزرگوں کے مقامات سے نیچے ہے۔ (مکتوب ۲۲۰ دفتر اول)

(۵) پس جو شخص شطحیات کے طور پر کلام کرتا ہے۔ اور سب کے ساتھ صلح رکھتا اور سب کو راہ راست پر خیال کرتا ہے۔ اور حق (یعنی خدائے برحق) اور خلق (مخلوق خدا) کے درمیان تمیز نہیں کرتا۔ اور دوئی کے وجود کا قائل نہیں ہوتا۔ تو اگر ایسا شخص مقام جمع تک پہنچ چکا ہے اور کفر طریقت سے متحقق ہو چکا ہے اور ماسوی کا نسیان حاصل کر چکا ہے تو وہ (اور اس کی باتیں) مقبول ہے۔ اور اس کی باتیں جو سکر سے پیدا ہوتی ہیں۔ ظاہر کی طرف پھیری گئی ہیں۔ (یعنی ان کی تاویل کی جائے گی) اور اگر وہ شخص اس حال کے حاصل ہوئے اور درجہ کمال تک پہنچے بغیر اس قسم کی (سکر یہ یعنی خلافِ شریعت) باتیں کرتا ہے۔ اور سب کو حق اور صراط پر مستقیم جانتا ہے اور حق وباطل میں تمیز نہیں کرتا تو ایسا شخص زندیق و ملحد ہے جس کا مقصود شریعت کو باطل کرنا ہے۔ اور جس کا مطلوب انبیا علیہم الصلوۃ والسلام' جو کہ رحمت عالمیان ہیں' کی دعوت کو رفع کرنا ہے۔ (مکتوب ۹۵ دفتر دوم) (جو سچا ہے وہ سکر و مستی و بے تمیزی کے باوجود شریعت کے خلاف ایک بال برابر بھی کوئی عمل نہیں کریگا۔ (حوالہ ایضاً)

نیز غلبہ حال کے ظہور سے پہلے اسلام اور کفر کے درمیان امتیاز نہ کرنا جس طرح اہل شریعت کے نزدیک کفر ہے۔ اہل حقیقت کے نزدیک بھی کفر ہے۔ اور قابل مذمت ہے۔ اور اہل شریعت اور اہل طریقت کے درمیان اگر کچھ اختلاف ہے تو وہ غلبہ حال کی صورت میں ہے (یعنی اہل شریعت غلبہ حال کو بھی کفر شمار کرتے ہیں جبکہ اہل طریقت و حقیقت غلبہ حال کے موقع پر سکوت اختیار کرتے ہیں۔ اور اہل سکر کے کلمات سے اعراض کرنا بہتر سمجھتے ہیں) جیسا کہ منصور حلاج (کا معاملہ ہوا) ... مغلوب الحال تھا۔ اہل شریعت نے اس کے کفر کا حکم دیا ہے اہل حقیقت

نے نہیں۔ تاہم اہل حقیقت کے نزدیک بھی کوتاہی اس کی دامن گیر ہے۔ وہ اسے کاملین میں شمار نہیں کرتے (معارف لدنیہ معرفت ۲۵)

ان اقوال وارشادات سے یہ عقیدہ مُصَدَّق ہو گیا کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے نزدیک کلمات سکر کا اظہار کفر شریعت اور کفر طریقت کے ذیل میں آتا ہے ممکن ہو تو ان کلمات کفریہ کی تاویل وتشریح کرنے کی کوشش کی جائے ورنہ ان سے صرف نظر کرنا بہتر ہے۔ مغلوب الحال اہل طریقت کے نزدیک قابل گردن زنی تو نہیں لیکن زمرہ کاملین میں بھی ان کا شمار نہیں کیا جاتا۔ حضرت امام ربانی کے ان ارشادات اور حاصل شدہ نتائج کو مد نظر رکھ کر اگر آپ کے منہ سے نکلے ہوئے متعدد کلمات صحویہ کو پرکھا جائے تو ان کی مناسب تشریح وتوضیح ہو سکتی ہے۔ ان کو سیاق وسباق کی روشنی میں دیکھا جائے تو ان کا کفریہ ہونا ثابت نہیں ہو سکتا

حضرت رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں اطاعتِ حق تعالیٰ ہے جو فرق کرے اس کا حال سکر سے خالی نہیں مستقیم الاحوال بزرگ خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت میں کچھ فرق نہیں کرتے (مکتوب ۵۲ دفتر اول)

نبوت محمدیؐ کے دشمنوں سے دشمنی

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ نہ صرف یہ کہ عظمت رسالت محمدیؐ کے معلن مؤید اور شارح ہیں بلکہ حضور ﷺ کے ساتھ عشق و نیاز مندی میں یہاں تک متشدد ہیں کہ آپؐ کے دشمنوں' حاسدوں اور مخالفوں سے دشمنی رکھنا عین ایمان سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس کی تلقین کرتے نظر آتے ہیں۔ آئیں دیکھیں کہ آپ کیا فرماتے ہیں۔

★ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو صاحب خُلق عظیم تھے۔ کفار سے جہاد کرنے اور ان سے سختی فرمانے کا حکم دیا تھا معلوم ہوا کہ کفار کے ساتھ سخت رویہ اختیار کرنا بھی خلق عظیم کا ایک حصہ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اسلام کی عزت کفر اور کافروں کی ذلت و خواری میں ہے جس نے کافروں کی عزت کی اس نے اسلام کو ذلیل کیا عزت دینے سے یہی مراد نہیں ہے کہ خوا مخواہ ان کی تعظیم کی جائے اور انہیں اونچی جگہ بٹھایا جائے بلکہ انہیں اپنی مجالس میں جگہ دینا ان کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا اور ان سے گفتگو کرنا بھی ان کے اعزاز میں داخل ہے۔

انہیں کتوں کی طرح دور رکھنا چاہئے اگر کوئی دنیاوی غرض یا کام صرف ان سے ہی متعلق ہو اور کسی دوسرے کے ذریعے وہ کام نہ ہو سکے تو انہیں ذلیل جانتے ہوئے بقدر ضرورت ان سے معاملہ کرنا چاہیے بلکہ اسلامی کمال تو یہ ہے کہ دنیاوی غرض کے لئے بھی ان سے مطلقاً رابطہ قائم نہ کیا جائے اور ان سے قطعی میل وجول نہ رکھا جائے۔

. اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قرآن کریم میں انہیں اپنا اور اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دشمن قرار دیا ہے خدا اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں سے میل جول اور انس و محبت رکھنا بہت بڑی خطاؤں میں سے ہے ان کے دشمنوں کے ساتھ دوستی اور محبت کا کم سے کم ضرر یہ ہے کہ شرعی احکام جاری کرنے کی طاقت اور احکام کفر کے مٹانے کی قوت مغلوب اور کمزور ہو جاتی ہے اور باہمی تعلقات کا لحاظ ان امور سے مانع ہوتا ہے اور یہ مسلمانوں کے لئے بہت نقصان دہ ہے (بہار کے شیخ فرید کے نام خط دفتر اول مکتوب۔ ۱۶۳)

★ آپ پوری کوشش کریں کہ اہل کفر کی جو موٹی موٹی باتیں مسلمانوں میں پھیل چکی ہیں انہیں نیست و نابود کر دیا جائے اور اہل اسلام خلاف شرع امور سے محفوظ و مامون ہو جائیں اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری اور سب مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے (خان اعظمؒ کے نام :-

(دفتر اول مکتوب۔ ۶۵)

★ آں حضرت ﷺ کی مکمل متابعت آپ کے ساتھ کمال محبت رکھنے کی فرع ہے کیونکہ محب جسے چاہتا ہے اس کی اطاعت کرتا ہے اور کمال محبت کی نشانی یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ پوری طرح عداوت رکھی جائے محبت میں دو غلے پن کی گنجائش نہیں ہے محب محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے اور مخالفت کی مجال نہیں رکھتا اور محبوب کے مخالفوں سے کسی بھی وجہ سے صلح نہیں کر سکتا اور دو متضاد محبتیں جمع نہیں ہو سکتیں کیونکہ اجتماع ضدین کو محال کیا گیا ہے ایک کی محبت دوسرے کی عداوت کو مستلزم ہے (شیخ فرید بخاری کے نام خط دفتر اول مکتوب ۱۶۵)

★ کفار جو کہ اللہ عزوجل کے اور اس کے رسول علیہ و علی الہ الصلوت والتسلیمات کے دشمن ہیں، سے دشمنی رکھنی چاہیے اور ان کو ذلیل و خوار رکھنے میں کوشاں رہنا چاہیے اور کسی بھی وجہ سے ان کو عزت نہیں دینی چاہیے اور ان بد نصیبوں کو اپنی مجلس میں نہیں بلانا چاہیے اور ان سے انس نہ رکھا جائے اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آنا چاہیے اور جہاں تک ممکن ہو کسی کام میں ان کی جانب رجوع نہ کیا جائے اگر ایسی ضرورت پڑ جائے کہ اس کے سوا چارہ نہ ہو تو قضائے حاجت کی طرح نفرت اور مجبوری کے ساتھ ان سے اپنی ضرورت پوری کر لی جائے (مکتوبات، مکتوب ۱۶۵، دفتر اول)

★ خدا کے دشمنوں کی دوستی ایک انسان کو خدا کا دشمن بنا دیتی ہے اور پیغمبر خدا سے دشمنی رکھنے کا سبب بن جاتی ہے وہ شخص یہی گمان کرے گا کہ میں مسلمان ہوں اللہ اور رسول کی تصدیق کرتا اور ان پر ایمان رکھتا ہوں لیکن وہ نہیں جانتا کہ اس کی اس روش اور بے ڈھنگی چال نے اسے اسلامی دولت سے یکسر محروم کر دیا ہے (دفتر اول مکتوب ۱۶۳)

★ کفر اور کافروں کو ذلیل کرنے میں اسلام اور مسلمانوں کی عزت ہے۔ جزیہ سے کفار کی ذلت و اہانت ہی مقصود ہے کافروں کی جس قدر عزت کی جائے اسلام کی اسی قدر ذلت ہے اس حقیقت کو خوب مد نظر رکھنا چاہیے اکثر لوگوں نے اس اصول کو نظر انداز کر کے اپنی بد بختی سے دین کو برباد کر دیا ہے یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ (اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی فرماؤ) پس کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور ان پر سختی کرنا ضروریات دین سے ہے (دفتر اول مکتوب ۱۹۳)

★ فقیر کی نظر میں حق سبحانہ و تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے میں اس کے دشمنوں سے بیزار رہنے کے ۔ کوئی عمل نہیں اس بیزاری کا ہونا بہت ہی ضروری ہے کیونکہ حق سبحانہ و تعالیٰ

کو کفر اور کافروں سے عداوت ہے (دفتر اول مکتوب ۲۶۶)

★ ہر شخص کے دل میں کوئی نہ کوئی خواہش ضرور ہوتی ہے۔ جبکہ اس فقیر کی دلی خواہش ہے کہ اللہ ورسول (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم) کے دشمنوں پر سختی کی جائے ان کی اہانت کی جائے اور ان کے جھوٹے خداؤں کو ذلیل وخوار کیا جائے فقیر کا اس بات پر کامل یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ اور پیارا عمل اور کوئی نہیں ہے بایں وجہ آپ کو بار بار اس محبوب عمل کی ترغیب دی جاتی رہی ہے یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچانا میرے نزدیک نہایت ضروری ہے (دفتر اول مکتوب ۱۶۹)

★ کفار سے جزیہ لینے کا اصل مقصد کافروں کو ذلیل و خوار کرنا ہے اللہ تعالیٰ نے کفار کی ذلت وخواری کے لئے ہی جزیہ وضع فرمایا ہے یعنی کافروں کو ذلت اور رسوائی اور مسلمانوں کو عزت وغلبہ حاصل ہو غیر مسلم کے قتل میں اسلام نفع ہے اہل کفر سے بغض وعناد رکھنا دولت ایمانی سے مالا مال ہونے کی علامت ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں انہیں نجس اور ناپاک قرار دیا ہے پس مسلمانوں کو چاہیے کہ کافروں کو اسی نظر سے دیکھیں جس نظر سے ناپاک چیزوں کو دیکھا جاتا ہے جب مسلمان انہیں اس طرح دیکھیں گے اور ذلیل جانیں گے تو یقیناً ان کی صحبت سے پرہیز کریں گے اور ان کی ہم نشینی کو معیوب جانیں گے ان سے مشورہ لینا' پھر اس کے مطابق عمل کرنا' دشمنان خدا کا انتہائی اعزاز ہے جس کی اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ (دفتر اول مکتوب ۱۶۳)

★ ان نابکاروں کا کام اسلام اور اہل اسلام پر ہنسی ٹھٹھہ کرنا ہے یہ ہر وقت اس بات کے منتظر رہتے ہیں کہ اگر قابو پائیں تو ہم کو اسلام سے باہر کر دیں یا سب کو قتل کر دیں یا کفر میں لوٹا دیں پس اہل اسلام کو بھی شرم کرنی چاہیے الحیاء من الایمان (حیا ایمان سے ہے) اور مسلمانی کی عار ضروری ہے ہمیشہ ان کی خواری کے درپے رہنا چاہیے ہندوستان میں اہل کفر سے جزیہ دور ہونے کا باعث یہی ہے کہ اہل کفر اس ملک کے بادشاہوں کے ساتھ ہم نشیں ہیں۔ ان سے جزیہ لینے کا اصل مقصود ان کی ذلت وخواری ہے اور یہ خواری اس حد تک ہے کہ جزیہ کے ڈر سے اچھے کپڑے نہ پہن سکیں اور شان وشوکت سے نہ رہ سکیں اور مال کے لینے سے ہمیشہ ڈرتے اور کانپتے رہیں بادشاہوں کو کیا لائق ہے کہ جزیہ لینے سے منع کریں حق تعالیٰ نے جزیہ کو ان کی خواری کے لئے وضع کیا ہے اس سے مقصود ان کی رسوائی اور اہل اسلام کی عزت اور غلبہ ہے۔

جہود ہر کہ شود کشتہ سود اسلام است

(جس قدر ہوں قتل منکر، دین کا ہے فائدہ)

اہل کفر کے ساتھ بغض و عناد رکھنا دولت اسلام کے حاصل ہونے کی علامت ہے حق تعالیٰ نے کلام مجید میں ان کو نجس اور دوسری جگہ رجس فرمایا ہے پس چاہیے کہ اہل اسلام کی نظروں میں اہل کفر نجس اور پلید دکھائی دیں (دفتر اول مکتوب ۱۶۳)

★ حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے وما دعا الکافرین الا فی ضلال . ان دشمنوں کی دعا باطل اور بے حاصل ہے مقبولیت کا یہاں کیا احتمال ہے۔ ہاں اس قدر فساد یہاں ضرور لازم آتا ہے کہ ان کتوں (کافروں) کی عزت بڑھ جاتی ہے۔ اگر یہ دعا بھی کریں گے تو اپنے بتوں کو درمیان میں وسیلہ لائیں گے تو خیال کرنا چاہیے کہ معاملہ کہاں تک پہنچ جاتا ہے۔ اور مسلمانی کی بو بھی نہیں رہنے دیتا۔ (حوالہ ایضاً)

حضرت مجدد کی یہ انتہائی تعلیمات بعد کو دو قومی نظریہ کی بنیاد بنیں۔ جن پر عمل کرنا مسلمانوں کی عزت شان اور غلبے کا باعث اور جن سے اعراض کرنا ان کی ذلت و خفت کو مستلزم ہے۔

حضرت امام ربانی ملت اسلامیہ کو کمزور و ذلیل نہیں چاہتے لہذا کفر کے ساتھ عدم میل جول اور سختی کے قائل ہیں۔ یہ سارا اہتمام اور تگ و دو محمد رسول اللہ ﷺ کی شان عظیم اور مقام کریم کے دوام کی خاطر ہے۔ واللہ اعلم۔

عقیدہ ختم نبوت کے دلائل

عقلی دلائل

طویل ابحاث اور تشریحات کے بعد بھی اگر کسی کے دل میں شک کا کانٹا ہو اور وہ ان تمام توجیہات واثبات کو تسلیم کرنے میں مذبذب ہو تو اس کے اطمینان قلب کی خاطر ذیل میں چند عقلی نکات اس باب میں واضح کیے جاتے ہیں کہ آپؒ ختم نبوت کے جمہور مسلمانوں کی طرح معتقد' اس نظریہ و عقیدہ کے محافظ و مدعی اور اسی عقیدۂ ایمانی کے عوام و خواص اور اکبر کے درباری و غیر درباری علماء کے درمیان تبلیغ واشاعت کا محرک تھے۔

اوّل : آپ نے اپنی تحریروں اور بیانات وغیرہ کے ذریعے کبھی بھی اور کسی بھی انداز سے نہ اپنے لیے اور نہ کسی دوسرے کے لئے نبوت کا دعویٰ بلکہ امکان ظاہر کیا۔ ظاہر ہے اگر آپ منکر ختم نبوت ہوتے تو یقیناً نبوت کی اجراء سے اپنے آپ کو یا کسی پیرو مرشد یا متبوع شخصیت کو ضرورت متصف کرتے۔ جبکہ ایسا نہیں ہوا۔

دوم : آپؒ نے کسی بھی انداز اور کسی بھی پہلو سے اجرائے نبوت کا لزوم ثابت نہیں کیا۔ انکار ختم نبوت سے اجرائے نبوت کا عقیدہ مستلزم ہے۔ لہٰذا آپ کسی بھی جہت سے اجرائے نبوت جدیدہ کے قائل قرار نہیں دیئے جا سکتے۔ جو کہ ایک دوسرے کی شرط ہیں۔

سوم : آپؒ کی تحریروں اور توضیحات سے گزشتہ صفحات میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آپؒ کے نزدیک ظلی' بروزی' مثیلی اور تبع قسم کی نبوت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ حتیٰ کہ آپؒ نے تصریحاً ان موضوعات پہ کلام تک نہیں فرمایا۔ جبکہ آپؒ نے ختم نبوت پر متعدد بار توضیحی عبارتیں لکھی ہیں۔ اور منکرین کے رد میں طویل طویل گفتگو کی ہے۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ عقیدہ ختم نبوت کے داعی اور منکرین کے زبردست مخالف تھے۔

چہارم : آپؒ نے مبہم کلام کے حامل اولیاء اللہ (مثلاً شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ) اور مشکوک اقوال جو بظاہر کفریہ ہوتے ہیں پر خوب گرفت کی ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ اس عنوان پر متشابہ گفتگو کا رد اور وضاحت بھی ضروری سمجھتے تھے۔ کجا یہ کہ کسی منکر کے عقیدہ کے موافق ہوں۔ آپؒ کا یہ طرز عمل آپ کے حامل عقیدہ ختم نبوت ہونے کا ثبوت ہے۔

پنجم : آپؒ اگر منکر ختم نبوت ہوتے۔ تو سب سے پہلے اس منصب کے حامل خود ہوتے۔ کہ آپؒ نہ صرف مجدد بلکہ عہدۂ مجدد الف ثانی پر فائز تھے۔ لہٰذا منصب نبوت پر براجمان ہونے کا زیادہ حق بھی آپؒ ہی کو تھا۔ مگر آپ نے اپنے عہدۂ مجددیت کی توثیق واثبات میں طویل کام کیا ہے۔ لیکن منصب نبوت کی طرف اشارہ تک نہیں کیا۔ جو اس بات کا بیّن ثبوت ہے۔ کہ آپ اس منصب کے اختتام کے مکمل طور پر قائل تھے۔

ششم : آپؒ نے نہ صرف اپنے لئے بلکہ دوسرے تمام اگلے پچھلے اولیاء کرام وصوفیائے عظام کے لئے رسالتِ محمدی کو ضروری ولازم قرار دیا بلکہ اس کے دلائل بھی دیئے ہیں اور مخالف دلائل کو رد بھی کیا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ رسالت محمدی کی پیروی کے قائل ہیں لہٰذا کسی صورت بھی منکر ختم نبوت نہیں قرار دیئے جاسکتے۔

ہفتم : آپؒ نے مختلف اقوال وارشادات میں عقیدہ ختم نبوتؐ اور نبوت ورسالتِ محمدی ﷺ کی ابدیت وسرمدیت کو ثابت کیا ہے گزشتہ نبوتوں اور کتابوں کے نسخ کا اعلان کیا ہے نجات کو اتباع شریعتِ محمدیؐ سے منسلک کیا ہے اور مریدین ومتوسلین کو تاکیدی حکم دیا ہے کہ وہ محمد رسول اللہ کی متابعت سے باہر نکلنے کا سوچیں بھی نہیں۔ آپؒ کا یہ حتمی عمل آپ کے عقیدہ ختم نبوتؐ کے قائل ہونے کا ثبوت ہے۔

ہشتم : آپؒ نے خود تمام عمر اس باب میں جو قولی وعملی احتیاط اور حزم کا مظاہرہ کیا۔ وہ تو کتاب کے مطالعہ سے ظاہر وباہر ہو چکا ہے مگر جو اولیائے کرام اور صوفیائے عظام اس خصوصی احتیاط کو سکر وجذب کی حالت میں قائم نہ رکھ سکے آپؒ نے ان کی خوب گرفت کی ہے اور ان کے مقام ومرتبے کا لحاظ کئے بغیر ان کے قول اور عمل کی ناپسندیدگی ظاہر کی ہے اور عرفی کے نعتیہ شعر کے اس مصرعہ کی تلقین کی ہے کہ

باخدا دیوانہ باش   وبامحمدؐ ہوشیار

آپ کا یہ علمی وعملی رویہ یہ ثابت کرتا ہے کہ آپ عقیدہ ختم نبوت کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ اس عقیدہ کی طرف دعوت بھی دیتے ہیں۔

نہم : آپ کے اقوال، عمل اور تحریروں میں کہیں کوئی ایسی بات موجود نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ آپ کو عقیدہ ختم نبوت میں عمر کے کسی بھی حصہ میں کوئی شک یا تردد رہا ہو سیاق وسباق سے الگ کر کے، تو کچھ کا کچھ ثابت کیا جاسکتا ہے جیسا کہ منکرین آپ کے اقوال سے ثابت کرنے کی

ناپاک جسارت کرتے ہیں۔ ایسے چند اقوال کی حقیقت کتاب ہذا میں کھولی جاچکی ہے جب عقیدہ ختم نبوت آپ کے نزدیک ہر قسم کے شک و تردد سے بالا ہے تو عقیدہ اجرائے نبوت کے سلسلے میں آپ کو متہم نہیں کیا جاسکتا۔

الحذر ' اے طعنہ گو اب الحذر

روشنی بھی ہو گئی ہے شک بھی باقی نہ رہا

دہم: آپؒ نے کافروں کے ساتھ دشمنی رکھنے کی تلقین کی ہے ان کو دوست بنانے سے منع کیا ہے محمد رسول اللہ کے مخالفوں اور منکروں کے ساتھ سخت رویہ رکھنے کا حکم دیا ہے اور شرع و سنت محمدیؐ سے انحراف کرنے والوں کی ذلت و خواری کی تمنا کی ہے جس کے حوالے کتاب کے مطالعہ میں پیش کیے جاچکے ہیں حضور علیہ السلام کے دین و شرع سے آپؒ کی محبت اس درجہ شدید ہے کہ اس کے منکروں بلکہ شک کرنے والوں تک کو بھی آپؒ برداشت کرنے کو تیار نہیں ہیں تو کیسے ہو سکتا ہے کہ آپؒ اسی دین کی نفی کر کے عقیدہ ختم نبوت کا انکار کر دیں۔

نہیں نہیں ہرگز نہیں ایسا ممکن ہی نہیں

آپ ہو جائیں خلافِ دینِ حق 'شرعِ متیں

یاد رہے کہ آپ کی اسی شدت محبت دین اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کے مخالفوں کے ساتھ سختی اور کفر اور اسلام میں واضح فرق کرنے کی وجہ سے آپ کو "دو قومی نظریہ" کا بانی کہا جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

تلك عشرة كاملة

یہ دس عقلی دلائل اس حقیقت کی برہانِ ناطع ہیں کہ حضرت مجددؒ اپنے ہوش سنبھالنے سے لے کر تادم مرگ عقیدہ ختم نبوت کے داعی رہے۔ اسی کا پرچار کیا اور اپنے پیروؤں کو اسی عقیدہ پر کاربند رہنے کی تاکید کرتے رہے نہ منکر ختم نبوت کو برداشت کیا 'نہ شریعت محمدی سے اعراض کرنے والوں کو پسند کیا اور دربار محمدی اور سرکار ختم الانام علیہ السلام میں اپنے عجز کا بار بار اظہار کیا۔ اپنی ولایت و مجددیت کو آقائے آخر الزمان علیہ السلام کا فضل و عنایت قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

حوالہ جات وحاشیہ جات

(۱) تفصیل کے لئے دیکھئے مفتی محمد شفیع دیوبندی مرحوم کی تصنیف ختم نبوت (کامل) ہر سہ حصہ شائع کردہ ادارۃ المعارف کراچی

(۲) تفصیل کے لئے دیکھیے امام احمد رضا خان فاضل بریلویؒ کی تصنیف۔ جزَاللّٰہ عدُوّہ باَباَئِہ ختَم نبوّۃ "جس میں آپؒ نے کم وبیش ۱۲۵ احادیث نبوی اثبات ختم نبوت میں تحریر فرمائی ہیں۔

(۳) (ابوداؤد و مسند احمد) مشہور منکر عقیدہ ختم نبوت اور مدعی نبوت جدیدہ مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو مسیح موعود اور مثیل موعود ثابت کرنے کے لئے احادیث میں مذکورہ خصائص عیسویؑ اور علامات نزول عیسیؑ کو دوراز کا تاویلات باطلہ سے اپنے اوپر چسپاں کیا ہے۔ مگر منہ کی کھائی ہے۔ اسے مسیح موعود تو ایک طرف جمہور امت نے مسلمان تک نہیں سمجھا۔ تفصیل کے لئے دیکھیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی کی تصانیف۔

(۱) قہر الدیان علی مرتد بقادیان

(۲) السوء العقاب علی المسیح الکذاب

(۳) الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی

(۴) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے بھی اپنے مکتوبات میں عیسیٰ ابن مریم کی آمد ثانی کا تذکرہ کیا ہے۔ جن میں سے چند حوالے باب "عقیدہ ختم نبوت اور حضرت مجدد الف ثانی" میں دئے گئے ہیں۔

(۵) تفصیل کے لئے دیکھیے اختر کاشمیری کی تصنیف۔ نظریہ انتظارِ مہدی "سہیل پبلشرز راوی روڈ لاہور۔ مطبوعہ ۱۹۸۸

(٦) ڈاکٹر غلام جیلانی برق مرحوم نے اپنی تصنیف "رمز ایمان" میں انسانی شخصیت کے گرد موجود ایک نورانی ہالے کا ذکر کیا ہے۔ جسے تصوف کی زبان میں "اورا" (AURA) کہا جاتا ہے۔ یہی "اورا" ہوتا ہے جو دوسروں کے لئے کسی کی طرف کشش اور التفات کا سبب ہوتا ہے۔ انبیاء اور اولیاء میں "اورا" بہت طاقتور اور زبردست کشش کا حامل ہوتا ہے۔ جبکہ عام لوگوں میں تقویٰ و کردار کے مطابق یہ "اورا" کم وبیش قوت رکھتا ہے حضرت امام ربانی کا "اورا" اپنے زمانے کے اکابر میں سب سے زیادہ طاقتور تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ سے ملنے والے تو ایک طرف آپ کے مکتوب

کے ذریعے آپ کا تعارف حاصل کرنے والے بھی آپ کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔

(۷) اتمام "افضلیت مجدد بر صدیق اکبرؓ" میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

(۸)

(۹) رد روافض میں آپ نے شیعوں کے ان عقائد کا بھی ذکر کیا ہے جو عقیدہ ختم نبوت سے متصادم ہیں۔ اور اپنے عقائد بھی پیش کیے ہیں مثلاً ۱: وہم ایشاں میگویند کہ رسالت منقطع نمی شود" (ان کا کہنا ہے کہ رسالت کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا) ۲: انکا یہ بھی قول ہے کہ حامل شریعت پیغمبر سات ہیں آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ، محمد اور حضرت امام محمد مہدی علیہم السلام وغیرہ وغیرہ۔

(۱۰) وہ رباعیات یہ ہیں۔

(۱)

گویند وجود کون، کون است و حصول
نوری بجز از کون نکردہ است قبول
واللہ کہ دریں پردہ لسان الغیب است
بر طبق قواعد است و بر وفق اصول

(۲)

بشناس کہ کائنات رود در عدم اند
بل در عدم ایستادہ ثابت قدم اند
دیں کون معلق از خیال و وہم است
باقی ہمگی ظہور نور قدم است

(بحوالہ نور اسلام مجدد نمبر حصہ دوم ص ۱۸)

(۱۱) مولانا محمد ہاشم کشمیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ "دفتر چہارم کی ترتیب کا آغاز بھی کر دیا گیا تھا لیکن ابھی صرف چودہ مکاتیب لکھے گئے تھے کہ حضرت مجدد کا انتقال ہو گیا۔ اس طرح ان چودہ مکاتیب کو بھی دفتر سوم میں شامل کر دیا گیا۔" اس لحاظ سے اس دفتر کا کل مکتوبات کی تعداد ۱۲۸ ہونی چاہیے تھی مگر یہ ۱۲۴ ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مکاتیب شامل ہونے سے رہ گئے تھے۔

(۱۲) یہ رسائل اور ان کے ترجمے وغیرہ مجھے دستیاب نہ ہو سکے۔

(۱۳) عربی کی ایک کہاوت ہے کہ دوست تین طرح کے ہوتے ہیں اور دشمن بھی تین طرح کے ہوتے ہیں۔ یہ تین دوست اور دشمن یہ ہیں۔

دوست : حبیبك و حبیب حبیبك و عدوّ عدوّك

ترجمہ : ایک تیرا دوست، دوسرا تیرے دوست کا دوست، تیسرا تیرے دشمن کا دشمن۔

دشمن : عدوك و عدو حبيبك و حبيب عدوك
(ایک تیرا دشمن، دوسرا تیرے دوست کا دشمن، تیسرا تیرے دشمن کا دوست۔)
(۱۴) سورۃ حجرات سے سورۃ البروج تک کی سورتیں طوال مفصل کہلاتی ہیں جو تعداد میں ۳۷ ہیں۔
(۱۵) تفصیلات کے لئے دیکھئے (الف) حضرات القدس مولفہ بدرالدین سرہندی
(ب) زبدۃ المقامات مؤلفہ محمد ہاشم کشمی۔
(۱۶) آئین اکبری جلد اول صفحہ ۲۸
(۱۷) آئین اکبری جلد اول صفحہ ۲۹، ۳۲
(۱۸) آئین اکبری جلد دوم صفحہ ۱۸۴
(۱۹) آئین اکبری جلد دوم صفحہ ۱۰۵
(۲۰) آئین اکبری جلد اول صفحہ ۱۱۰
(۲۱) آئین اکبری جلد اول صفحہ ۶۴
(۲۲) آئین اکبری جلد سوم صفحہ ۱۸۹
(۲۳) آئین اکبری جلد سوم صفحہ ۲۰۶
(۲۴) اکبر نامہ جلد سوم صفحہ ۸۳۰
(۲۵) منتخب التواریخ جلد دوم ص ۳۰۱
(۲۶) منتخب التواریخ جلد دوم ص ۳۱۴
(۲۷) مولانا سید ابوالحسن علی ندوی "تاریخ دعوت و عزیمت" جلد چہارم میں اس عنوان پر گفتگو کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ
"اکبر کے لئے ایک بڑی آزمائش کی بات اور اسلام سے اس کے مزاج کے منحرف ہونے کا ایک قوی سبب یہ تھا کہ اس نے استحکام سلطنت کے لئے راج پوت راجاؤں کے ساتھ رشتے ناطے کئے اور اعلیٰ ترین مناصب پر ان کا تقرر کیا اور ان کا پورا اعتماد حاصل کرنے اور ان کو شیر و شکر کرنے کے لئے بہت سے ایسے کام کئے جو اس کے پیش رو سلاطین نے ابھی تک نہیں کیے تھے۔ مثلاً (۱) ذبیحہ گاو کی ممانعت (۲) آفتاب کے رخ بیٹھ کر جھروکہ درشن (۳) داڑھی منڈوانا (۴) بھدرا کروانا (۵) قشقہ لگانا (۶) ہندو رانیوں کے ساتھ مل کر تمام ہندوانہ رسوموں میں حصہ لینا۔ اکبر کی ایک بیوی راجہ

بہاری مل کی بیٹی اور راجہ بھگوان داس کی بہن تھی دوسری جودھابائی جو جودھ پور کی رانی..... ان ہندو رانیوں کا اور ان کے واسطہ اور رشتہ سے ان کے بھائیوں اور عزیزوں کا اکبر پر خاصہ اثر تھا اور یہ بالکل قدرتی بات تھی دین میں سب سے پہلا تزلزل جو واقع ہوا وہ اسی تعلق کا نتیجہ تھا۔

(۲۸) منتخب التواریخ جلد دوم ص ۳۱۵

(۲۹) منتخب التواریخ جلد دوم ص ۲۵۱

(۳۰) طبقات اکبری ص ۶۸۔۶۷

(۳۱) منتخب التواریخ جلد دوم ص ۲۷۳

(۳۲) = = = ص ۳۰۷

(۳۳) = = = ص ۲۵۹

(۳۴) = = = ص ۳۱۵

(۳۵) تصوف اور اہل تصوف ص ۱۲۱۔۱۲۰

(۳۶) اشارہ ہے منتخب التواریخ مصنفہ ملا عبدالقادر بدایونی کے اس حقیقت کشابیان کی طرف جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کی گئی کہ

"اس صاحب زمان کا وقت آگیا ہے جو ہندو مسلمان کے بہتر فرقوں کا اختلاف مٹانے والا ہو گا اور وہ بادشاہ کی ذات قدسی صفات ہے۔" (ص ۲۷۹) "بادشاہ کے ذہن میں چونکہ یہ بات راسخ ہو گئی تھی کہ پیغمبر اسلام کی بعثت کی مدت کے ہزار سال پورے ہو چکے جو اس دین کی عمر طبعی ہے اور اب کوئی مانع ان پوشیدہ دلی تقاضوں کے اظہار میں نہیں رہا"۔ (ص ۳۰۱)

(۳۷) دین اکبری میں شامل ہونے کے لئے جس محضر نامہ کا اقرار کیا جاتا تھا وہ یہ ہے۔ "من کہ فلاں ابن فلاں باشم بہ طوع و رغبت و شوق قلبی لدین اسلام مجازی و تقلیدی کہ از پدران دیدہ و شنید بودم ابرا و تبر نمودم و در دین الٰہی اکبر شاہی درآمدم و مراتب چہار گانہ اخلاص کہ ترک مال و ترک جان و ناموس و دین باشد کردم" (منتخب التواریخ فارسی ص ۲۷۳)

ترجمہ: میں فلاں ابن فلاں اپنی خواہش اور رغبت اور دلی شوق کے ساتھ مجازی و تقلیدی دین اسلام سے جو باپ داداؤں سے سنا اور دیکھا تھا علیحدگی اور جدائی اختیار کرتا ہوں اور کہ اکبر شاہی دین الٰہی میں داخل ہوتا ہوں اور اس دین اخلاص کے چاروں مراتب یعنی ترک مال، ترک جان، ترک ناموس اور ترک دین کو قبول کرتا ہوں

(۳۸)اسلام اور امت مسلمہ کو شہنشاہ اکبر کے زمانے میں کتنے سخت ناموافق حالات کا سامنا تھا اور حکومتِ (اکبری) کی بے راہروی اور ہندو نوازی سے زمین ہندوستان مسلمانوں پر کتنی تنگ ہو چکی تھی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان دنوں :۔

۱)ہندوؤں کے برت کے دنوں میں کوئی مسلمان روٹی نہ پکا سکتا مگر ماہ رمضان میں ہر کوئی روٹی پکا سکتا اور فروخت کر سکتا تھا کوئی رکاوٹ اور پابندی نہ تھی۔

۲)گوشت گاؤ کی اجازت نہ تھی جبکہ بھیڑیے شیر اور خنزیر کے گوشت کی حلت کا فتویٰ دیا گیا۔

۳)ہندو عورت اگر مسلمان ہو جاتی تو اسے جبراً اس کے وارثوں کے ہاں بھیج دیا جاتا تھا جہاں اس کے گھر والے اسے دوبارہ مرتد کر لیتے تھے۔

۴)اسلامی علوم اور دینی فہم رکھنے والوں کو مردود اور مطعون ٹھہرایا جاتا۔

۵)مسجدیں ویران ہو گئیں اور کئی مکانات پر مسجدوں کی جگہ مندر تعمیر کر دیے گئے۔

۶)شاہی محل میں دن رات آگ روشن رکھی جاتی۔

۷)سور اور کتے کو پاک قرار دیا گیا صبح سویرے ان کو دیکھنا عبادت قرار دیا گیا کتوں کو سفر میں ساتھ رکھا جاتا اور ان کے ساتھ کھانا کھایا جاتا۔

۸)رسم ختنہ پر پابندی لگادی گئی۔

۹)دفن کرتے وقت میت کا سر مشرق کی طرف اور پاؤں مغرب کی طرف کیئے جاتے منہ سے قبر کھلی رکھی جاتی تا کہ مردہ سورج کی مقدس کرنوں سے فیض یاب ہوتا رہے۔

۱۰)بادشاہ صبح، شام، آدھی رات کے وقت آفتاب کی پوجا کرتا اور اپنے لباس کا رنگ سات ستاروں کے رنگ کے مطابق رکھتا۔

۱۱)نماز روزہ اور دوسرے ارکان جن کا تعلق نبوت سے ہے کو ”تقلیدات“ کا نام دیا۔(نور اسلام اول مجدد نمبر ص ۲۷۔۲۹)

۱۲)حضرت عیسیٰ اور مریم کی شبیہیں بنوائی گئیں جن کی زیارت وعبادت کی جاتی

۱۳)شاہ کی تعظیم کی خاطر اس کے آگے جھکنا اور سجدہ ضروری قرار دیا گیا۔(مجدد ہزارہ دوم ص ۲۲)

(The Religious policy of the Mughal Emperor by Sri Ram shirm.)

(۳۹) مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۵۳

(۴۰) فتنہ اکبری اسکے محرکات ' مضمرات اور علمائے سوء کے سیاہ کارناموں کا ذکر ملا عبد القادر بد ایوانی کے علاوہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے بھی کیا ہے ۔ (دیکھئے مکتوبات شیخ عبد الحق محدث دہلوی) صرف انداز بیاں کا فرق ہے ۔ بلکہ خود حضرت امام ربانی نے اپنی تصنیف اثبات النبوۃ کے دیباچہ میں انھی حالات اور اپنے عزائم و عقائد کا تفصیلی ذکر فرمایا ہے ۔ امام ربانی کی اس تصنیف سے اقتباسات آگے دیئے جارہے ہیں ۔

(۴۱) نہ صرف شیخ احمد سرہندی نے اپنے خطوط اور تعلیمات کے ذریعے امراء اور اہل مناصب کو اکبر و جہانگیر کی بے دینی کے خلاف ابھارا اور عمل پر راغب کیا بلکہ ان کے معاصر حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے بھی اپنے خطوط اور عبارات کے ذریعے یہی کچھ کرنے کی کوشش کی ہے ۔ چنانچہ نواب فرید مرتضیٰ کے نام اپنے خط میں آپ لکھتے ہیں

> (الف) "خلق خدا پر شفقت اگرچہ نسبت محبت کی تحصیل ' رحمت الٰہی کی کشش ' علاقہ آدمیت و جنسیت کی رعایت اور طریق انصاف و شکر گزاری حق ' سیر و سلوک میں ایک بلند مقام رکھتی ہے نیز یہ صفت فطرت کی سلامتی ' ہمت کی بلندی اور طبیعت کی پاکیزگی کی دلیل ہے ۔ اجر جزیل اور دنیا و آخرت میں ثناء جمیل کا سبب ہے ۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود تعظیم امر الٰہی کا مقام ' اعلاء کلمہ اسلام اور دین و ملت کی تقویت و تائید اس سے بہت زیادہ بلند ہے ۔"
>
> (ب) اور در حقیقت کوئی صفت اور کوئی کام جو بارگاہ الٰہی اور درگاہ نبوی میں قبولیت اور سفید روئی کا سبب ہو سکتا ہے اس سے بلند نہیں ہے کہ کوئی شخص دین و ملت کی تقویت اور سنت کی ترویج و تائید میں کوشاں ہو اس میدان میں اپنی پوری کوشش صرف کرے اور اگرچہ وہ تن تنہا ہو اس لشکر کی تعداد میں اپنے وجود سے اضافہ کرے ۔ (مکتوبات شیخ عبد الحق مکتوب ۳۳ بحوالہ تصوف و اہل تصوف ص ۱۴۰)

(۴۲) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور سرور دو عالم ﷺ کی شریعت آخری کے مطابق

امت محمدیؐ کے بچے کھچے مومنوں اور دائرہ ایمان میں داخل ہونے والوں کو زندگی گزارنے کا حکم دیں گے۔ اور اسی طرح آپ کا دینی طرزِ عمل بھی اسی شریعت حقہ کے مطابق ہوگا۔ اسی پر گفتگو کرتے ہوئے اختر کاشمیری نے نظریہ انتظارِ مہدیؑ ص ۹۱ پر لکھا ہے کہ "جیسے کہ بعض لوگوں نے فقہا کے حوالے سے یہ بات مشہور کر دی ہے۔ کہ حضرت خضرؑ پچاس برس تک حضرت امام اعظمؒ سے تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اور جب موسیٰؑ و مہدیؑ تشریف لائیں گے۔ تو دونوں بزرگ حضرت امام اعظمؒ (کی فقہ) کی تقلید کریں گے۔"

"علامہ شہروزی مدنی نے اس پر کلام کرتے ہوئے کہا۔ کہ وقع لبعض جھلة الحنفية انه ادعی ان کلامن عیسیٰ و مھدی یقلد مذھب الامام ابی حنیفة (یعنی بعض جاہل احناف کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اور امام مہدیؑ جب آئیں گے تو (مسلک) امام اعظمؒ کی تقلید کریں گے۔") اسی عنوان پر بحث فرماتے ہوئے حضرت امام ربانی نے خواجہ محمد پارسا کا قول فصول ستہ سے نقل کیا ہے۔ کہ "حضرت عیسیٰؑ بعد از نزول بفقہ حنفی کے مقلد ہوں گے۔" (مکتوب ۲۸۲ دفتر اول) مگر اپنے عقیدہ کی صراحت اس طرح کر دی ہے کہ "حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا عقیدہ اجتہاد کے موافق ہوگا (لیکن) وہ اس مذہب کی تقلید کریں (اگر چہ اتباع شریعت میں وہ دوسرے علماءِ امت کی طرح ہی ہوں گے (مکتوب نمبر ۵۵ دفتر دوم حصہ ہفتم

(۴۳) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو قرب قیامت کو آسمان سے نزول فرما کر شریعت محمدی کو جاری بھی کریں گے اور خود اسکی اتباع بھی کریں گے

(۴۴) حضرت امام مہدیؑ کی آمد، منصب اور نشانیوں پر گفتگو حضرت امام ربانیؒ نے ان الفاظ میں کی ہے۔

(الف) حضرت مہدی جن کی تشریف آوری کی نسبت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بشارت فرمائی ہے ہزار سال کے بعد پیدا ہوں گے اور حضرت عیسیٰؑ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی ہزار سال کے بعد نزول فرمائیں گے۔ (دفتر اول مکتوب ۲۰۹)

(ب) منقول ہے کہ حضرت مہدی اپنی سلطنت کے زمانہ میں جب دین کو رواج دیں گے اور سنت کو زندہ فرمائیں گے تو مدینہ کا عالم جس نے بدعت پر عمل کرنے کو اپنی عادت بنایا ہوگا اور اس کو حسن خیال کر کے دین کے ساتھ ملا لیا ہوگا۔ تعجب سے کہے گا کہ اس شخص نے ہمارے دین کو دور کر دیا ہے اور ہمارے مذہب و ملت کو مار دیا اور خراب کر دیا ہے حضرت مہدی اس عالم کے قتل کا حکم فرمائیں گے اور اس کے حسنہ کو سئیہ خیال کریں گے (مکتوب ۲۵۵ دفتر اوّل)

(ج)(دم دار ستارے کا) یہ طلوع اس طلوع سے الگ ہے جو حضرت امام مہدیؑ کے آنے کے وقت پیدا ہوگا کیونکہ حضرت مہدیؑ صدی کے بعد آئیں گے اور ابھی سو میں سے اٹھائیس سال گزرے ہیں۔ نیز حدیث میں حضرت امام مہدیؑ کی علامتوں میں آیا ہے کہ مشرق کی طرف سے ایک ستارہ طلوع کرے گا جس کا دم نورانی ہوگا...... غرض امام مہدیؑ علیہ الرضوان کے ظہور کا وقت نزدیک ہے ......جب حضرت مہدی بڑے ہو جائیں گے اور ان کے سبب اسلام اور مسلمانوں کو بڑی تقویت حاصل ہوگی اور ظاہر و باطن میں ان کی ولایت کا تصرف عظیم ہوگا اور کئی طرح کے خوارق و کرامات ان سے ظاہر ہوں گے اور عجیب و غریب نشان ان کے زمانہ میں پیدا ہوں گے تو ممکن ہے کہ ان کے وجود سے پہلے نبی ﷺ کے ارہاصات کی طرح مختلف قسم کے خرق عادت ظاہر ہوں۔ جو ان کے ظہور کے مبادی ہوں جیسا کہ احادیث سے مفہوم ہوتا ہے (دفتر دوم مکتوب ۶۸)

(د) احادیث نبوی ﷺ میں آیا ہے کہ مہدی موعود آئیں گے ان کے سر پر ابر ہوگا اس ابر میں ایک فرشتہ ہوگا جو پکار کہے گا کہ یہ مہدی ہے اس کی متابعت کرو (دفتر دوم مکتوب۔ ۶۷)

(۴۵) یہاں دنیا میں آمد کے لحاظ سے آخری کہنا حیثیت نبوت کے ہے ورنہ غیر نبی انسان تو آپ ﷺ کے بعد بھی پیدا ہوئے ہو رہے ہیں اور قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے

(۴۶) حوالہ کے لئے دیکھئے تجلیات امام ربانی ترجمہ و تلخیص مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ جلد اول صفحہ ۲۳۔ ۲۴

(۴۷) حدیث مبارکہ کے الفاظ یہ ہیں لَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا مَا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ

(ترجمہ) اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔

(۴۸) حضرت خضرؑ کی نبوت میں بھی علماء میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ نبوت خضر کا مدعی ہے جبکہ دوسرا ولائت کا۔ ولائت کی صورت میں حضرت خضر کا عقیدہ ختم نبوت سے تعارض کا سوال ہی ختم ہو جاتا ہے جبکہ نبوت کی صورت میں حضرت خضرؑ کا نبی ہونا عقیدہ ختم نبوت کو مجروح نہیں کرتا۔ اس لئے کہ آپ حضرت عیسیٰؑ کی طرح محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے کے مبعوث نبی ہیں واللہ اعلم

(۴۹) پس اس کے ذریعے اپنے بندوں کے لئے اُن (حضور ﷺ) کے دین کو کامل کر دیا۔ اور ان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور امت مسلمہ پر اپنی نعمت پوری کر دی اور ان کے لئے دین اسلام کو پسند

کیا اور آپ (ﷺ) پر انبیاء و رُسل کا سلسلہ ختم کر دیا۔ جو مخلوقات کی طرف واضح آیات اور بڑے بڑے معجزات کے ساتھ بھیجے جاتے رہے (اثبات النبوۃ اردو ص ۱)

(۵۰) حدیث زیر گفتگو ابو داؤد اور حاکم کے علاوہ طبرانی کی معجم میں بھی آئی ہے۔ کنز العمال میں امام بیہقی اور ان کی کتاب معرفۃ السنن والاثار کا بھی اس حدیث کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ (جلد ۶) مولانا عبد الحی فرنگی محل نے مجموعہ الفتاوی میں اس حدیث کی تخریج کے سلسلہ میں حلیہ ابو نعیم مسند بزار اور مسند حسن بن سفیان اور کامل ابن عدی کا بھی ذکر کیا ہے۔ (جلد ۲) علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی اس حدیث کے بارے میں حدیث صحیح کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہے۔ (حضرت مجدد الف ثانی از سید زوار حسین شاہ ص ۱۴۳۔۱۴۲)

(۵۱) ملا علی قاری الہروی "مرقات" شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ

الف: (ترجمہ) مجدد کی صفت یہ ہے کہ وہ سنت کو بدعت سے ممتاز و نمایاں کرے گا۔ اور علم کو بکثرت شائع کرے گا۔ اور اہل علم کی عزت کرائے گا۔ اور بدعت کا قلع قمع کرے گا۔ اور اہل بدعت کا زور توڑے گا۔ (جلد ۱ ص ۳۰۲)

(ب) شیخ عبد الحق محدث دہلوی "لمعات التنقیح" (عربی) اور اشعۃ اللمعات (فارسی) جزاول میں لکھتے ہیں کہ (ترجمہ) وہ تجدید و نصرت دین اور ترویج و تقویت سنت اور قلع قمع بدعت اور اسکی تضعیف و نشر علوم اور اعلاء کلمہ اسلام کے ساتھ اپنے زمانے میں ممتاز ہوگا۔

(ج) مولانا عبد الحیؒ لکھنوی مجموعہ الفتاوی میں لکھتے ہیں کہ "مجدد کی علامات و شروط یہ ہیں کہ وہ علوم ظاہرہ باطنہ کا عالم ہوگا۔ اور اس کی تدریس و تالیف و تذکیر (وعظ و نصیحت) سے عام نفع پہنچے گا اور وہ سنتوں کو زندہ کرنے اور بدعتوں کو مٹانے میں سرگرم ہوگا۔"

(د) سید زوار حسین شاہ اپنی تصنیف "حضرت مجدد الف ثانی" میں لکھتے ہیں "مجدد کے لئے ضروری ہے کہ وہ علم و فضل میں شہرۂ آفاق ہو امور دین میں لوگ اس کی طرف رجوع کریں علوم ظاہرہ و باطنہ میں یکتائے روزگار ہو حامی سنت و قامع بدعت ہو" (۳۴۳)

(ہ) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" جلد دوم میں لکھتے ہیں کہ "اور آپ ﷺ نے اس امر کی خبر دی کہ ہر صدی کے سرے پر ایک مجدد پیدا ہوگا۔ اور ایسا ہی واقع ہوا اور ہر صدی کے سرے پر کوئی ایسا مجدد ظاہر ہوتا رہا کہ جس نے از سر نو دین کا احیاء کیا۔ (ص ۷۷ ۳)

(و) ڈاکٹر اسرار احمد "مجددین امت کا سلسلہ" کے عنوان سے اپنی کتاب "شیعہ سنی مفاہمت" میں لکھتے ہیں کہ تجدید کا مطلب تازہ (Renew) کر دینا ہے۔ اور مجدد کا کام یہ ہوتا ہے کہ دین پر جو بھی خارجی اثرات اور گرد و غبار آ جائے اسے ہٹا کر دین کا اصل رخ روشن 'جیسا کہ وہ ہے' دنیا کے سامنے پیش کر دے۔ (۱۱۲)

(۵۲) مذکورہ اہتمام کے تحت ہر صدی میں کارِ تجدید انجام دینے والے حضرات پیدا ہوتے رہے ہیں ذیل میں اُن حضرات کے اسمائے گرامی پیش ہیں جن کے مجدد ہونے پر اہل سنت و جماعت کے اکثر اکابر کا اتفاق ہے۔

پہلی صدی :۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (المتوفی ۱۰۱ھ) بالاتفاق اس صدی کے مجدد ہیں۔

دوسری صدی :۔ امام شافعیؒ (المتوفی ۲۰۴ھ) اور امام حسن بن زیادؒ (المتوفی ۲۰۴ھ)

تیسری صدی :۔ امام ابو الحسن اشعریؒ (المتوفی ۳۳۰ھ) امام محمد بن جریر طبریؒ (المتوفی ۳۱۰ھ) اور امام ابو جعفر طحاوی حنفیؒ (المتوفی ۳۲۱ھ)

چوتھی صدی :۔ امام ابو حامد الاسفرائنیؒ (المتوفی ۴۱۷ھ)

پانچویں صدی :۔ حجۃ الاسلام 'امام محمد غزالیؒ (المتوفی ۵۰۵)

چھٹی صدی :۔ امام فخر الدین رازیؒ (المتوفی ۶۰۶ھ)

ساتویں صدی :۔ امام تقی الدین بن دقیق العیدؒ (المتوفی ۷۰۲ھ)

آٹھویں صدی :۔ حافظ زین الدین عراقیؒ (المتوفی ۸۰۶ھ) امام سراج الدین بلقینیؒ (المتوفی ۸۶۸ھ) امام شمس الدین جزریؒ (المتوفی ۸۳۳ھ)

نویں صدی :۔ خاتم الحفاظ 'امام' جلال الدین سیوطیؒ (المتوفی ۹۱۱ھ) امام شمس الدین سخاویؒ (المتوفی ۹۰۲ھ)

دسویں صدی :۔ علامہ علی قاری حنفیؒ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) علامہ شمس الدین بن شہاب الدین رملیؒ

گیارہویں صدی :۔ امام ربانی شیخ احمد سرہندیؒ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) اور بقول بعض خاتم المحققین شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (المتوفی ۱۰۵۲ھ) بھی کارِ تجدید میں شریک ہیں۔ شیخ احمد سرہندیؒ نہ صرف گیارہویں صدی کے مجدد ہیں بلکہ دوسرے ہزار سال کے بھی مجدد ہیں۔

بارہویں صدی :۔ سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیرؒ (المتوفی ۱۱۱۸ھ)

تیرہویں صدی :۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (المتوفی ۱۲۳۹ھ) شاہ غلام علی دہلویؒ (المتوفی ۱۲۴۰ھ)

چودھویں صدی :۔ امام احمد رضا خاں بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ) علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی (المتوفی ۱۳۵۰ھ)

مجمع بحار الانوار جلد اول میں پانچویں صدی ہجری تک کے مجددین کی فہرست اس طرح ہے۔

پہلی صدی ہجری۔ حضرت عمر بن العزیزؒ

دوسری صدی ہجری۔ خلیفہ مامون الرشید (۲) امام شافعی (۳) امام حسن بن زیاد، (۴) اشہب مالکی (۵) علی بن موسیٰ (۶) یحییٰ بن معین (۷) معروف کرخی۔

تیسری صدی ہجری۔ (۱) خلیفہ مقتدر باللہ (۲) ابو جعفر طحاوی (۳) ابو جعفر امامی (۴) ابو الحسن اشعری (۵) امام نسائی۔

چوتھی صدی ہجری ۔ (۱) خلیفہ قادر باللہ (۲) ابو حامد الاسفرائنی (۳) محمد الخوارزمی (۴) مرتضی اخو الرضا الامامی

پانچویں صدی ہجری۔ (۱) خلیفہ مستظہر باللہ (۲) امام غزالی (۳) قاضی فخر الدین

چھٹی صدی ہجری سے نویں صدی ہجری تک کے مجددین کے نام امام سیوطی کی "جامع المجددین" کے مطابق یہ ہیں

چھٹی صدی ہجری۔ امام رازی، امام رافعی

ساتویں صدی ہجری۔ ابن دقیق العید، حافظ ابن تیمیہ

آٹھویں صدی ہجری۔ امام بلقینی، حافظ زین الدین عراقی

نویں صدی ہجری۔ امام سیوطی، امام سخاوی

دسویں صدی ہجری میں صاحب "خلاصۃ الاثر" نے شمس الدین ابن شہاب الدین کو "مجدد" قرار دیا ہے دسویں صدی کے ختم اور گیارہویں صدی کے آغاز میں شیخ احمد سرہندی مجدد مائۃ اور مجدد الف ثانی قرار دیے گئے ہیں۔

گیارہویں صدی ہجری کے مجددین میں ابراہیم بن حسن کردی (مدنی)

بارہویں صدی ہجری میں شیخ صالح بن محمد بن نوح (مدنی)

ڈاکٹر اسرار احمد کے بقول پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن عبد العزیز ہیں۔ ان کے بعد امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، شیخ عبد القادر جیلانی، امام غزالی، اور امام ابن تیمیہ

اپنے اپنے وقت کے مجددین تھے۔ لیکن جیسے ہی دوسرا ہزار سال شروع ہوا تو اس امت مسلمہ کا روحانی اور علمی مرکز منتقل بر عظیم پاک و ہند میں منتقل کر دیا گیا۔ چنانچہ گیارہویں صدی ہجری میں ہندوستان میں دو مجدد ہوئے ہیں ایک تو مجدد اعظم ہیں۔ یعنی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اور دوسرے شیخ عبد الحق محدث دہلوی۔ بارہویں صدی کے مجدد اعظم شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ہیں......اس کے بعد پندرہویں صدی ہجری کے مجددین کا معاملہ سمجھ لیجئے میرے گمان میں اس صدی کا مجدد اعظم وہی شخص ہو گا جس کے بارے میں احادیث نبویہ میں "مہدی" کا لفظ آیا ہے۔

(شیعہ سنی مفاہمت از ڈاکٹر اسرار احمد ص ۱۱۶۔۱۲۰)

(۵۳) ان پانچ علامتوں کی تفصیل و وضاحت اور مثبت دلائل کے لئے دیکھئے "شیخ سرہند" مضمون "نرالی شان کا مجدد ص ۱۴۱ تا ۱۴۶

(۵۴) پروفیسر یوسف سلیم چشتی مرحوم نے اپنی تصنیف "اسلامی تصوف اور غیر اسلامی نظریات کی آمیزش" میں (ص ۴۹ تا ص ۶۹) میں دشمنانِ دین اور دشمنانِ اصفیاء کی تدلیس و تدسیس کی ایسی مثالیں مع حوالہ جات درج کی ہیں۔ جو دشمنان دین نے اپنے ناپاک مقاصد کے حصول کی خاطر ملفوظات' فرمودات' مکتوبات اور مشربِ اصفیا میں اپنے عقائد و نظریات کو گھسیٹا ہے۔ اس طرح ان جید و صحیح العقائد اولیاء اللہ کی دینی و مذہبی شخصیت مشکوک کر دی گئی ہے۔ جب کہ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ یہ بزرگانِ دین عقیدہ ختم نبوت کے جمہور امت کی طرح ہی قائل و مبلغ تھے۔ جنہیں منکرین ختم نبوت نے اپنے خود تخلیقی عقائد و فلسفہ کی تائید کے طور پر پیش کیا ہے۔ اپنی دلیل کو واضح کرنے کے لئے صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔

منکرین کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت اکبر محی الدین ابن العربیؒ کا یہ قول ہمارے حق میں جاتا ہے۔ لہذا اگر ہمیں مرتد قرار دیتے ہو۔ تو بتقاضائے حق و انصاف انہیں بھی کافر قرار دو اور وہ یہ قول پیش کرتے ہیں "نبوت مخلوق میں قیامت تک جاری ہے۔ اگر چہ تشریعی نبوت منقطع ہو گئی ہے پس شریعت اجزائے نبوت میں سے ایک جزو ہے" (فتوحات مکیہ جلد دوم) جب کہ حضرت شیخ کے دوسرے اقوال منکرین کے پیش کردہ درج بالا قول کی نفی کر دیتے ہیں۔ (لہٰذا درج بالا قول یا تو الحاقی ہے۔ یا تدلیس و تدسیس کا شاہکار۔) رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتلایا ہے کہ سچا خواب اجزائے نبوت میں سے ایک جزو ہے تو لوگوں کے واسطے نبوت میں سے یہ جزو رویا' وغیرہ کا باقی رہ گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی نبوت کا لفظ اور نبی کا نام بجز صاحب شریعت کے اور کسی پر بولا نہیں

جاسکتا۔ تو نبوت میں ایک خاص وصف معیّن ہونے کی وجہ سے اس نام (نبی) کی بندش کر دی گئی۔ (فتوحات مکیہ ج ۲ ص ۴۹۵) جیسے کسی کی طرف مبشرات اجزائے نبوت میں سے ہیں۔ اگرچہ صاحب، مبشرہ نبی نہیں ہو جاتا۔ پس رحمتِ الٰہیہ کے عموم کو سمجھو تو نبوت کا اطلاق اسی پر ہو سکتا ہے جو تمام اجزائے نبوت سے متصف ہو۔ وہ نبی ہے اور وہی نبوت ہے۔ جو ہم سے روک دی گئی۔ اور منقطع ہو چکی (فتوحات مکیہ جلد ۲ ص ۵۶۸) پروفیسر یوسف سلیم چشتی لکھتے ہیں "شیخ کبر محی الدین ابن عربیؒ جیسا کہ فتوحاتِ مکیہ کے مطالعے سے معلوم ہو سکتا ہے نہایت راسخ العقیدہ اور متبع شریعت بزرگ تھے۔ فتوحات مکیہ کے پہلے باب میں انہوں نے تین وصل قائم کیے ہیں۔ اور پہلے وصل میں اپنا عقیدہ بیان کیا ہے۔ اسے غور سے پڑھا جائے تو یوں معلوم ہو گا کہ عقائد نسفی کی شرح پڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے سرِ مُو اشاعرہ کے مسلک سے انحراف نہیں کیا ہے۔" اس کے بعد پروفیسر مرحوم نے دشمنوں کی مدسوس عبارتوں کا تذکرہ کیا ہے۔ جو شیخؒ کی کتابوں میں داخل کر دی گئی ہیں (اسلامی تصوف ص ۶۸۔ ۶۷)

(۵۵) دارا شکوہ نے سفینۃ الاولیاء (اردو) ص ۲۳۳ میں ڈاکٹر شیخ محمد اکرام نے رود کوثر ص ۳۱۷ میں 'مولانا محمد عبدالاحد مدیر مطبع مجتبائی دہلی نے اپنی تصنیف مجدد الف ثانیؒ ص ۵۲ میں' مولانا بدرالدین سرہندی نے حضرات القدس حصہ دوم ص ۱۵۔ ۱۲۴' مولانا ابوالحسن علی ندوی نے تاریخ دعوت و عزیمت ج ۴ ص ۱۵۸ تا ۱۶۱ میں آپ کے خلاف "فضیلت مجدد علی صدیق اکبرؓ" کے شور کو دلائل و براہین سے رد کیا ہے حدیقۃ الاولیاء میں مفتی غلام سرور لاہوری نے ص ۱۷ پر ایک واقعہ نقل کر کے حضرت مجدد کے عقیدہ فضیلت ابو بکرؓ کا اثبات ظاہر کیا ہے واللہ اعلم

(۵۶) مکتوبات امام ربانیؒ دفتر اول مکتوب ۲۵۱

(۵۷) مکتوبات امام ربانیؒ دفتر اول مکتوب ۲۵۱

(۵۸) مکتوبات امام ربانیؒ دفتر اول مکتوب ۲۵۱

(۵۹) مکتوبات امام ربانیؒ دفتر اول مکتوب ۲۵۱

(۶۰) مکتوبات امام ربانیؒ دفتر سوم مکتوب ۱۸

(۶۱) مکتوبات امام ربانیؒ دفتر سوم مکتوب ۱۷

(۶۲،۶۳) مکتوبات امام ربانیؒ دفتر سوم مکتوب ۶۴

(۶۴) مکتوبات امام ربانیؒ دفتر دوم مکتوب ۶۷

(۶۴)مکتوبات امام ربانی” دفتر دوم مکتوب ۹۶

(۶۵)مکتوبات امام ربانی” دفتر سوم مکتوب ۲۴

(۶۶)مکتوبات امام ربانی” دفتر اول مکتوب ۳۰۱

(۶۷)اس میں گفتگو ہے کہ نبوت افضل ہے یا ولایت۔ مگر اس پر اتفاق ہے کہ ولی سے نبی افضل ہے کیونکہ وہ نبوت اور ولایت کا جامع ہوتا ہے۔ جو حضرات نبوت کی افضلیت کے قائل ہیں وہ نبی کی افضلیت سے استدلال کرتے ہیں اور جو ولایت کی افضلیت کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ ولایت میں توجہ الی الحق ہوتی ہے۔ اور نبوت میں توجہ الی الخلق ہوتی ہے چونکہ خدا کی طرف توجہ مخلوق کی طرف توجہ کرنے سے افضل ہے پس ولایت افضل ہوئی۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ ولایت تو بے شک

توجہ الی الحق ہے مگر توجہ الی الخلق والحق معاً ہے۔ یعنی مرتبہ جامع ہے۔ پس نبوت کا افضل ہونا ظاہر ہے علاوہ بریں اگر ولایت کو افضل کہا جائے تو لازم آتا ہے کہ نبی کو نبوت ملنے سے اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف نزول ہوتا ہے کیونکہ نبی قبل از نبوت ولی ہوتا ہے پھر اسے ثبوت ملتی ہے مگر دونوں فریقوں میں نزاع لفظی ہے کیونکہ جو لوگ نبوت کو افضل کہتے ہیں وہ نبوت کو معنی مطابقی (توجہ الی الحق والخلق معاً) پر محمول کرتے ہیں۔ اور جو لوگ ولایت کو افضل کہتے ہیں معنی تضمنی (یعنی مخلوق کی طرف توجہ) کے اعتبار سے کہتے ہیں۔

یہ کہ نبی کی دو شاخیں ہوتی ہیں ایک ولایت کی' ایک نبوت کی۔ تو نبی کی ولایت نبی کی نبوت سے افضل ہوتی ہے۔ چنانچہ دیکھ لیجئے کہ نبی کی توجہ "الی افادۃ الخلق من حیث النبوۃ" (یعنی مخلوق کے فائدہ کے لئے نبوت کی حیثیت سے توجہ) تھی۔ اور توجہ "الی الحق من حیث الولایۃ" (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ولایت کی حیثیت سے) یعنی اصل مطلوب یہی توجہ الی اللہ ہے۔ اور توجہ الی الافادہ مطلوب للغیر ہے۔ (الغرض) ولی کبھی کسی نبی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا۔ نہ (اس پر سے) عبادت کبھی معاف ہو سکتی ہے بلکہ خواص کو زیادہ عبادت کا حکم ہے۔ البتہ مجذوب کہ مسلوب الحواس ہوتا ہے معذور سمجھا جاتا ہے۔ نہ ولی معصوم ہوتا ہے اور نہ ہی وہ صحابہ کے درجہ کو پہنچ سکتا ہے۔ چنانچہ منقول ہے

لقوله تعالیٰ کنتم خیر امة و قوله علیه السلام خیر القرون قرنی' ولا جماعهم علی ان الصحابة کلهم عدول و یقول عبد الله بن المبارک من التابعین الغبار الذی دخل انف فرس معاویة خیر من اویس القرنی و عمر

المروانی۔

ترجمہ: کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم لوگ بہترین امت ہو اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے اور اس لئے کہ سب کا اجماع ہے کہ صحابہ کرام سب کے سب عادل ہیں۔ اور عبد اللہ بن مبارک جو تابعین میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ جو غبار حضرت امیر معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں گیا وہ حضرت اویس قرنی اور حضرت عمر بن عبد العزیز مروانی سے بہتر ہے۔

اور اسی طرح حضرت غوث اعظم (شیخ عبد القادر جیلانی) نے فرمایا ہے کہ حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمر بن عبد العزیز میں اتنا ہی فرق ہے کہ حضرت امیر معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں جو گرد بیٹھ گئی وہ ہزار عمر بن عبد العزیز سے افضل ہے اس لئے کہ عمر بن عبد العزیز وہ آنکھ کہاں سے لائیں گے جس سے حضرت امیر معاویہ نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا ہے۔ اور وہ زمانہ کہاں سے لائیں گے جس میں وہ حضور ﷺ کے ساتھ رہے۔ اور حضور اکرم ﷺ کے ساتھ اٹھے بیٹھے۔

ولایت و نبوت میں مشابہت سلوک کا ذکر کرتے ہوئے مولانا اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ سلوک دو قسم پر ہے سلوک نبوت اور سلوک ولایت۔ سلوک نبوت اور سلوک ولایت میں سے ہر ایک کے خواص جدا جدا ہیں جو حسب ذیل لکھے جاتے ہیں۔ یہ کہ اولیاء میں سے کسی پر کسی وقت فیض نبوت کا غلبہ ہوتا ہے۔ (یعنی کمالات نبوت کا حصول اور کبھی فیض ولایت کا حصول، یعنی اہل سلوک کا اصل مقام)۔ ذیل میں مولانا تھانوی کے پیش کردہ خصائص میں سے صرف تین بطور نمونہ درج کیے جاتے ہیں۔

☆ طریق ولایت والے کھانے پینے میں تکلفاً کمی کرتے ہیں جب کہ طریق نبوت والے قصداً کمی نہیں کرتے لیکن جو ملتا رہے اس پر قناعت کر لیتے ہیں۔

☆ طبقہ اولیاء خلق سے (میل ملاپ) رکھنے میں نفرت کرتے ہیں جبکہ طبقہ انبیاء خلق کی طرف افاضہ کے لئے رغبت کرتے ہیں لیکن خلق سے جی نہیں لگاتے۔

☆ گروہ اولیاء امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہیں کرتے جب تک یہ واجب نہ ہو جائے۔ جبکہ گروہ انبیاء کا مقصد ہی امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہوتا ہے۔ (شریعت و طریقت از مولانا تھانوی)

(۶۷) نہ صرف یہ کہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی "تفوق شریعت اور اتباعِ شریعت کے مدعی ہیں۔ بلکہ دوسرے ہندوستانی اور غیر ہندوستانی اولیاء اللہ بھی آپ" کی موافقت و موانست میں یہی تعلیم دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ منقول ہے۔

شیخ سعدی شیرازیؒ:

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
پندار سعدیؒ کہ راہ صفا
تو آں رفت جزو در پے مصطفےٰ

(ترجمہ) جو شخص پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا راہ اختیار کرے گا۔ وہ ہرگز منزل مقصود پر نہ پہنچ سکے گا۔ اور پیغمبرؐ کے نقشِ قدم کے سوا صحیح راستہ نہیں مل سکتا۔)

حضرت بایزید بسطامیؒ: (الف) "اگر تم ایسا آدمی دیکھو کہ کرامتیں دیا گیا ہے یہاں تک کہ ہوا میں اڑتا ہے تو دھوکے میں نہ آجاؤ جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ امر و نہی اور حفظِ حدود اور پابندی شریعت میں کیسا ہے۔"

(ب) "اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ ایسی کرامت دیا گیا کہ ہوا پر چار زانو بیٹھ سکے تو اس سے فریب نہ کھانا جب تک یہ نہ دیکھو کہ فرض' واجب و مکروہ و حرام و محافظتِ حدود و آداب شریعت میں اس کا حال کیسا ہے؟"

حضرت شیخ قوام الدینؒ: "اگر شیخ کا کوئی قول و فعل کتاب و سنت اور اجماع کے خلاف ہو تو وہ قول و فعل مردود اور وہ شیخ مقتدا ہونے کے لائق نہیں جو شخص اس کی اقتدا کرے گا۔ مقصود حاصل نہ کر سکے گا۔"

حضرت شیخ نوریؒ: "جس کو دیکھو کہ اللہ کی معیت اور قربت میں ایسی حالت کا دعویٰ کرتا ہے جو حدِ شرعی سے خارج ہے اس کے قریب (بھی) مت پھٹکو۔"

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ: "جو آدمی شریعت پر ثابت قدم ہوا۔ اور جو کچھ احکام شرع کے ہیں۔ ان کو بجا لایا اور سر مو ان سے تجاوز نہ کیا تو اس کا مرتبہ آگے کو بڑھتا ہے۔ یعنی تمام روحانی ترقیاں اس پر موقوف ہیں۔ کہ شریعت پر ثابت قدم رہے۔" (بحوالہ دلیل العارفین)

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ: "جس مذہب میں کہ ہم ہیں۔ وہ امام اعظمؒ ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے۔ وہ کیسے خدا کے بندے تھے کہ جنہوں نے سوائے متابعت خدا تعالیٰ و سنتِ رسول ﷺ کے کوئی کام نہیں۔" (بحوالہ راحت القلوب)

حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ: "متابعتِ پیغمبر ﷺ کی ضرورت ہے۔ قولاً ' فعلاً

وارادۃً ۔اس لئے کہ محبت خدا بے متابعت حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے حاصل نہیں ہوتی۔"(بحوالہ خیر المجالس)

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ :

(الف)"شریعت پر ثابت قدم رہو۔کیونکہ باطن کی صفائی اور اس جہان کی نجات کے لئے اس وقت بجز شریعت کے کوئی شے حجت اور سبب نہیں"

(ب)"جو لوگ شریعت کے احکام سے ہٹ گئے اور حلال و حرام کو چھوڑ دیا وہ گمراہی میں پڑ گئے کل کے دن کفار کے ساتھ دوزخ میں ہوں گے۔"(مکتوبات قدوسیہ)"

(ج)امور خلاف شرع اور بدعات سے مجھ کو دلی نفرت ہے کسی درویش کی جب خلاف شرع پاتا ہوں اس کی صحبت ترک دیتا ہوں جب مجھ پر کسی امر کا انکشاف ہوتا ہے تو قرآن و حدیث دو شاہ عدیل کے روبرو اس کو پیش کرتا ہوں اگر ان سے مطابقت ہو جاتی ہے تو قبول کر لیتا ہوں ورنہ رد کر دیتا ہوں"(جواہر مجددیہ ص ۱۵)

شیخ اکبر محی الدین ابن العربیؒ :

(الف)"جو حقیقت شریعت کے خلاف ہو وہ بے دینی اور مردود ہے۔"

(ب)"ہمارے لئے اللہ کی طرف کوئی راستہ نہیں ہے مگر شرعی طور سے اور کوئی راہ نہیں ہمارے لئے اللہ کی طرف مگر وہی جو اس نے شریعت میں بتلادی ہے۔"

(ج)"اور جو شخص کہے کہ ادھر کوئی اور راہ ہے اللہ کی طرف برخلاف اس کے جو شریعت نے بتلادیا۔اس کا قول جھوٹا ہے پس ایسے شخص کو مقتدا نہ بنایا جائے جس کو ادب نہ ہو۔"(بحوالہ فتوحات مکیہ)

(د)"علم ظاہر میزان شریعت ہے اس کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا اور اس کے ہر حکم پر عمل پیرا رہنا ورنہ طریق مستقیم پر چلنا تیرے لئے دشوار ہو گا۔"

غوث الاعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ

الولایۃ ظل النبوۃ والنبوۃ ظل الالوھیۃ و کرامۃ الولی استقامۃ فعلہ علی قانون قول النبی ﷺ (بحوالہ بھجۃ الاسرار)

(ترجمہ)"ولایت پرتو نبوت ہے اور نبوت پرتو الوہیت اور ولی کی کرامت یہ ہے کہ اس کا فعل نبی ﷺ کے قول کے قانون پر ٹھیک اترے۔"

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ :

(الف)"جس نے علم شریعت حاصل نہ کیا ہو طریقت میں اس کی اقتدا نہ کی جائے۔"

(ب) "کل مخلوق پر سب راہیں بند ہیں۔ سوائے اس کے جو رسول اللہ ﷺ کے قدم بقدم (پیروی شریعت کی راہ پر) چلے۔"

شیخ نجیب الدین سہروردیؒ :

"ایسا شخص کہ جس سے خوارق عادات کا ظہور ہوتا ہو اور وہ عالم قرآن و حدیث نہ ہو تو اس کے خرق عادات وافعال کو استدراج کہو وہ شریعت کی بجائے شیطان کا تابع ہے"

حضرت امام محمد بن ادریس الشافعیؒ :

مااتخذاللہ ولیا جاھلاًقط (ترجمہ) اللہ نے کبھی کسی جاہل کو اپنا ولی نہ بنایا۔

حضرت سری سقطیؒ نے اپنے مرید رشید جنید بغدادیؒ کو دعا دی۔

جعلك الله صاحب حديث صوفيا ولا جعلك صوفيا صاحب حديث

(ترجمہ) اللہ تمہیں حدیث دان کر کے صوفی بنائے حدیث دان ہونے سے پہلے تمہیں صوفی نہ کرے

امام محمد بن محمد غزالیؒ نے سری سقطیؒ کے قول بالا کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔

"حضرت سری سقطیؒ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جس نے پہلے علم حدیث حاصل کر کے تصوف میں قدم رکھا وہ فلاح کو پہنچا اور جس نے علم حدیث حاصل کرنے سے پہلے صوفی بننا چاہا اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا"

حضرت سیدنا ابو عثمان حیریؒ :

"اے میرے بیٹے! ظاہر میں سنت کا خلاف اس بات کی علامت ہے کہ باطن میں ریاکاری ہے"

حضرت سعید بن اسمٰعیل حیریؒ :

"رسول اللہ ﷺ کے ساتھ زندگانی کا طریقہ یہ ہے کہ سنت کی پیروی کرے اور ظاہر علم کو لازم پکڑے"

حضرت ابو الحسین احمد نوریؒ :

"تو جسے دیکھے کہ جو اللہ عزوجل کے ساتھ ایسے حال کا ادعا کرتا ہے جو اسے علم شریعت کی حد سے باہر کر دے اس کے پاس نہ پھٹک۔"

حضرت ابو حفص عمر حدادؒ

"جو ہر وقت اپنے تمام کام، تمام احوال کو قرآن و حدیث کی میزان میں نہ تولے اور اپنے واردات قلب پر اعتماد کرے اسے [illegible] نہ گنو"

حضرت شیخ ممشاد دینوریؒ

"مرید کا ادب یہ ہے کہ آداب شرع کی اپنے نفس پر محافظت کرے"

حضرت ابو سلیمان دارانیؒ:

"بارہا میرے دل میں تصوف کا کوئی نکتہ مدتوں رہتا ہے جب تک قرآن وحدیث دو گواہ عادل اس کی تصدیق نہیں کرتے میں (اسے) قبول نہیں کرتا۔"

حضرت ابو عبداللہ محمد بن حنیف ضبیؒ

"تصوف اس کا نام ہے کہ دل صاف کیا جائے اور شریعت میں نبی ﷺ کی پیروی ہو۔"

حضرت ابو القاسم نصر آبادیؒ:

"تصوف کی جڑ یہ ہے کہ کتاب وسنت کو لازم پکڑے رہے"

حضرت جعفر بن محمد خواصؒ

"میں کوئی چیز علم معرفت الٰہی وعلم احکام الٰہی سے بہتر نہیں جانتا اعمال بے علم کے پاک نہیں ہوتے بے علم کے سب عمل برباد ہیں علم ہی سے اللہ کی معرفت واطاعت ہوتی ہے علم کو وہی ناپسند رکھے گا جو کم بخت ہو۔"

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ

(الف) "ہمارا عقیدہ ہے کہ جس کے لئے اور جس کے ہاتھ خوارق عادات ظاہر ہوں اور وہ احکام شریعت کا پورا پابند نہ ہو وہ شخص زندیق ہے اور وہ خوارق جو کہ اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوں مکر واستدراج ہیں"

(ب) "تصوف نام ہے قولاً فعلاً حالاً ہر حیثیت سے اتباع رسول اللہ ﷺ کا اور اسی پر مداومت رکھنے سے اہل تصوف کے نفوس مقدس ہو جاتے ہیں اور ہر شی میں اتباع رسول ہونے لگتی ہے" (عوارف المعارف ص ۲۴۳)

حضرت سیدی ابراہیم دسوقیؒ

الشريعة هي الشجرة والحقيقة هي الثمرة (ترجمہ) شریعت درخت ہے اور شریعت پھل ہے۔

عارف باللہ حضرت سیدی علی خواصؒ

"علمائے ظاہر ہوں یا علمائے باطن سب کے چراغ شریعت ہی کے نور سے روشن ہیں تو آئمہ مجتہدین اور ان کے مقلدین کسی کا کوئی قول ایسا نہیں کہ اہل حقیقت کے اقوال اس کی تائید نہ کرتے ہوں۔ ہمارے نزدیک اس میں کوئی شک نہیں۔"

امام عبدالوہاب الشعرانیؒ :

"کبھی ولایت کی نہایت نبوت کی ابتداء تک نہیں پہنچ سکتی اور اگر کوئی ولی اس چشمہ تک بڑھے جس سے انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام فیض لیتے ہیں تو ولی جل جائے اولیاء کی نہایت کار یہ ہے کہ شریعت محمدی ﷺ پر عبادت بجالاتے رہیں خواہ کشف حاصل ہوا ہو یا نہیں۔"

پھر فرمایا "تصوف کیا ہے بس احکام شریعت پر بندہ کے عمل کا خلاصہ ہے۔"

عارف باللہ عبدالغنی نابلسیؒ :

(الف) "وہ جو ہمارے زمانے کے بعض صوفی بننے والے ادعا کرتے ہیں کہ اے علم ظاہر والو! تم اپنے احکام کتاب وسنت سے لیتے ہو اور ہم خود صاحب قرآن سے لیتے ہیں یہ بالا جماع قطعاً بوجوہ کثیر کفر ہے"

(ب) "ولی وہ ہے جو بحدِ امکان اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کا عارف ہو طاعتوں پر مواظبت ومداومت کر رہا ہو معاصی سے بچ رہا ہو اور لذات و شہوات میں منہمک نہ ہو" (تصوف اور اہل تصوف ص ۳۲)

حضرت شیخ ابوالمکارم رکن الدینؒ

"دل تا شریعت را بکمال نگیرد قدم درولایت نتواں نہاد بلکہ اگر انکار کند کافر گردد"

(ترجمہ) اگر دل شریعت (کے علم کے حصول) کی طرف بکمال (مائل نہ ہوا تو سمجھ کہ) ولایت حاصل نہ ہوئی بلکہ اگر شریعت کا انکار کیا تو کافر ہو گیا۔

حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانیؒ

خارق عادت اگر از عادت ولی موصوف باوصاف ولایت ظاہر بود کرامت گویند واگر از مخالف شریعت صادر شود استدراج حفظنا اللہ وایاکم۔

ترجمہ۔ خرق عادت اگر ولی موصوف کی ولایت کو ظاہر کرے تو یہ کرامت کہلاتی ہے اور اگر مخالف شریعت صادر ہوں تو استدراج۔ اللہ ہمیں اور تمہیں محفوظ رکھے۔

حضرت مولانا نور الدین جامیؒ :

اگر صد ہزار خارق عادت برایشان ظاہر شود چوں نہ ظاہر ایشاں موافق شریعت ست ونہ باطن ایشاں موافق آداب طریقت باشد آں از قبیل مکر واستدراج خواہد بود نہ از مقولہ ولایت وکرامت۔

ترجمہ : اگر ان سے لاکھ خارق عادت بھی ظاہر ہوں اور ان کا ظاہر شریعت کے موافق نہ ہو اور ان کا باطن آداب طریقت سے آراستہ نہ ہو تو یہ مکر و استدراج کے قبیل سے ہے۔ نہ کہ یہ ولایت

وکرامت کا قول ہے۔

امام ابوالقاسم قشیریؒ (رسالہ قشیریہ)

("باب وصیۃ المریدین' باب اول") "اس معاملہ (تصوف وولایت) کی بنیاد اور دار ومدار آداب شریعت کی حفاظت پر ہے" (تاریخ دعوت وعزیمت چہارم ص ۲۴۲)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

"تعلیمات رسولؐ کے علاوہ جو کچھ ہے اگر وہی ہے جو آپ نے فرمایا۔یا کچھ باتیں ایسی ہیں جو تعلیمات نبوی کی شرح کرتی اور اس کی تقویت وترویج اور افزائش حسن وجمال کا باعث بنتی ہیں تو مبارک ہیں۔باقی تمام باتیں لغو' بے کار اور وبال ہیں" (مکتوبات شیخ عبدالحق' مکتوب ۳۴)

حضرت خواجہ محمد معصومؒ

"میرے مخدوم! کشف' خواب' بشارتیں صحیح بھی ہوتی ہیں اور غلط بھی ہوتی ہیں اور چونکہ صحیح وغلط کے درمیان تفرقہ دشوار ہے اس لئے ان پر اعتماد نہ کرنا چاہیے کیونکہ کمال ان چیزوں کے ساتھ متعلق ومربوط نہیں ہے لائق اعتماد اور نجات دہندہ صرف کتاب وسنت ہے اس لئے ہمیں اپنی ساری ہمت اسی چیز پر صرف کرنی چاہیئے۔ (مکتوبات معصومیہ مکتوب ۱۷۷)

شیخ ابوبکر طمستانیؒ

"جو شخص کتاب وسنت کے ساتھ صحبت اختیار کرے اور اپنے نفس اور مخلوق کو خوش کرنے سے الگ ہو جائے اور خلوص دل سے اللہ کی طرف ہجرت کرے تو وہی سچا ہے اور صحیح راستے پر پہنچا ہوا ہے" (رسالہ قشیریہ)

شیخ کبیر احمد بن ابراہیم الواسطی

"اگر سچی درویشی اور اصلی فقیری کی طلب ہے جس کی جڑ مضبوط اور شاخیں بلند ہوں تو لازم ہے کہ محمد رسول ﷺ کی فقیری اور درویشی کو اختیار کرو اور انہیں کی پیروی کرو کہ صاف اور پاکیزہ پانی وہیں ملتا ہے جہاں سے چشمہ پھوٹتا ہے" (بحوالہ الفقر المحمدی)

شیخ ابن قیم الجوزیہؒ

"اور کمال عبودیت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی موافقت کرے آپ کے مقصود میں بھی' قصد میں بھی اور طریقہ میں بھی۔آپ کا مقصود صرف اللہ تھا اور آپ کا قصد اللہ کے احکام کو اپنے اوپر اور اس کی مخلوق پر نافذ کرنا تھا اور آپ کا طریقہ وحی الٰہی کا اتباع تھا...... تو اب بہترین گروہ وہ ہے جو مقصود اور طریقہ دونوں ہی میں رسول اللہ ﷺ کی موافقت کرے" (مدارج السالکین)

علامہ ابن حجر العسقلانی

(المراد بولی اللّٰہ العالم باللّٰہ، المواظب علی طاعة المخلص فی عبادته)(فتح الباری جلد ۱۱)

"ولی اللہ سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ کا علم رکھنے والا اس کی اطاعت پر مداومت کرنے والا اور اس کی عبادت میں اخلاص برتنے والا ہو۔"

عبدالماجد دریا بادی (تصوف اسلام)

(الف) "ان حضرات (اولیاء اللہ واصفیاء) کے نزدیک تصوف کا مفہوم محض اس قدر تھا کہ اتباع کتاب وسنت میں انتہائی سعی کی جائے اسوہ رسول اور صحابہ کرام کو دلیل راہ بنایا جائے اوامر ونواہی کی تعمیل کی جائے طاعات وعبادات کو مقصود حیات سمجھا جائے قلب کو محبت وتعلق ماسوا سے الگ کیا جائے۔" (ص ۵۔۴)

(ب) "قرآن مجید میں ایسے الفاظ وعبادات بہ کثرت آئے ہیں جن سے مراد اہل تصوف ہی ہیں مثلاً صادقین وصادقات، قانتین وقانتات، خاشعین وخاشعات، موقنین، مخلصین محسنین، خائفین، عابدین، ذاکرین، صابرین، راسخین، متوکلین، محبین، اولیاء، مصطفین، ابرار، مقربین، صادقین، مقتصدین، مسارعین الی الخیرات شاہدین، مطمئنین وغیرہ۔" (تصوف اسلام)

(توضیح: ان میں سے ایک بھی درجہ ایسا نہیں جو اطاعت خداوندی اور متابعت محمدی ﷺ کے بغیر حاصل ہو سکتا ہو۔)

شیخ احمد کبیر رفاعی

"الفقير على الطريق مادام على السنة فمتى حاد عنها زل عن الطريق قبل لهذه الطائفة الصوفية"

(ترجمہ) فقیر صحیح راستے پر ہے جب تک سنت پر ہے اور جب اس سے منحرف ہو جائے تو راستے سے بھٹک گیا اس گروہ کو صوفیہ کہا گیا ہے (بحوالہ حقیقت تصوف ص ۱۶۰)

حضرت امام مالک

"جس نے علم فقہ حاصل کیا اور تصوف سے بے بہرہ رہا پس وہ فاسق ہوا اور جس نے تصوف کو اپنایا مگر فقہ کو نظر انداز کر دیا وہ زندیق ہوا اور جس نے دونوں کو جمع کیا پس اس نے حق کو پالیا۔" (بحوالہ مرقاۃ المفاتیح جلد اول)

حضرت علامہ شامی

"شریعت اور طریقت باہم لازم وملزوم ہیں کیونکہ اللہ کی طرف جانے والے راستے کا ایک حصہ ظاہری ہے اور ایک باطنی۔ ظاہری حصہ شریعت اور طریقت ہے اور باطنی حصہ حقیقت ہے

"(بحوالہ ردالمختار جلد سوم)

پروفیسر ڈاکٹر علامہ محمد طاہر القادری

"شریعت دراصل قرآن وسنت پر مبنی اوامر ونواہی کا وہ نظام ہے جو انفرادی اور اجتماعی زندگی کے عمل کو منضبط کرتا ہے جبکہ اس عمل کو حسنِ نیت اور حسنِ اخلاق کے کمال سے آراستہ کر کے اتباع شریعت کو درجہ احسان پر فائز کرنے کی سعی و تدبیر کا نام "تصوف" ہے "(حقیقت تصوف ص ۷۸۔۷۷)

شیخ الاسلام زکریا انصاریؒ

"شریعت ظاہر حقیقت ہے اور حقیقت شریعت کا باطن ہے اور وہ باہم لازم وملزوم ہیں ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔"(بحوالہ رسالہ القشیریہ)

سیدنا طاہر علاء الدین الگیلانی القادری البغدادی

"شریعت بلا حقیقت ریا ہے اور حقیقت بلا شریعت گمراہی ہے"(حقیقتِ تصوف ص ۶۴)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی

شیخ ابو الرضا کے ملفوظات میں لکھتے ہیں فرمایا! "آدمی کی نجات عقائد میں کمی بیشی کے بغیر انبیاء علیہم السلام کی تقلید میں ہے۔ جیسا کہ متقدمین اہل سنت کا مذہب ہے۔"(انفاس العارفین ص ۲۱۱)

(۶۸)(الف) کشف والہام سے علمِ ظنی حاصل ہوتا ہے اگر موافق قواعدِ شرعیہ کے ہے' قابل عمل ہوگا۔ ورنہ واجب الترک ہوگا۔ اور اگر قواعد شرعیہ کے خلاف نہ ہو۔ لیکن خود کشف میں باہم اختلاف ہو تو اگر وہ دونوں کشف ایک ہی شخص کے ہیں تو اخیر کشف کا اعتماد ہوگا تو اگر وہ دونوں کشف دو شخصوں کے ہیں تو صاحبِ صحو کا کشف بہ نسبت صاحب سکر کے قابل عمل ہوگا۔ اور اگر دونوں صاحبِ صحو ہیں۔ تو جس کا کشف اکثر شرع کے موافق ہوتا ہو تو وہ قابل اعتبار ہے اور اگر اس میں بھی دونوں برابر ہیں تو جس شخص میں آثارِ قرب الٰہی و مقبولیت کے زیادہ پائے جائیں۔ اس کے کشف کو قوت ہوگی۔ البتہ اگر وہ تناسب سے اکمل ہے تو اس کے کشف کو ترجیح ہوگی۔

(ب) کشف کوئی اختیاری چیز نہیں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ بزرگوں کو ہر وقت کشف ہی ہوا کرے اور کشف ہونا کوئی بڑا کمال بھی نہیں۔ بلکہ اگر کافر بھی مجاہدہ وریاضت کرے تو اس کو بھی کشف ہونے لگتا ہے نیز مجنونوں کو بھی کشف ہوتا ہے۔

(ج) دل کی بات بتادینا یہ علم غیب نہیں۔ بلکہ کشف ہے علم غیب اس علم کو کہتے ہیں۔ جو بلا وسائط حاصل ہو۔ اور یہ خاصہ خداوندی ہے (یا جسے خدا تعالیٰ دے دے مثلاً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام علیہم) اور جو علم بذریعہ کشف ہو اس میں کشف واسطہ ہے۔ اس لئے وہ علم غیب نہیں علم غیب کی اشیاء کا منکشف ہو جانا (کشف ہے) ایک حالتِ رفیع ہے جبکہ اتباع شرع کے ساتھ ہو۔

(د) بے اختیاری کی حالت میں جو غلبہ واردات کی وجہ سے ظاہری قواعد کے خلاف کوئی بات منہ سے نکل جائے وہ شطح ہے۔ اس شخص (خلافِ شریعت الفاظ کہنے والا) پر نہ کوئی گناہ ہے اور اس کی تقلید جائز ہے۔

(ہ) حقیقت اس کی (الہام کی) یہ ہے کہ بلا واسطہ نظر و اکتساب کے کوئی حقیقت قلب میں القا ہو جائے یا ہاتف غیبی کی آواز آئے۔ (کہ یقین حاصل ہو کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔) الہام کی مخالفت سے گناہ تو نہیں ہوتا۔ مگر دنیا کا ضرر ہو جاتا ہے۔ جس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو مال و جان کا ضرر جو کبھی کبھی ہوتا ہے۔ دوسرا ذوق و شوق میں کمی، جو مخالفتِ الہام کے وبال کے طور پر اکثر ہوتی ہے۔

(و) واردِ غیبی کے ظاہری و باطنی احکام میں امتیاز کا اُٹھ جانا سکر ہے۔ اور اس امتیاز کا عود کر آنا صحو ہے۔ غلبہ حال جس طرح ناقصین کو ہوتا ہے۔ (یعنی غیر انبیاء و اولیاء) ویسے ہی کاملین پر بھی ہو جاتا ہے (یعنی اولیاء) بلکہ بعض دفعہ انبیاء کرام پر بھی ہوتا ہے۔ واقعہ بدر میں حضور اکرم ﷺ مسلمانوں کی فتح کے لئے دعا فرما رہے تھے۔ حتیٰ کہ یہ بھی فرمادیا۔

اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ لم تعبد بعد الیوم

یعنی اے اللہ! اگر یہ مختصر جماعت ہلاک ہو گئی جو اس وقت میرے ساتھ ہے تو پھر آج کے بعد کوئی آپ کا نام نہ لے گا۔ (اس وقت حضور اکرم ﷺ پر غلبہ حال تھا۔) اسی طرح حضرت موسیٰؑ سے بھی سکر یہ کلمات کا اثبات ہوا ہے۔ صحابہ کرام میں سے حضرت عمر فاروقؓ کے وہ کلمات جو بعض دفعہ آپ سرکار رسالت ﷺ آپ کے فیصلوں اور عمل پر تنقیدی و تہدیدی انداز میں کر دیا کرتے تھے۔ مثلاً صلح حدیبیہ کے موقع پر آپؓ کا مسلمانوں کے جھکاؤ پر بار بار اعتراض کرنا۔ یا عبد اللہ بن ابی (منافق) کے مرنے پر حضور ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی تو آپؓ کا تردد۔ یہ تمام کلمات سکر یہ ہی ہیں۔ اولیاء اللہ سے تو لاتعداد کلماتِ سکر یہ منقول ہیں۔ مثلاً بایزید بسطامیؒ کا کہنا سبحانی ما اعظم

شانی یا (حلاج) ابن منصورؒ کا کہنا انا الحق۔ وغیرہ وغیرہ

(ف) حالتِ سکر کے اقوال واعمال میں ان کی تقلید نہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ یہ باتیں غلبہ حال اور درجہ معذوری کو ظاہر کرتی ہیں۔ اور معذوری کی حالت کا اتباع نہیں ہو سکتا۔ مگر ان پر انکار بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ ان کمالات سے درگزر کر کے ان بزرگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دینا چاہیئے۔ اور اگر وہ حالت سکر ہی میں اپنے اقوال واعمال سکریہ کی تصدیق وتبویب کا ارادہ کریں تو وقتی طور پر تصدیق بھی کر دینی چاہیئے۔ کلمات سکریہ کے اظہار کو عموماً اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ چنانچہ ابن منصورؒ کے کلماتِ سکریہ کے بار بار اظہار پر ان کے مرشد حضرت جنید بغدادیؒ ان سے خفا ہو گئے۔ جس سے انہیں تمام عمر چین نصیب نہ ہوا۔ (کہ شیخ کی ناراضگی کا وبال بے چینی ہے) بلکہ آخر کو وہ انا الحق (کلمہ سکر) کہنے کے سبب قتل وپھانسی کی سزا دیئے گئے۔ اگرچہ آخرت میں ان سے اس کا مواخذہ نہ ہوگا۔ کہ وہ معذور تھے اور ان کے صحو پر اکثر سکر غالب رہتا تھا۔ (شریعت وطریقت از مولانا اشرف علی تھانوی صفحات ۳۰۲، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۶۱، ۳۸۸ وغیرہ)

(۶۹) شیخ حسین بن منصور حلاج۔ کنیت ابو الغیث۔ اصلی وطن بیضاء فارس ہے۔ آپ پر سکر غالب رہتا تھا۔ آپ کے مرشد شیخ عمرو بن عثمان مکی، ابو یعقوب اور علی بن سہیل اصفہانی وغیرہم نے آپ کو بے حقیقت گردانا ہے۔ البتہ مشائخ کی ایک جماعت جس میں شیخ ابو بکر شبلی، ابو العباس بن عطار، شیخ عبداللہ خفیف، شیخ ابو القاسم نصر آبادی، شیخ ابو سعید ابو الخیر، شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری، شیخ ابو القاسم گورگانی اور شیخ علی ہجویری ثم جلالی آپ کے بارے میں حسن اعتقاد رکھتے ہیں۔ صاحب کشف المحجوب لکھتے ہیں

"میں آپ کا معتقد ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی جانتا ہوں کہ ان کی باتیں ان کی شان کے لائق نہیں۔"

☆ جو کچھ آپ پر گزری (مثلاً جذب کے عالم میں انا الحق پکارنا) یہ جذبہ شوق کی فراوانی اور عدم ضبط کی وجہ سے تھا۔ جذبہ عشق ایک ایسی کیفیت کا نام ہے جس کی آگ میں عاشق جل بھنتا ہے۔ اور اسے اپنی خبر نہیں ہوتی لہذا حسین بن منصور اس مقام وحال (جذب) سے گزر رہے تھے کہ بے خودی کے عالم میں آپ کی زبان سے کلمہ انا الحق نکل گیا جس کی وجہ سے آپ کو قتل کر دیا گیا۔ آپ کا حادثہ قتل بغداد کے باب الطاق میں سہ شنبہ ۲۵ ذوالحجہ ۳۰۹ھ کو ہوا۔ (سفینۃ الاولیاء از دارا شکوہ ترجمہ محمد وارث کامل ص ۱۷۲۔ ۱۷۳)

☆آپ کے متعلق عجیب و غریب قسم کے اقوال منقول ہیں۔ لیکن آپ بہت ہی نرالی شان کے بزرگ اور اپنے طرز پر یگانہ روزگار تھے۔ اکثر صوفیاء نے آپ کی بزرگی سے انکار کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ تصوف سے قطعاً نابلد تھے۔ آپ ہمیشہ شوق و سوز کے عالم میں مستغرق رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تصانیف مغلق و دقیق عبارات کا مجموعہ تھیں۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں نے آپ کو کافرو ساحر تک کا خطاب دے دیا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ آپ اہل حلول میں سے تھے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کا تکیہ اتحاد پر تھا۔ چنانچہ بغداد میں ایک جماعت نے حلول و اتحاد کے چکر میں گمراہ ہو کر خود کو "حلاجی" کہنے سے گریز نہیں کیا۔ حالانکہ انہوں نے صحیح معنوں میں آپ کے کلام کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔

☆حضرت عبداللہ خفیف کے قول کے مطابق حسین بن منصور حلاج عالم ربانی ہوئے ہیں۔ (تذکرۃ الاولیاء از خواجہ فرید الدین عطار اردو ترجمہ مولانا زبیر افضل عثمانی ص ۲۵۳)

☆حضرت ابو سعید خزار کا قول ہے کہ "ابن منصور میدان وحدت میں یگانہ روزگار تھے۔ اور ان کے زمانے میں مشرق سے مغرب تک ان کے پائے کا کوئی آدمی نہیں تھا۔" (انفاس العارفین ص ۲۲۳)

☆کسی بزرگ نے مشائخین سے فرمایا کہ جس شب منصور کو دار پر چڑھایا گیا تو میں صبح تک سولی کے نیچے مشغول عبادت رہا۔ اور جس وقت دن نمودار ہوا تو ھاتف نے یہ ندا دی کہ ہم نے اپنے رازوں میں سے ایک راز پر اس کو مطلع کیا تھا جس کو اس نے ظاہر کر کے یہ سزا پائی۔ کیونکہ شاہی راز کو افشا کرنے والے کا یہی انجام ہوتا ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۶۰)

(۷۰) شطح، عربی لفظ ہے جمع شطحات۔ تصوف کی اک اصطلاح ہے جس سے مراد عالم سکر میں کہے گئے الفاظ ہیں نیز خلاف شرع الفاظ زبان سے ادا کرنا۔ کشف کی رو سے وہ کلمات جو عالم مستی بے اختیار زبان سے ادا ہو جائیں مثلاً منصور کا انا الحق کہنا۔ جنید کا لیس فی جبتی سوا اللہ کہنا اور بایزید بسطامی کا کلمہ سبحانی ما اعظم شانی کہنا۔ مشائخ نے ایسے خلاف شرع کلمات کو نہ تو رد کیا ہے نہ قبول کیا ہے۔ یہ اصطلاح (شطح یا شطحیات) دسویں صدی عیسوی میں صوفیاء نے اختیار کی۔ مسلم صوفیاء متفقہ طور پر اس میں دیکھتے ہیں جو ابتدائی صوفیانہ واردات کے ظہور کے بعد صوفی کی روح تک پہنچ جاتی ہیں۔ لیکن اہل علم کی اکثریت نے عقیدہ توحید اور پابندی شر کے خیال سے فناء ذات کے مقام سے اس سے گریز کرنے پر اتفاق کیا

ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۱ بعنوان تطلع اور اسلامی انسائیکلوپیڈیا شاہکار عنوان تطلع)

(۷۱) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے غالباً حفظ مراتب کی ترتیب قرآن کریم کی اس آیہ کریمہ کی روشنی میں رکھی ہے اور مذکورہ ومابعد اقتباسات میں اسی ترتیب کو قائم رکھا ہے آیت سورۃ نساء میں ہے۔ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا (۶۹) ترجمہ: "اور جس نے اطاعت کی اللہ اور اس کے رسولﷺ کی پس ایسے لوگ ہوں گے اُن کے ساتھ جن پر اللہ کا انعام ہوا۔ نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین میں سے اور ان لوگوں مصاحبت کتنی اچھی ہے"۔

اس آیہ کریمہ میں خدائے برحق نے چار درجے بیان کر دیئے اول نبی، دوم صدیق، سوم شہید اور چہارم ولی اللہ۔ اسی ترتیب سے ان کے مراتب وفضائل بیان کئے ہیں۔

(۷۲) اس عقیدے کا برملا اظہار کر کے کہ "حضرت صدیق اکبرؓ کا مرتبہ تمام مخلوق میں بعد الانبیاء ہے "امام ربانی مجدد الف ثانی نے ان لوگوں کے اعتراضات کو بھی باطل کر دیا ہے جو آپ سے تفوق برابو بکر صدیقؓ کا دعویٰ منسوب کرتے ہیں۔ جو کہ حقیقتاً کشفی اور سکریہ الفاظ ہیں۔ اسی اعتراض کی بنیاد پر مخالفین نے جہانگیر کے ہاتھوں آپ کو قید وبند کی سزائیں دلائیں

(۷۳) یہاں حضرت امام ربانیؒ نے علوم مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء (وحی) اور علم صدیقؓ (کشف، الہام، القا وغیرہ) میں علم نبی اور علم ولی کی حیثیت سے موازنہ کیا ہے۔ یعنی نبی کا علم وحکم قطعی وقابل تقلید اور ولی کا حکم ظنی اور غیر حجت۔ وحی اور الہام میں فرق کو مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے یوں بیان کیا ہے۔ "وحی اور الہام مین یہ امر تو مشترک ہے کہ دونوں کسی چیز کے معلوم کرنے کا ذریعہ غیبی ہیں۔ لیکن فرق یہ ہے کہ الہام ایسا وجدان ہے۔ جو نفس کو حاصل ہوتا ہے اور جس کے ذریعہ شے مطلوب کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ پتہ نہیں چلتا کہ علم کا مبدء کیا ہے گویا یہ وجدان بھوک پیاس، غم اور خوشی کے وجدان کی طرح ہے۔ بخلاف وحی کے کہ اس میں علم کا مبدء پورے طور پر معلوم ہوتا ہے پھر اس میں ایک مابہ الفرق یہ بھی ہے کہ الہام، نبی اور غیر نبی دونوں کو ہوتا ہے لیکن وحی صرف انبیا کے ساتھ مخصوص ہے۔ کسی غیر نبی کو علم کا یہ ذریعہ غیبی میسر نہیں ہو سکتا"۔ (وحی الٰہی ص ۲۶)

مولانا محمد تقی عثمانی اپنی تصنیف "علوم القرآن" ص ۴۰-۳۹ پر ارقام فرماتے ہیں کہ "اوپر بتایا جا چکا ہے کہ وحی صرف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے۔ اور کسی بھی غیر نبی کو خواہ

وہ تقدس اور ولایت کے کتنے بلند مقام پر ہو وحی نہیں آسکتی۔ البتہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو کچھ باتیں بتا دیتا ہے۔ اسے کشف یا الہام کہا جاتا ہے۔ کشف اور الہام میں حضرۃ مجدد الف ثانی نے یہ فرق بیان فرمایا ہے کہ کشف کا تعلق حسیات سے ہے یعنی اس میں کوئی چیز یا واقعہ آنکھوں سے نظر آجاتا ہے اور الہام کا تعلق وجدانیات سے ہے یعنی اس میں کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ صرف دل میں کوئی بات ڈال دی جاتی ہے" اسی لئے عموماً الہام کشف کی بہ نسبت زیادہ صحیح ہوتا ہے وحی کی آخری صورت یعنی "نفث فی الروع" بظاہر الہام سے بہت قریب ہے۔ کیونکہ دونوں کی حقیقت یہی ہے کہ دل میں کسی بات کا القا کر دیا جاتا ہے لیکن دونوں میں حقیقت کے اعتبار سے یہ فرق ہے کہ وحی میں، جو صرف انبیاءؑ کو ہوتی ہے۔ ساتھ ساتھ یہ علم بھی ہو جاتا ہے کہ یہ بات کس نے دل میں ڈالی ہے۔ چنانچہ مستدرک حاکم کی مذکورہ روایت میں آں حضرت ﷺ نے صراحۃً بتلا دیا کہ "روح القدس نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے"۔ لیکن الہام میں ڈالنے کی تعیین نہیں ہوتی بس یہ محسوس ہوتا ہے کہ دل میں کوئی ایسی بات آگئی ہے جو پہلے نہیں تھی (بحوالہ الوحی المحمدی از رشید رضا مصری)

اسی بناء پر انبیا علیہم السلام کی وحی سو فیصد یقینی ہوتی ہے اور اس کی پیروی فرض ہے۔ لیکن اولیاء اللہ کا الہام یقینی نہیں ہوتا۔ چنانچہ نہ وہ دین میں حجت ہے۔ اور نہ اس کا اتباع فرض ہے۔ بلکہ اگر کشف' الہام یا خواب کے ذریعہ کوئی ایسی بات معلوم ہو جو قرآن و سنت کے معروف احکام کے مطابق نہیں ہے تو اس کے تقاضے پر عمل کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں۔ (بحوالہ الشاطبی)

درج بالا مبحث کے مطالعہ کے بعد ایک نتیجہ قوی ہوتا ہے کہ وحی ایک مصدقہ' یقینی اور قابل اطاعت علم و حکم ہے جبکہ کشف' الہام' خواب' مراقبہ' استخارہ اور دوسرے ظنی و غیر یقینی امور وغیرہ اگر مطابق شریعتِ ظاہرہ ہوں تو قابل قبول۔ اور اگر متضاد' مخالف اور مختلف ہوں تو ان سے احتراز جائز اور فرض ہے۔

اولیاء اللہ کے علوم و معارف کی انبیاء کے علوم قطعی (وحی) سے کمتری پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے فرمایا۔ کہ "شیخ محی الدین ابن عربیؒ قدس سرہ اگر اس فرق کو ملاحظہ کر لیتے۔ جس کی اس فقیر کو رہنمائی ہوئی ہے تو وہ ہرگز معرفت سے عجز کو جہل سے تعبیر نہ کرتے اور اُسے عدم علم نہ سمجھتے ۔۔۔ کچھ ہم میں سے وہ ہیں

جنہوں نے جانا اور کچھ وہ ہیں جو جاہل ہیں اور پھر کہا کہ ادراک کے درک سے عاجز آجانا بھی ادراک ہے" اور اس کے بعد شق اول کے علوم کو بیان کیا ہے۔ اور اس پر فخر کیا ہے۔ اور ان علوم کو اپنے سے مخصوص سمجھا ہے۔ اور کہا ہے کہ "خاتم الانبیا بھی ان علوم کو خاتم الاولیا سے حاصل کرتے ہیں" اور اپنے آپ کو ولایت محمدیؐ کا خاتم کہا ہے اور اس وجہ سے خلقت کے طعنوں کا مورد بنا ہے۔ اور "فصوص" کے شارحین نے اس عبارت کی توجیہات میں اپنی ہمتیں صرف کی ہیں اور اس فقیر کے نزدیک بلکہ کہا جائے کہ حقیقت میں یہ علوم جو شیخ نے بیان کئیے ہیں کئی درجے عجز سے نیچے ہیں بلکہ اس عجز سے کوئی نسبت ہی نہیں رکھتے۔ (جو اقیوں کو رسول اللہ صلعم سے ہے) مکتوب ۷۷ دفتر سوم)

(۴۷) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلویؒ مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک کفریہ قول پر گفتگو فرماتے ہوئے افضلیت نبوتؐ پر یوں ارقام فرماتے ہیں کہ

"کفر ہفتم :۔ اشتہار معیار الاخیار (مصنفہ مرزا قادیانی) میں لکھا ہے "میں بعض نبیوں سے بھی افضل ہوں"۔ یہ ادّعا بھی باجماعِ قطعی کفر وارتداد یقینی ہے۔ فقیر نے اپنے فتویٰ مسمّٰی بہ "ردالرفضہ" میں شفا شریف امام قاضی عیاضؒ وروضہ امام نوویؒ وارشاد الساری امام قسطلانیؒ وشرح عقائدِ نسفی وشرح مقاصد امام تفتازانیؒ واعلام امام ابن حجر مکیؒ ومنح الروض علامہ قاریؒ وطریقہ محمدیہ علامہ برکویؒ وحدیقہ ندیہ مولٰنا نابلسیؒ وغیرہ کتب کثیرہ کے نصوص سے ثابت کیا ہے کہ باجماع مسلمین کوئی ولی کوئی غوث کوئی صدیق کبھی کسی نبی سے افضل نہیں ہوسکتا۔ جو ایسا کہے قطعاً اجماعاً کافر ملحد ہے ازانجملہ شرح صحیح بخاری شریف میں ہے النبی من الولی وھو امر مقطوع بہ والقائل بخلافہ کافر کانہ معلوم من الشرع بالضرورۃ (یعنی ہر نبی ہر ولی سے افضل ہے۔ اور یہ امر یقینی ہے اور اس کے خلاف کہنے والا کافر ہے کہ یہ ضروریاتِ دین سے ہے) (السوء والعقاب علی المسیح الکذاب از امام احمد رضا خان بریلوی ص ۱۷)

آپؒ اپنے رسالہ ردّالرفضہ "ص ۱۵۔۱۴ پر اسی عنوان پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

اور اسی طرح ہم یقینی کافر جانتے ہیں ان غالی رافضیوں کو جو آئمہ کو انبیاء سے افضل بتاتے ہیں (بحوالہ شفا شریف از قاضی عیاضؒ ص ۳۶۵ بحوالہ کتاب الروضہ از امام نوویؒ بحوالہ اعلام بقواطع الاسلام از امام ابن حجر مکیؒ)

(انبیاء کو اولیاء سے مفضول قرار دینا یہ کھلا کفر ہے (شرح شفا از ملا علی قاریؒ الہروی)

وہ جو بعض کرامیہ سے منقول ہوا ہے کہ جائز ہے کہ ولی نبی سے مرتبے میں بڑھ جائے یہ کفر وضلالت وبے دینی وجہالت ہے (بحوالہ منح الروض)

بیشک مسلمانوں کا اجماع قائم ہے اس پر کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اولیائے عظام سے افضل ہیں (شرح فقہ اکبر بحوالہ شرح مقاصد بحوالہ طریقہ محمدیہ از علامہ برکویؒ)

کسی کو ایک نبی سے افضل کہنا تمام انبیاء سے افضل بتاتا ہے (بحوالہ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہؒ)

ولی کو کسی نبی سے خواہ مرسل ہو یا غیر مرسل افضل بتانا کفر وضلال ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس میں ولی کے مقابل نبی کی تحقیر اور اجماع کارد ہے۔ کہ نبی کے ولی سے افضل ہونے پر اہل اسلام کا اجماع ہے (بحوالہ شرح عقائدِ نسفی بحوالہ طریقہ محمدیہؒ بحوالہ حدیقہ ندیہ) نبی ولی سے افضل ہے اور یہ امر یقینی ہے اور اس کے خلاف کہنے والا کافر ہے کہ یہ ضروریاتِ دین سے ہے (بحوالہ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری) آپ کے "ملفوظات" میں "افضیلت النبی علی الولی" پر آپ کے دو فتاویٰ اسطرح نقل کیے گئے ہیں

عرض: حضور یہ مشہور ہے الولایۃ افضل من النبوۃ

ارشاد: یہ ارشاد یوں نہیں ہے بلکہ یوں ہے کہ ولایۃ النبی افضل من نبوتہٖ (نبی کی ولایت اسکی نبوت سے افضل ہے) کہ ولایت میں "توجہُ الی اللہ" ہے اور نبوت میں "توجہُ الی الخلق" ہے۔

عرض: ولی کی ولایت بھی تو "توجہُ الی اللہ" ہی ہوتی ہے

ارشاد: ہاں! مگر اسکی "توجہُ الی اللہ" نبی کی "توجہُ الی الخلق" کے کروڑویں حصہ کو بھی نہیں پہنچتی (ص ۲۹۳ حصہ سوم)

(۷۵) یہاں یہ مسئلہ ذرا قابل تشریح ہے کہ فرشتہ کی ولایت نبی کی ولایت سے افضل ہے۔ ولایت ولی سے مشتق ہے۔ اور ولی دوست 'مددگار مالک وغیرہ کے معنوں میں آتا ہے۔ تصوف اور عام مفہوم میں ولی سے مراد ایسا شخص ہے جو عبادت 'ریاضت 'عمدہ اخلاق 'خدمتِ خلق 'شب بیداری آدابِ بزرگاں اور دوسری زاہدانہ عادتوں سے اللہ کے ہاں مقام پسندیدگی پالیتا ہے۔ فرشتے چونکہ انبیاء کی بہ نسبت اللہ کے زیادہ قریب رہتے ہیں۔ اور اپنی تخلیق کے وقت سے رضائے الٰہی کے حصول میں مشغول ہیں اپنی بندگی 'عبادت وریاضت اور تفویض کیے گئے فرائض کی بجا آوری کرکے۔ جبکہ نبی کا تعلق بھی اللہ ہی سے ہوتا ہے لیکن نبی کی توجہ بظاہر مخلوق (امت) کی طرف زیادہ ہوتی ہے۔ مگر بظاہر خدائے تعالیٰ کی طرف بھی کم نہیں ہوتی ہے نبی امت کے غم میں اکثر

ہلکان ہوتے رہتے ہیں۔ جبکہ ملائکہ واولیاء اللہ کا حال اس کے برعکس ہوتا ہے وہ قرب الٰہی سے سرشار ہوتے ہیں اور اللہ کی تسبیح وتقدیس ہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہوتا ہے۔ اگر اس ظاہری عمل کو دیکھا جائے۔ تو یہ سمجھنے میں کوئی رکاوٹ اور پیچیدگی نہیں ہے کہ مقربینِ الٰہی اور متوجہین الٰہی یقیناً مشغولین امت سے زیادہ افضل واعلیٰ ہیں مگر یہی بات سوچنے کی ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے باوجود اس تمام صورتِ حال کے اعزاز وفضیلت میں انبیاء کو پہلے نمبر پر رکھا ہے یعنی انبیاء 'صدیقین 'شہدا 'صالحین (دیکھیے سورۃ النساء آیہ۔ ۶۹) یعنی انبیاء اور اولیاء کے درمیان دو درجات ہیں اب یہ متبادر ہو گیا کہ اولیائے امت باوجود اپنی کثرتِ عبادت اور توجۂ الی اللہ کے انبیاء سے دو مقام نیچے رہتے ہیں۔ آگے بڑھنا تو ایک طرف 'برابر بھی نہیں ہو سکتے۔ دوسری طرف ملائکہ کا اس ترتیب میں کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ حوائج انسانی اور بشری کمزوریوں سے مبرّا ہونے کی وجہ سے ان کی اور انبیاء کی حیثیتوں میں موازنہ کرنا فضول ہے۔ اس لئے اللہ نے فضیلت وکرامت میں ان کو کوئی مقام ہی نہیں دیا انبیاء کی عظمت وافضلیت کا اعلان خدا تعالےٰ نے ببانگ دہل فرمادیا ہے کہ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ○ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ○ وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَ (الصّٰفّٰت ۱۷۱ تا ۱۷۳)

"اور یقیناً ہمارا کلمہ پہلے اپنے پیغمبر بندوں کے لئے گزر چکا ہے کہ وہی مدد دیئے جائیں گے اور یقیناً ہمارا لشکر انہی کے لئے غالب آنے والا ہے۔ اللہ نے ایمان میں فرشتوں کو بھی شامل فرمایا ہے۔ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ ۔(البقرہ۔۲۸۵) لیکن اطاعت کروانے کے درجہ پر اپنے بعد انبیاء مکرمین کو رکھا ہے۔ واَطیعوا اللہ واطیعوا الرسول۔ انبیاء کی اطاعت کو عین اپنے اطاعت قرار دیا ہے۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء۔ ۸۰) اگر بنظر غور دیکھا جائے تو ملائکہ واولیاء کی حیثیت متعین کرنے میں کوئی مشکل درپیش نہیں آتی۔ اس لئے کہ ملائکہ "انسان" (نیک ہو یا گنہگار) کی خدمت کے لئے مامور ہیں۔ اور تسبیح وتقدیس الٰہی پر کاربند۔ دوسری طرف ولی اللہ امتی تو ہوتا ہے مگر نبی یا رسول ہرگز نہیں۔ لہٰذا وہ جس نبی کا امتی ہے اس سے افضل کیسے ہو سکتا ہے اور فرشتے خادم تو ہو سکتے ہیں۔ عبادت گزار تو ہو سکتے ہیں۔ مگر انبیاء سے افضل ہرگز نہیں۔ امام ربانی نے کچھ اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے (دیکھیے دفتر سوم مکتوب)

ولایت بمعنی قربِ خداوندی کا خیال کر کے ہی حضرت مجدد نے ولایت ملائکہ کو ولایت انبیاء سے اکمل وقوی قرار دیا ہے۔ دوسری طرف فرشتوں کا قرب بہ نسبت انبیاء کے کم ہونے کا لحاظ

کر کے حضرت مجدد نے ملائکہ کو انبیاء سے افضل قرار نہیں دیا۔ اسلئے کہ ملائکہ کی بہ نسبت انبیاء کے ذاتِ خداوندی سے زیادہ تعلق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی توجہ بھی انبیاء پر ہمہ وقت رہتی ہے۔ اسکی ایک مثال شبِ معراج کا وہ واقعہ ہے جس میں حضرت جبرئیلؑ (فرشتوں میں سے سب سے بزرگ ترین فرشتہ) نے سدرۃ المنتہیٰ سے آگے جانے پر یہ کہہ کر معذوری کا اظہار کیا تھا۔ کہ

اگر یک سر موئے برتر پرم　　　فروغ تجلی بسوزد پرم

جبکہ نبی علیہ السلام آگے گئے۔ قربِ خداوندی سے مشرف ہوئے اور پھر "قَابَ قَوسَینِ اَواَدنیٰ" کی سعادتوں سے نوازے گئے۔ شاید یہی وقعہ ذہن میں رکھ کر علامہ اقبال نے فرمایا

فرشتوں سے بہتر ہے انسان ہونا　　　مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

پھر فرمایا: سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰؐ سے مجھے　　　کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

(۲۷) حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ سے اور بھی کئی اقوالِ سکریہ منقول ہیں۔ اس لئے کہ آپ اہل حال میں سے تھے۔ اور اکثر وقت جذب کی کیفیت میں رہا کرتے تھے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے۔ کہ آپؒ کے قول سبحانی مااعظم شانی (پاک ہوں میں۔ کس قدر بلند ہے میری شان) کی وجہ سے آپؒ کو متعدد مرتبہ شہر بسطام سے نکالا گیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ آپؒ نے اپنے اس قول سے رجوع بھی کر لیا تھا چنانچہ مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندی نے "فوائد الفواد" از حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی محبوب الٰہیؒ کے حوالے سے اپنی تصنیف "شریعت و طریقت میں" لکھا ہے کہ فوائد الفواد مجلس ۲۹ میں ہے کہ آپ (حضرت نظام الدین اولیاءؒ) نے فرمایا۔ کہ ایک دفعہ انہوں (حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ) نے سبحانی مااعظم شانی کہا تھا۔ پھر آخر عمر میں آپ مستغفر ہوئے۔ اور کہا۔ فانا مجوسی فاقطع زناری واقول اشہدان لا الہ الا اللہ (یعنی اگر میں نے سبحانی کہا ہے اور میں نے یہ بات ٹھیک نہ کہی تھی میں اس وقت جہودی (مجوسی) تھا اب زنار توڑتا ہوں اور کہتا ہوں (یعنی گواہی دیتا ہوں کہ) اللہ کے سوا بیشک کوئی معبود نہیں ہے) (ص ۳۱۹۔۳۸۳)

حضرت شاہ ولی اللہ اپنی تصنیف "انفاس العارفین" میں لکھتے ہیں فرمایا۔ جس نے سبحانی ما اعظم شانی یا انا الحق کہا غالباً غلبہ حال اور اپنی نظر سے جہت امکان کی نفی کرتے ہوئے کہا۔ وگرنہ اسمائے الوہیت کا اطلاق سوائے تمام معلومات کے عالم کی کسی چیز پر روا نہیں۔ اور یہ علم ان سبحانی اور انا الحق کہنے والوں میں موجود نہ تھا۔ اور در حقیقت یہ علم کسی بھی مظہر میں نہ تو

پایا گیا ہے۔ اور نہ لبد الاباد تک پایا جائے گا۔ (ص ۲۲۶)

(۷۷) مکتوب نمبر ۲۱۷ دفتر اول حصہ سوم میں حضرت مجدد نے سید محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادیؒ کے اس قول کی کشفی تاویل کی ہے۔ جو قضائے مبرم میں تبدیلی کر سکنے کے بارے میں وارد ہوا چنانچہ آپ فرماتے ہیں "میرے حضرت قبلہ گاہی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سید محی الدینؒ جیلانی قدس سرہ نے اپنے بعض رسالوں میں لکھا ہے۔ کہ "قضائے مبرم میں کسی کو تبدیلی کی مجال نہیں ہے۔ مگر مجھے ہے۔ اگر چاہوں تو میں اس میں بھی تصرف کروں۔" اس بات سے بہت تعجب کیا کرتے تھے۔ اور بعید از فہم فرماتے تھے۔

یہ نقل بہت مدت تک فقیر کے ذہن میں رہی یہاں تک کہ حضرت حق تعالیٰ نے اس دولت سے مشرف فرمایا۔ (یعنی تصرف وغیرہ کی دولت) ایک دن ایک بلیّہ کے دفع کرنے کے درپے ہوا۔ جو کسی دوست کے حق میں مقرر ہو چکی تھی۔ اس وقت (ذاتِ باری تعالیٰ میں) بڑی التجا اور عاجزی اور نیاز و خشوع کی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ لوح محفوظ میں اس امر کی قضا کسی امر معلق اور کسی شرط پر مشروط نہیں ہے۔ اس سے بڑی یاس و ناامیدی حاصل ہوئی۔ اور حضرت سیّد محی الدین قدس سرہٗ کی بات یاد آئی۔ دوبارہ پھر ملتجی اور متضرع ہوا۔ اور بڑی عجز و نیاز سے متوجہ ہوا۔ تب محض فضل و کرم سے اس فقیر پر ظاہر کیا گیا کہ قضائے معلق دو طرح پر ہے ایک وہ قضا ہے جس کا معلق ہونا لوحِ محفوظ میں ظاہر ہوا ہے اور فرشتوں کو اس پر اطلاع دی ہے۔ اور دوسری وہ قضا ہے جس کا معلق ہونا صرف خدا تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ اور لوحِ محفوظ میں (یہ قضائے معلق) قضائے مبرم کی صورت میں مندرج ہے۔ قضائے معلق کی اس دوسری قسم میں بھی پہلی قسم کی طرح تبدیلی کا احتمال ہے۔

پھر معلوم ہوا۔ کہ حضرت سیّد قدس سرہٗ کی بات بھی اسی اخیر قسم پر موقوف ہے۔ جو قضائے مبرم کی صورت رکھتی ہے (لیکن یہ در حقیقت قضائے معلق ہی ہے) نہ کہ اس قضاء پر جو حقیقت میں مبرم ہے۔ کیونکہ اس میں تصرف و تبدیلی عقلی و شرعی طور پر محال ہے اور حق یہ ہے کہ جب کسی کو اس قضا کی حقیقت پر اطلاع ہی نہیں ہے تو پھر اس میں تصرف کیسے کر سکے؟ اور اس آفت و مصیبت کو جو اس دوست پر پڑی تھی قسم اخیر میں پایا۔ اور معلوم ہوا۔ کہ حق تعالیٰ نے اس (دوست کے) بلیہ کو دفع فرمادیا ہے

اس کشفی تاویل و توجیہ کی روشنی میں اگر حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کے درج بالا

(بظاہر خلاف قرآن وسنت) الفاظ کی حقیقت دیکھیں تو معروف شریعت اور الفاظ بالا میں کوئی تضاد نظر نہیں آتا۔ اور اگر تاویل کو چھوڑ کر ان الفاظ کو دیکھیں۔ تو قرآن کے مخالف ہیں۔ کہ قرآن میں ارشاد الٰہی ہے۔ مَایُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ (قٓ-۲۹) (یعنی میرا کہنا کبھی تبدیل نہیں ہوتا)۔ جبکہ الفاظ میں قولِ الٰہی کو تبدیل کرنے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ مخالفت رسولؐ ہے کہ رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ تقدیرِ معلق صدقہ، خیرات اور دُعا سے ٹل سکتی ہے مگر تقدیر مبرم کو ٹالا نہیں جاسکتا۔ لہٰذا اب اگر ایک کام سے نبی معذور ہے (یعنی قضائے مبرم کا ٹالنا) تو اس نبی کا ایک امتی ولی اسی کام کو کرنے کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے؟ یہ محال ہے۔

(۶۹) منکرین ختم نبوت نے چند دوسرے اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال کے ایسے اجزاء بھی اپنے عقیدہ باطلہ کی تائید میں پیش کئے ہیں مثلاً حضرت بایزید بسطامی کا قول ہے "مجذوب کے بہت سے درجات ہوتے ہیں ان میں سے بعض نبوت کا تہائی حاصل کرتے ہیں بعض کو نصف سے زیادہ ملتا ہے۔ اور بعض کو نبوت میں سے بہت زیادہ حصہ ملتا ہے۔ اور خاتم الاولیاء کہلاتے ہیں" (تذکرۃ الاولیاء)

اسی طرح مولانا روم فرماتے ہیں کہ نیکی کی راہ میں ایسی تدبیر کر کہ امت کے اندر تجھے نبوت مل جائے۔ (فکر کن در راہِ نیکو خدمتے تا نبوت یابی اندر امتے بحوالہ مثنوی)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے ضمیمہ الف۔

(۷۰) فرعون کے جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کمال کو جادو کہا تھا۔ مگر در حقیقت یہ کمال نبوت تھا۔ جس کے کامل ہونے میں قدرت الٰہیہ کو خصوصی دخل تھا۔

(۷۱) ان میں کمالات نبوی کی جھلک تو ہوتی ہے مگر یہ نبوی کمالات حقیقتاً نہیں ہوتے بلکہ یہ کمالات اولیاء اللہ ہوتے ہیں مثلاً فوق العادت یا خرق العادت کام یعنی کرامت وغیرہ۔ یاد رہے معجزہ اگر نبی سے صادر ہو تو یہ کمال نبوت ہے اور اگر یہی کام یعنی کرامت ولی سے صادر ہو تو یہ کمال ولایت ہے۔ کمالِ ولایت میں کمال نبوت کی جھلک یعنی خرق العادت ہونا تو پایا جاسکتا ہے مگر اس سے نبوت یا اس کا دعویٰ ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

(۷۲) علماء نے تقویٰ کے تین مراتب بیان فرمائے ہیں۔

اول: مرتبہ توحید اور ایمان۔ اس مرتبہ میں ہر مومن متقی ہے۔

دوم: توحید اور مرتبہ ایمان کے بعد اعمال صالحہ کو عمل میں لا کر برے اعمال سے بچنا اس مرتبہ میں گناہگار مومن [illegible] وہ کبائر سے بچ کر فرائض اور

واجبات کاپابند نہ ہو جائے۔

سوم: ماسوائے اللہ کے کسی کی محبت اس کے دل میں نہ ہو یہ مرتبہ اول دونوں مراتب میں پختگی کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ یہ اولیاء اللہ کا مرتبہ ہے۔ اور تقویٰ کا انتہائی درجہ ہے۔ اس کے بعد انبیاء ہوتے ہیں جن کے تقویٰ کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ (تفسیر کاشف البیان جلد اول بر تفسیر ھدی للمتقین)

(۸۰)(الف) کرامت اس امر کو کہتے ہیں جو کسی نبی کے کسی متبع کامل سے صادر ہو اور قانون عادت سے خارج ہو۔ پس اگر وہ امر خلاف عادت نہ ہو تو کرامت نہیں ہے۔ اور جس شخص سے وہ امر صادر ہوا ہے اگر وہ شخص اپنے آپ کو کسی نبی کا متبع نہیں کہتا تو بھی کرامت نہیں ہے۔ جیسے جوگیوں ساحروں وغیرہم سے بعض ایسے امور سرزد ہو جاتے ہیں۔ اور اگر وہ شخص بدعی اتباع (نبوت) کا ہے مگر واقع میں متبع نہیں ہے خواہ اصول میں خلاف کرتا ہو جیسے اہل بدعت یا فروع میں خلاف کرتا ہو جیسے فاسق و فاجر۔ ایسے شخص سے اگر ایسا امر (عجیب) صادر ہو تو بھی کرامت نہیں ہے بلکہ استدراج ہے...... پس کرامت اس وقت کہلائے گی جب کہ اس کا محل صدور مومن متبع سنت نبوی ﷺ کامل التقویٰ ہو۔

(ب) جاننا چاہئے کہ کرامت کے لئے نہ ولی کو اس کا علم ہونا ضروری ہے اور نہ اس کے قصد کا متعلق ہونا ضروری ہے۔ احیاناً علم ہوتا ہے اور قصد نہیں ہوتا۔ اور کبھی علم و قصد دونوں امر ہوتے ہیں۔ اس بناپر کرامت کی تین قسمیں ٹھہریں:

☆ جہاں علم بھی ہو اور قصد بھی۔ جیسے کہ حضرت عمر فاروق کے فرمان مبارک سے دریائے نیل میں پانی کا جاری ہونا۔

☆ جہاں علم ہو اور قصد نہ ہو جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے فصل میووں کا آنا

☆ جہاں نہ علم ہو اور نہ قصد، جیسے حضرت ابوبکر صدیق کا مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانا اور کھانے کا دوچند، سہ چند ہو جانا چنانچہ اس پر خود حضرت صدیق اکبر کو تعجب ہوا۔

قسم اول کو تصرف وہمت بھی کہتے ہیں جبکہ قسم دوم و سوم کو برکت یا کرامت کہتے ہیں۔

(ج) اور جاننا چاہئے کہ ایک اور اعتبار سے بھی کرامت کی دو قسمیں ہیں ایک حسی اور دوسری معنوی۔ عوام اکثر حسی کو جانتے ہیں اور اسی کو کمال شمار کرتے ہیں۔ جیسے کہ مافی الضمیر پر مطلع ہونا، پانی پر چلنا اور ہوا میں اڑنا وغیرہ اور خواص کے نزدیک بڑا کمال کرامت معنوی ہے یعنی

شریعت پر مستقیم رہنا۔ مکارم اخلاق کا خوگر ہونا۔ نیک کاموں کا پابندی اور بے تکلفی سے کرنا۔ حسد وکینہ ودیگر صفات مذمومہ سے قلب کا طاہر ہونا۔ کوئی سانس غفلت میں نہ گزرنا۔ یہ وہ کرامت ہے جس میں استدراج کا احتمال نہیں۔ بخلاف قسم اول کے کہ اس میں استدراج کا احتمال ہوتا ہے۔ اسی واسطے کاملین صدور کرامت کے وقت بہت ڈرا کرتے تھے۔

(د) بعض علماء نے کرامت کی قوت ایک خاص حد تک متعین کی ہے۔ اور جو امور نہائت عظیم ہیں جیسے بدون والد کے اولاد کا پیدا ہونا یا کسی جماد کا حیوان بن جانا۔ یا ملائکہ سے باتیں کرنا۔ اس کا صدور کرامت سے ممتنع قرار دیا گیا ہے۔ مگر محققین کے نزدیک اس کی کوئی حد نہیں۔ کیونکہ وہ فعل اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے۔ صرف ولی کے ہاتھ پر اس کا ظہور ہوا ہے۔ واسطے اظہار کرامت اور قرب و مقبولیت اس ولی کے۔ سو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی جب کوئی حد نہیں تو کرامت کیسے محدود ہو سکتی ہے۔ رہا یہ شبہہ کہ معجزہ کے ساتھ مساوات لازم آنے کا احتمال ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب صاحب کرامت خود کہتا ہے کہ میں نبی کا غلام ہوں تو جو کچھ اس کی طرف سے ظاہر ہوتا ہے یہ تبعیت اس نبی کے ہے۔ (جس کا غلام ہونے کا وہ دعویٰ کرتا ہے۔) استقلاً نہیں۔ جو اس شبہ کی گنجائش ہو البتہ جس خرق عادت کی نسبت نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ اس کا صدور مطلقاً محال ہے وہ بطور کرامت سرزد نہیں ہو سکتے۔ مثلاً قرآن کی مثل لانا۔

(ح) خوارق کا ہونا ولایت کے لئے ضروری نہیں۔ بعض صحابہ سے عمر بھر میں ایک بھی خرق عادت واقع نہیں ہوا۔ حالانکہ وہ سب اولیاء سے افضل ہیں۔ فضیلت کا معیار قرب الٰہی اور اخلاص عبادت پر ہے۔ کرامت کا مرتبہ ذکر لسانی سے بھی گھٹا ہوا ہے۔ اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ ذکر سے کچھ تو قرب ہوتا ہے۔ مگر کرامت سے تو کچھ قرب بھی نہیں ہوتا بلکہ خود وہ قرب سے ناشی ہے۔ قرب اس سے ناشی نہیں۔ تو غایت مافی الباب وہ قرب کی علامت ہے بشرطیکہ وہ کرامت بھی ہو۔ (شریعت وطریقت از مولانا تھانوی صفحات ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸)

(۸۱) اولیاء کبار نے علم کی حیثیت پر مختلف طریقوں سے کلام کیا ہے۔ اور اس کی اہمیت و فضیلت کو اجاگر کیا ہے۔ چند مثالیں حاضر ہیں

(۱) حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ "ہمارا یہ سارا علم (جس پر ہمارے عمل کا دارومدار ہے) احادیثِ نبوی کا نچوڑ ہے۔"

(۲) حضرت ذوالنون مصری کا قول ہے کہ "اللہ کو تو میں نے اللہ کے ذریعے سے پہچانا باقی اور سب

کو رسول اللہ ﷺ (کی سنت اور شریعت کے علم) کے ذریعہ سے"
(۳) محمد بن فضل بلخی کہتے ہیں علم کی تین قسمیں ہیں ایک علم من اللہ دوسرا علم مع اللہ اور تیسرا علم باللہ۔ علم باللہ علم معرفت ہے کہ انبیاء و اولیاء نے اسی ذریعہ سے معرفت باری حاصل کی ہے۔ اور بغیر اس کے انہیں معرفت حاصل نہ ہو سکی۔ علم من اللہ علم شریعت ہے۔ یعنی احکامِ الٰہی اور فرائض عبدیت کا علم، علم مع اللہ علم مقامات طریقت و درجات اولیا کا نام ہے۔ معرفت بغیر علم شریعت کے قبول کیے درست نہیں ہو سکتی اور شریعت پر عمل بغیر مقامات رسی کے پورا نہ ہو پائیگا۔ اور جسے علم نہیں اس کے قلب پر جہل کی موت طاری ہے۔ اور جسے علم شریعت نہیں اس کا قلب مرض نادانی میں گرفتار ہے"
یہ تمام اقوال اس حقیقت کا ثبوت ہیں کہ صوفیا کے نزدیک علم کا ہونا ایک لازمی جزو اور خوبی ہے۔
(۸۲) لیکن یہ ضرور آپؒ نے کیا ہے کہ ایسے تمام لوگوں کا رد کیا ہے جو کسی طرح کے بھی لفظی ہیر پھیر سے نبوت یا وحی کے مدعی تھے۔ مثلاً سید محمد جونپوری پر آپ کی تنقید دیکھئے۔ (مکتوب ۶۷ دفتر دوم)
(۸۳) مثلاً شیخ اکبر محی الدین "فتوحاتِ مکیہ" میں فرماتے ہیں کہ "نبوت مخلوق میں قیامت تک جاری ہے۔ اگر چہ تشریعی نبوت منقطع ہو گئی ہے پس شریعت اجزائے نبوت میں سے ایک جزو ہے" (جلد ۲ باب ۷۳)
علامہ عبدالوہاب الشعرانیؒ کا ارشاد ہے کہ "یاد رکھو! مطلق نبوت نہیں اٹھی صرف تشریعی نبوت منقطع ہوئی ہے" (الیواقیت والجواہر جلد ۲)
اسی طرح کے اقوال حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خانؒ بریلوی اور دوسرے کئی صوفیا و عارفین کے پیش کیے جاتے ہیں جو انکارِ ختم نبوت کو مستلزم سمجھے جاتے ہیں۔
(۸۴) مثلاً حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان غنی ذو النورینؓ حضرت علی مرتضیٰؓ رسول اللہ ﷺ کے انتہائی قریبی ساتھی اور آپؐ کے معاون و مددگار تھے۔ جن کے بارے میں تحسینی کلمات بار ہا زبان نبوی فیض ترجمان سے ادا ہوئے۔ ان چاروں بزرگوں میں خصائص انبیاء کے معاملے پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت مجددؒ یوں رقمطراز ہیں کہ
"حضرت صدیقؓ و فاروقؓ کمالاتِ محمدیؐ کے حصول کے باوجود گزشتہ

انبیاء کرام میں سے جانب ولایت میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلوٰت و تسلیمات علی نبینا و علیہ سے مناسبت رکھتے ہیں اور جانب دعوت و تبلیغ میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ صلوٰت اللہ و تسلیماتہ علی نبینا و علیہ سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور حضرت عثمان غنی ذوالنورین ہر دو جانب میں حضرت نوحؑ صلوٰت اللہ و تسلیماتہ علی نبینا و علیہ سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ دونوں جانب حضرت عیسیٰ صلوٰت اللہ و تسلیماتہ علی نبینا و علیہ سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور چونکہ حضرت عیسیٰ روح اللہ بھی ہیں۔ اور اس کا کلمہ بھی اس بناء پر آپ میں جانبِ نبوت سے جانب ولایت غالب ہے۔ اسی طرح حضرت علیؓ میں بھی جانب ولایت غالب ہے"(مسلک امام ربانی ص ۵۰۔۳۴۹)

ظاہر ہے کہ ان صحابہؓ کا زمانہ بعد از وصال نبیؐ بھی رہا ہے لہذا جب اس وقت فضیلتِ ختم نبوت متاثر نہیں ہوئی۔ تو اب بھی کمالات نبوت اور پیغمبرانہ خصائص والے علماء و صوفیا کے وجود اور پیغمبرانہ امور کے جاری ہونے کی وجہ سے خصوصیت ختم نبوت پر ہرگز کوئی زد نہیں پڑتی۔ واللہ اعلم۔

(۸۵) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام قربِ قیامت کو تشریف لائیں گے۔ جو پرانے ہیں۔ مگر ان کے آنے سے سیادت محمدیؐ کی حیثیت پہ کوئی فرق نہ پڑے گا۔ اور حضرت امام مہدی علیہ السلام جنہیں شیعہ کتب میں پیغمبرانہ خصائص اور پیغمبری امور کی انجام دہی کا حامل بتایا گیا ہے۔ مگر شیعہ اور سنی دونوں اس باب میں متفق ہیں کہ حضرت امام مہدی شریعت محمدیؐ کے پیرو ہوں گے ان کے علاوہ ہر آنے والا 'جو دعویٰ وحی و نبوت کرے' الفاظ حدیث کی صراحت سے کافر قرار دیا گیا ہے۔ اسطرح کسی کا آنا یا لایا جانا ختم نبوت کو مجروح نہیں کرسکے گا۔

(۸۶) ☆☆ مثلاً سرخیلِ اولیاء حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادیؒ فرماتے ہیں ۵ "احکم الحاکمین کے ہوتے ہوئے کسی امر میں حاکم نہ بن بیٹھ۔ تیرے حاکم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہیں۔ اگر تیرے دل میں کوئی خیال یا وسوسہ گزرے یا الہام کی کیفیت پائی جائے۔ تو اس کو قرآن و حدیث کے معیار پر پرکھ لے۔"(بحوالہ فتوح الغیب)

☆☆ شیخ داؤدؒ رقی کا قول ہے کہ "اللہ سے محبت رکھنے کی علامت یہ ہے کہ اس کی طاعتوں کو

اختیار کیا جائے اور اس کے رسول کی راہ پر چلا جائے' (بحوالہ رسالہ القشیریہ)

☆☆ سچے تصوف کی بنیاد رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ محبت اور رابطہ قلب پیدا کرنے پر ہے۔ اپنے دل کو اس ذات گرامی کی محبت میں اٹکایا جائے۔ اور اسی کو اپنا شیخ اور امام بنایا جائے" (بحوالہ فقر محمدی از شیخ احمد الواسطی)

☆☆ حضرت علی بن عثمان ہجویری الجلابیؒ فرماتے ہیں کہ "لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ جو چیز مطلوب حقیقی ہے وہ خداوندی تعالیٰ کی اطاعت اور بندگی میں سچی جانثاری اور فدویت ہے" (بحوالہ کشف المحجوب)

☆☆ حضرت جنید بغدادیؒ سید الطائفہ کا ارشاد ہے کہ "ہمارا سارا طریقہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا پابند ہے۔ جو شخص کلام پاک اور احادیثِ نبوی کا عالم نہیں۔ اس کی تقلید طریقت کے باب میں درست نہیں (بحوالہ رسالہ القشیریہ)

ان تمام اقتباسات سے یہ حقیقت واضح ہو گئی۔ کہ یہ تمام (اور دوسرے بھی) اولیاء اللہ نہ صرف اپنے لئے شریعت محمدیؐ کو قابل تقلید سمجھتے تھے بلکہ اسی طرح اپنے متبعین اور مریدوں میں بھی سنت رسولؐ اور کتاب الٰہی کے راہنما ہونے کا پرچار کرتے تھے۔ دوسرے لفظوں میں قرآن وسنت کے نفاذ میں مشغول تھے جو کہ پیغمبرانہ عمل ہے۔

(۸۷) دفتر اول مکتوب ۱۸
(۸۸) دفتر اول مکتوب ۲۳
(۸۹) دفتر اول مکتوب ۴۴
(۹۰) دفتر اول مکتوب ۷۸
(۹۱) دفتر اول مکتوب ۹۶
(۹۲) دفتر دوم مکتوب ۳۶
(۹۳) دفتر اول مکتوب ۴۴
(۹۴) دفتر سوم مکتوب ۱۲۱
(۹۵) دفتر دوم مکتوب ۳۶

(۹۶ الف) آل محمد اور اہل بیت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت و عقیدت اور آل محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نسبت نیاز مندی کی وجہ سے حضرت امام شافعی پر خوارج و منافقین نے رافضی ہونے کا الزام لگایا تو امام صاحب نے یہ شعر کہہ کر اہل بیت و آل محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنی محبت و عقیدت' ارادت اور نیاز مندی کا اعلان کر دیا۔ ایسا ہی الزام جب حضرت مجدد الف ثانیؒ پر لگایا گیا تو انھوں نے بھی اسی شعر کے ذریعے اپنی ارادت کو ظاہر کیا اور مخالفوں کو خاسر کیا۔ ایسا ہی الزام علامہ احسان الٰہی ظہیر نے البریلویہ میں امام احمد رضا خان بریلوی پر لگایا ہے بعنوان "احمد رضا کا تشیع" جس کا مدلل و مسکت جواب مولانا عبد

الحکیم شرف قادری نے اپنی کتاب "البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ" میں ص ۱۳۱ تا ص ۱۶۷
میں دیا ہے۔ امام احمد رضا خان بریلوی شعر مذکورہ بالا کا مفہوم اپنے اس شعر کے ذریعے بیان فرماتے
ہیں۔ ؎ اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی
نامعلوم! صاحب رسالت اخروی علیہ اور خاندان رسالت کی ساتھ محبت و عقیدت
اور نیاز مندی مخالف حضرات کو کیوں چبھتی ہے کہ وہ اول فول بکنے لگ جاتے ہیں اور وہ بھی کسی عقلی
یا نقلی دلیل کے بغیر۔

(۹۶ ب): چونکہ امام شافعیؒ کا یہ شعر مختلف کتابوں میں اختلاف کے ساتھ نقل ہوا ہے لہذا شعر کی
دونوں شکلیں دے دی گئی ہیں۔

(۹۷) شیخ مجدد نے اس فتنہ اکبری کا استیصال کیا جس کا ذکر باب "اعتراف خدمات" میں مورخین
کے حوالوں سے کیا گیا ہے۔

(۹۸) اصل عربی عبارت یہ ہے ان یتعذر معارضتھا لان ذلک حقیقۃ الاعجاز (ص ۱۶ عربی)
بے شک (وہ) معذور ہو اس کے معارضہ سے اس لئے کہ یہی اعجاز (معجزہ) کی حقیقت ہے یہاں
یتعذر کا ترجمہ معذور (نہ کر سکنے کے) معنی میں ہونا چاہئے معارضہ دشوار ہونا نہ ہو بلکہ معارضہ
ناممکن ہو کیونکہ انسانوں میں نبی کمال و اعجاز کے لحاظ سے سب سے برتر ہوتا ہے لہذا اس کے دعووں
اور امور کا معارضہ دشوار ہونے کو ناممکنات نہیں کہا جا سکتا بلکہ ناممکن ہو سکتا ہے مثلاً قرآن کا
معارضہ کہ معجزہ محمد علیہ ہے' ناممکن ہے معجزہ کے معارضہ کی کوشش بھی دشوار ہیں مگر
کوششوں میں کامیابی بھی ناممکن ہے واللہ اعلم

(۹۹) اصل عبارت اس طرح ہے فی علاج القلوب المریضۃ و ازالۃ ظلماتھا

(۱۰۰) ایسے صوفیا اور ان کے چند اقوال پیش خدمت ہیں جو بظاہر دین کی مبادیات سے بھی ٹکراتے
ہیں اور عقائد و ایمان کی صحت کو بھی مجروح کرتے ہیں۔

(ا) شیخ بایزیدؒ بسطامی طیفوری نے کہا
"میرا جھنڈا (محمد علیہ) کے جھنڈے سے بھی بلند ہے۔"

(ب) شیخ محی الدینؒ ابن عربی (اندلسی) نے کہا
"نبوت کی انگوٹھی چاندی کی اینٹ ہے اور ولایت کی انگوٹھی سونے کی اینٹ ہے۔" پھر فرمایا "خاتم
النبوۃ خاتم الولایۃ سے معارف اور علوم اخذ کرتے ہیں"

(ج) شیخ فرید الدینؒ عطار مولف "تذکرۃ الاولیا" نے فرمایا

"انبیاءؑ اور ان کے خلفاء کے لئے جس طرح عالم شہادت میں خاص مقامات ہوتے ہیں جن کی زیارت کے لئے مسافر اور زائر آیا کرتے ہیں اور استفادہ بھی کرتے ہیں اسی طرح عالم غیب میں بھی ان کے مقامات ہیں کہ سالکانِ طریقت اپنے کام میں کامیابی حاصل کرنے اور اپنے احوال باطنی کی نعمت چاہنے کے لئے انبیاء علیہ السلام اور اولیائے کرام کے مقامات میں بھی پہنچتے ہیں اور ان کے آستانے میں روئے نیاز رکھ کر اپنے کام میں کامیابی کا سوال کرتے ہیں اور بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کا کام نہیں بنتا آخر حضور انور علیہ ﷺ کے آستانے میں پہنچ کر فیض حاصل کرتے ہیں"

(د) حضرت شیخ مجدد امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا

"میں اللہ تعالیٰ کا مرید ہوں اور اس کا مراد بھی ہوں میرا سلسلہ بغیر کسی توسط کے اللہ تعالیٰ سے متصل ہے اور میرا ہاتھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کا قائم مقام ہے اور میری ارادت حضور انور علیہ ﷺ سے بہت سے واسطوں سے ہے...... لیکن میری ارادت جو اللہ تعالیٰ سے ہے وہ واسطے کو قبول نہیں کرتی ......اگرچہ طریقہ نقشبندیہ میں میرے پیر عبدالباقی ہیں لیکن میری تربیت اللہ الباقی کی طرف سے ہے" (دفتر سوم مکتوب ۸۷)

(ہ) اپنے پیر گرامی خواجہ باقی باللہ کو حضرت مجدد نے یہ رباعی لکھ بھیجی تھی

اے دریغا کیں شریعت ملت اعمائی است ملتِ ما کافری و ملت ترسائی است
کفر وایمان زلف وروئے آں پری زیبائی است کفر و ایمان ہر دو اندر راہ مایکتائی است

(دفتر اول مکتوب ۳۱)

(ترجمہ)

افسوس یہ شریعت اندھوں کا ہے طریقہ آتش پرست وکافر جیسا ہے یہ وظیفہ
کفر اس پری کی زلفیں ایمان اس کا چہرہ ہے کفر اور ایمان کا ایک ہی قرینہ

(حضرات القدس مؤلفہ مولانا بدر الدین سرہندی (جلد دوم) باب "حضرت مجدد کے کلام پر مخالفین کے شکوک کے جواب میں" ص ۱۲۳ تا ۱۵۳)

(و) حضرت جنید بغدادیؒ نے کہا

"تصوف کی ماہیت یہ ہے کہ خدا بندے پر بندے کی حیثیت سے موت طاری کردے اور پھر اپنی ذات میں ان کو دوبارہ زندہ کردے"۔ (تاریخ تصوف ص ۲۳۷)

(ز) شیخ ابو طالب محمد بن علی بن عطیۃ الحارثی المکی نے کہا

"اور بعض عارفوں نے یوں کہا ہے کہ ربوبیت کا ایک سِرّ (راز) ہے اگر وہ ظاہر ہو جائے تو نبوت باطل ہو جائے گی اور نبوت کا بھی ایک سر ہے اگر وہ ظاہر ہو جائے تو علم باطل ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں علماء کا بھی ایک سر ہے اگر وہ ظاہر ہو جائے تو احکام باطل ہو جائیں گے پس قوام ایمان اور استقامت شرع کے لئے اسرار کو پوشیدہ رکھنا ہی بہتر ہے۔" (ایضاً)

(ح) منصور حلاج بغدادیؒ نے کہا

"میں تو وہی ہوں جسے میں چاہتا ہوں یا محبت کرتا ہوں اور وہ جس سے میں محبت کرتا ہوں' میں ہے ہم دو روحیں ہیں جو ایک ہی جسم میں رہتی ہیں اگر تو مجھے دیکھتا ہے تو گویا اسے دیکھتا ہے اور اگر تو اسے دیکھتا ہے تو گویا ہم دونوں کو دیکھتا ہے" (الطواسین)

(ط) شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ نے کہا

"انسانوں کے درمیان اہل ایمان و کافر' گنہگار و دیندار' گمراہ و راستی پسند' و ناپاک وغیرہ کی تقسیم بے معنیٰ کیوں ہے سب ایک ہی باغ کے پھول تو ہیں" (تصوف اور اہل تصوف ص ۱۹۳)

یہ تمام اقوال دراصل اولیاء اللہ کے شطحیات ہیں جو دراصل سکر کے مقام میں ان سے کہے گئے اگرچہ یہ اور اس طرح کے دوسرے تمام اقوال شریعت ظاہرہ و قاہرہ کی موجودگی میں کسی لحاظ سے بھی پسندیدہ قرار نہیں دیئے جا سکتے۔ مگر انہی اقوال کی وجہ سے ان صوفیا کو مطعون کرنا بھی درست نہیں ہے شیخ مجددؒ نے بشمول اپنے اقوال کے اس سلسلے میں اولیاء اللہ کو معذور بھی قرار دیا ہے ان کے اقوال کی صائب توضیح و تشریح اور تاویل بھی کی ہے اور انہیں پسندیدہ بھی قرار نہیں دیا۔ جیسا کہ کتاب مذکور کے دوسرے مقامات پر اس کی وضاحت موجود ہے واللہ علم۔

(۱۰۱) سب سے پہلے (اقوال عالم وجد و سکر' جو بظاہر خلاف شریعت ہوتے ہیں) کو بعض لوگوں نے حدیث قدسی کا درجہ دینا چاہا۔ جو بوجوہ صحیح نہیں۔ (شطحیات و عالم بے خودی و بے شعوری کی واردات و کیفیات میں سے ہیں) جب کہ اس کے مقابلہ میں حدیث قدسی کا منبع وحی الٰہی ہے جو صرف رسول کریم ﷺ کے ساتھ مختص ہے۔ رسول صاحب کمال ہوتا ہے اور صاحب کمال کبھی بے خودی سے مغلوب نہیں ہوتا۔ اللہ کے رسول پر کبھی اس قسم کا عالم سکر طاری نہیں ہوتا۔ شطح جیسے کہ پہلے کہا گیا ہے۔ سالک کے ابتدائے سلوک یا مراتب عبودیت میں حال سے مغلوب ہو کر عالم سکر میں کچھ کہہ دینا ہے۔ اہل کمال شطحیات اور مجذوبانہ کلام سے کوسوں دور ہیں۔ نبی کا کمال کسبی نہیں وہبی ہوتا ہے۔ اس لئے یہاں عبوری دور کا خیال بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مقصد یہ کہ شطحیات کو حدیث قدسی سے کوئی نسبت نہیں ہو سکتی۔ (بحوالہ کتاب اللمع از ابو نصر سراج' اردو دائرہ المعارف جلد ۱۱ عنوان شطح)

﴿ضمیمہ الف﴾

ایک سوال

"عقیدہ ختم نبوت" از سید شبیر حسین شاہ زاہد "حکمت قرآن" ماہ اکتوبر میں چھپا ہے۔اس میں کہا گیا ہے کہ احادیث کے مطالعہ سے بالصراحت یہ بیان ثابت ہو گیا ہے کہ جس طرح قرآن مجید میں آیت خاتم النبیین کا سیاق و سباق ختم النبوت پر دلالت کرتا ہے۔اسی طرح احادیث کا مطالعہ مختلف مواقع پر زبانِ رسالت سے آپؐ کی آمد کو ختم نبوت کی دلیل بنا رہا ہے۔

دورانِ مطالعہ میں چند مشاہیر ائمہ تصوف کے بیانات پڑھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ختم نبوت کے قائل نہ تھے۔مثلاً

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی :

"نبوت مخلوق میں قیامت تک جاری ہے۔اگرچہ تشریعی نبوت منقطع ہو گئی ہے۔پس شریعت اجزائے نبوت میں سے ایک جز ہے۔" (فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ ص ۱۰۰ باب نمبر ۷۳)

عبدالوہاب شعرانی۔

"یاد رکھو! کہ مطلق نبوت نہیں اٹھی۔صرف تشریعی نبوت منقطع ہوئی ہے۔(الیواقیت والجواہر جلد ثانی صفحہ ۲)

بایزید بسطامی

فرمایا کہ مجذوب کے بہت سے درجات ہوتے ہیں۔ان میں سے بعض نبوت کا تہائی حاصل کرتے ہیں۔بعض کو نصف سے زیادہ ملتا ہے اور بعض کو نبوت میں سے بہت زیادہ حصہ ملتا ہے اور خاتم الاولیاء کہلاتے ہیں (تذکرۃ الاولیا صفحہ ۲۴۹ مطبوعہ کشمیری بازار لاہور)

مولانا روم

نیکی کی راہ میں خدمت کی ایسی تدبیر کر کہ امت کے اندر تجھے نبوت مل جائے

فکر کن درراہ نیکو خدمتے

تا نبوت یابی اندر امتے

مجدد الف ثانی

خاتم الرسل محمد ﷺ کی بعثت کے بعد آپؐ کے متبعین آپؐ کی پیروی اور وراثت کے طور پر "کمالات نبوت" کا حاصل کرنا آپؐ کے ختم الرسل ہونے کے منافی نہیں۔لہذا اے مخاطب تو

شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔

(مکتوبات مجدد الف ثانی دفتر اول مکتوب ص ۲۰۱) (مکتوب ۱۴۱ دفتر اول)

شاہ ولی اللہ دہلوی

"اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل کی اور فرمایا میں تجھے وہ طریقہ دوں گا جو ان تمام طریقوں میں سے 'جو اس وقت رائج ہیں' سب سے زیادہ خدا تعالیٰ تک پہنچانے میں قریب ہوگا۔ اور سب سے زیادہ مضبوط ہوگا" (تفہیمات الہٰیہ جلد ا ص ۴۵)

احمد رضا خان بریلوی

اپنے نعتیہ نظموں کے مجموعہ کتاب حدائق بخشش میں 'عبد القادر جیلانی کے مناقب بیان کرتے ہیں۔

قد بے سایہ ظن کبریا ہے — تو اس بے سایہ ظل کا ظل ہے یا غوث — (صفحہ ۱۲۰)

ترجمہ۔ عبد القادر جیلانی کے بعد پھر سے آغازِ رسالت ہوگا اور نیا رسول شیخ جیلانی کے تابع ہوگا۔

قاسم نانوتوی اپنی کتاب "تحذیر الناس" میں رقمطراز ہیں۔ (صفحہ ۴۔۵)

سو عوام کے خیال میں تو رسول علیہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدیم یا تاخیر زمانے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں کہیں اور کوئی نبی ہو 'جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔' (صفحہ ۱۸)

بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوت کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔

مندرجہ بالا خیالات کے حامل ختم نبوت کو نہیں مانتے اس لحاظ سے کیا انہیں دین اسلام سے خارج تسلیم کیا جائے گا؟

احمد اشرف

https://ataunnabi.blogspot.com/

"ایک سوال"

"عقیدہ ختم نبوت" از سید بشیر حسین شاہ زاہد "حکمت قرآن"

ماہ اکتوبر میں چھپا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ احادیث کے مطالعہ سے بالصراحت یہ بیان ثابت ہو گیا ہے کہ جس طرح قرآن مجید میں آیت خاتم النبیین کا سیاق و سباق ختم النبوت پر دلالت کرتا ہے، اسی طرح احادیث کا مطالعہ مختلف مواقع پر زبانِ رسالت سے آپ کی آمد کو ختم نبوت کی دلیل بنا رہا ہے۔

دورانِ مطالعہ میں چند مشاہیر ائمہ کے بیانات پڑھنے میں آئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت کے قائل نہ تھے۔ مثلاً۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں۔

"نبوت مخلوق میں قیامت تک جاری ہے، اگرچہ تشریعی نبوت منقطع ہو گئی ہے۔ پس شریعت اجزائے نبوت میں سے ایک جزو ہے۔"

(فتوحات مکیہ جلد ۲ ص ۱۰۰ باب نمبر ۷۳)

عبدالوہاب شعرانی۔

"یاد رکھو کہ مطلق نبوت نہیں اٹھی۔ صرف تشریعی نبوت منقطع ہوئی ہے۔"

(الیواقیت والجواہر جلد ثانی صفحہ ۳۴)

بایزید بسطامی

فرمایا کہ مجذوب کے بیانات سے درجات ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض نبوت کا تہائی حاصل کرتے ہیں۔ بعض کو نصف سے زیادہ ملتا ہے اور بعض کو نبوت میں سے سب سے زیادہ حصہ ملتا ہے اور خاتم الاولیاء کہلاتے ہیں۔

(تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۲۹، مطبوعہ کشمیری بازار لاہور)۔

مولانا روم۔

"نیکی کی راہ میں خدمت کی ایسی تدبیر کر کہ امت کے اندر تجھے نبوت مل جائے"

(مکر کن در راہ نیکو خدمتے تا نبوت یابی اندر امتے)۔

مجدد الف ثانی

خاتم الرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد آپ کے متبعین کا آپ کی پیروی اور وراثت کے طور پر "کمالات نبوت" کا حاصل کرنا آپ کے خاتم الرسل ہونے کے منافی نہیں [illegible]

([illegible] مکتوبات مجدد الف ثانی دفتر اول مکتوب [illegible])

3913

سید بشیر حسین شاہ زاہد صاحب [illegible] 15/3/88

- ۲ -

شاہ ولی اللہ دہلوی۔

"اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل کی اور فرمایا ہے تجھے وہ طریقہ دوں گا جو ان تمام طریقوں سے قریب ہے، جو اس وقت رائج ہیں، سب سے زیادہ خدا تعالیٰ تک پہنچانے میں قریب ہوگا۔ اور سب سے زیادہ مضبوط ہوگا"
(تفہیمات الٰہیہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۰) -

احمد رضا خاں بریلوی۔

اپنے منقبتی نظموں کے مجموعہ کتاب حدائق بخشش میں عبد القادر جیلانی کے مناقب میں کہتے ہیں۔

صفحہ ۲۰

قد بے سایہ ظل کبریا ہے تو اس بے سایہ ظل کا ظل ہے یا غوث

صفحہ ۱۸۰ -

توضیح - عبد القادر جیلانی کے بعد پھر سے آغاز رسالت ہوگا اور دوبارہ رسول بنیں جیلانی کے غلام ہوگا۔

قاسم نانوتوی

اپنی کتاب تحذیر الناس میں رقمطراز ہیں

صفحہ ۳ - "سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں
غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے - صفحہ ۱۸ -
بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ صفحہ ۳۴

مندرجہ بالا عقائد کے حامل ختم نبوت کو نہیں مانتے اس لحاظ سے کیا انہیں دین اسلام سے خارج تسلیم کیا جائے گا۔

احمد اشرف

[illegible] 6 3/6
Nazimabad
Karachi.

ضمیمہ نمبر ۲

یوں تو دین الٰہی اور اکبری دور کی گمراہیوں کے بارے میں تفصیلات و جزئیات کتاب ہذا میں جگہ جگہ مذکور ہو گئی ہیں مگر "دائرۃ المعارف الاسلامیہ" کے مقالہ "دین الٰہی" کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں۔

(۱) دین الٰہی (یا دین الٰہی اکبر شاہی) جسے ہندوستان کے مغل شہنشاہ اکبر نے ۹۸۹ ھج / ۱۵۸۱ء میں جاری کیا۔

(۲) اخلاقی اعتبار سے (بظاہر) دین الٰہی میں نفس پرستی، غبن، فریب، جبر، تعدی، تخویف اور تکبر کی ممانعت تھی۔ ان میں جین مت کے عقیدہ اہمسا اور کیتھولک عیسائیوں کی تجرد پسندی کا اضافہ کیا گیا دین الٰہی میں جن دس فضائل کی تاکید کی جاتی تھی ان میں سے نو غالباً براہ راست قرآن مجید سے ماخوذ تھے کشادہ نظری، اعمال بد سے اجتناب اور غیظ کو حلم سے دبانا۔ تشدد آمیز مادی مشاغل سے پرہیز، پرہیزگاری (تقویٰ) زہد، احتیاط، نرمی، شفقت، دسویں فضیلت یہ تھی کہ صوفیا کے طریق پر آرزوئے الٰہی کے ذریعے تزکیہ نفس کیا جائے۔ مذہبی رسوم کے اعتبار سے اسے ایک طرح "شمسی توحید" کہا جا سکتا ہے جس میں نور شمس اور نار پر مبالغے کی حد تک زور دیا جاتا تھا اس سے اولاً زرتشتی، ثانیاً ہندوانہ اور صوفیانہ اثرات کا پتہ چلتا ہے" (دائرۃ المعارف اسلامیہ جلد ۹ ص ۵۶۴)

(۳) اکبر دین الٰہی کو ایک روحانی کلب تصور کرتا تھا جو ان منتخب درباریوں تک محدود تھا جن کی وفاداری نے ان کی حوصلہ افزائیوں سے شہ پا کر ایک مخفی اور غیر شرعی شخصیت پرستی کی صورت اختیار کر لی تھی۔ دین الٰہی میں نہ تو کسی الہامی کتاب کے نازل ہونے کا دعویٰ کیا گیا (آئین اکبری از ابوالفضل کا باب "آئین رہنمونی" ایک علیحدہ دین و شریعت کی خام شکل ہی تو ہے راقم کتاب ہذا) نہ اس سے مذہبی پیشواؤں کے کسی سلسلے کا آغاز ہوا (ایضاً ص ۶۵-۵۶۴)

(۴) اگرچہ محضر میں اس کی تصریح موجود تھی کہ بادشاہ ان (محضر میں دیئے گئے) اختیارات سے صرف ایسے امور میں کام لے گا جو نص کے خلاف نہ ہوں اور عوام کی بہبود کا باعث ہوں تاہم ایک ایسے دور میں جبکہ مہدویت اور بھگتی تحریک کی مقبولیت اور آزاد صوفیانہ طریقوں کی ترویج سے ملک میں ایک روحانی انتشار رونما ہو چکا تھا اور دربار میں ظل الٰہی کے ہر ارشاد کی از روئے

کتاب وسنت تاویلات پیش کرنے والے بھی موجود تھے تو نص شرعی کے سراسر خلاف بدعات کا رواج پانا باعثِ حیرت نہیں ہونا چاہیے بقول شیخ احمد سرہندی

"ہر فتورے کہ درین زمان در ترویج ملت و دین ظاہر گشتہ از شومی علمائے سوء است"

(۵) یہاں یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ہندوؤں کے دل جیتنے کے لئے اکبر تمام حدود سے تجاوز کر گیا تھا اور اس نے ایسی رسوم اختیار اور رائج کیں جو سراسر ہندوانہ تھیں اور شریعت کے منافی مثلاً ذبیحہ گاؤ کی ممانعت 'جھرو کہ درشن' داڑھی منڈوانا 'بھدرا کروانا' قشقہ لگانا 'اور ہندو رانیوں کے ساتھ مل کر ان کی مذہبی رسموں میں حصہ لینا اسے خواہ سیاسی مصلحت بینی ہی سے تعبیر کیوں نہ کیا جائے لیکن اس سے انکار ممکن نہیں کہ اس حکمت عملی کے نتائج و عواقب بر صغیر میں اسلام اور پیروان اسلام کے لئے سخت مہلک ثابت ہوئے دربار کی اس روش سے ملک میں بے چینی پھیلنا ایک قدرتی امر تھا چنانچہ ملا محمد یزدی نے فتویٰ دے دیا کہ "بادشاہ بد مذہب ہو گیا ہے اور اس کے خلاف جہاد واجب ہے" قطب الدین کوکہ اور شہباز خاں کمبوہ جیسے امرا نے جرأت سے کام لے کر اکبر کو سمجھانے کی کوشش کی اور مرزا حکیم نے علم بغاوت بلند کیا لیکن بادشاہ پر کوئی اثر نہ ہوا اور یکے بعد دیگرے تمام مخالفین ترغیب و تخویف یا تشدد کا نشانہ بن گئے (ایضاً ص ۵۶۷)

(☆) بنگال کے چیف جسٹس نے بھی ملا محمد یزدی کی طرح اکبر کے کافر ہونے اور واجب القتل ہونے کا فتویٰ دیا جس کے نتیجے میں دونوں کو دریا میں ڈبو کر مار دیا گیا قاضی یعقوب بھی اکبری نبوت کے مخالف تھے 'کو بھی اسی طرح ختم کیا گیا شیخ سلیم چشتی کے صاحبزادے مولانا بدر الدین کو بھی اس قدر ستایا گیا کہ وہ تنگ آکر حجاز چلے گئے...... خواجہ منصور کو مرزا حکیم کابل سے خط و کتابت کے جرم میں پھانسی دی گئی غرض جن لوگوں نے بادشاہ کے خلاف لب کشائی کی یا اسے تخت سے اتار دینے کی تحریک کے موید پائے گئے ان کو چن چن کر ختم کر دیا گیا۔ (تصوف و اہل تصوف ص ۱۰۴)

(۶) اس دین کے عقائد و عبادات کے بیان میں ابو الفضل نے انتہائی ابہام اور اجمال سے کام لیا ہے البتہ بدایونی کے ہاں بڑی تفصیل سے ملتی ہے وہ لکھتا ہے کہ "بادشاہ نے علی الاعلان اسلام کی مخالفت شروع کر دی وہ قرآن کا منکر ہو گیا اور وحی 'حیات بعد الموت اور یوم جزا کا انکار کرنے لگا اس کے برعکس وہ آفتاب پرستی اور مسئلہ تناسخ کا قائل ہو گیا علاوہ ازیں سجدۂ تعظیمی پر زور دیا گیا' شراب حلال کی گئی' سور کا گوشت شراب کا جزو بن گیا جزیہ موقوف کر دیا گیا سود اور جوئے کی حلت کا اعلان ہوا' صلوٰۃ اور حج منسوخ کر دیئے گئے دیوان حکومت میں اذان اور نماز با جماعت موقوف ہو گئی عربی

کے مطالعے کو بہ نظر تحقیر دیکھا جانے لگا اور فقہ، تفسیر اور حدیث کی بجائے نجوم و طب اور حساب فلسفہ کی تعلیم رائج کی گئی تقویم اسلامی کی بجائے الٰہی ماہ و سال رائج کیے گئے "صلح کل" کی آڑ میں ہندوؤں کو اجازت مل گئی کہ وہ علی الاعلان کھائیں پیئں لیکن جب ہندو برت رکھیں تو مسلمان اعلانیہ کھانے پینے سے باز رہیں (ایضاً ص ۶۸۔۵۶۷)

(۷) بہر حال اکبر کے حق میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ مروجہ اسلام کے دائرے سے باہر آجانے کے باوجود اس نے علی الاعلان خدا یا نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ کسی کو اپنا نیا مذہب قبول کرنے پر مجبور کیا (مگر اس نے ایسے حالات ضرور پیدا کر دیئے کہ دنیاوی و مادی مفادات سے فائدہ صرف دین الٰہی کے ماننے والے ہی اٹھا سکتے تھے یہ بالواسطہ دین الٰہی کے قبول کرنے کے سلسلے میں ایک قسم کا جبر ہی تھا۔)

اگر چہ اکبر کی وفات کے ساتھ دین الٰہی کا خاتمہ ہو گیا لیکن اس کی بدولت ملک کے اندر بے دینی اور بدعت کی رو چل نکلی وہ دور جہانگیری میں بھی ایک عرصے تک (نہ صرف دور جہانگیر تک بلکہ شاہجہان اور عالمگیر کے دور تک جاری رہی مکمل طور پر ان بدعات و منکرات کو اورنگ زیب عالمگیر نے منسوخ کیا)

اس کے خلاف راسخ العقیدہ مسلمانوں کی طرف سے نہایت شدید رد عمل کا اظہار ہوا جس کی نمائندگی نقشبندیہ تصوف میں حضرت شیخ احمد سرہندی نے اور علوم دینیہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے کی (ایضاً ص ۵۶۸)

﴿ضمیمہ ج﴾

اکبر کا دین الٰہی : مورخین کی آراء

اکبر کے دین الٰہی کے بارے میں مورخین کی آراء درج ذیل ہیں۔

(ا) ''اس کے دین الٰہی کے متعلق جدید نظریہ یہ ہے کہ اکبر کے ذہن میں مذہبی پیشوا بننے کا خبط سمایا ہوا تھا اس لئے اس نے ذاتی طور پر غیر اسلامی عقائد و اعمال اختیار کر کے مختلف مذہبی گروہوں میں سے لوگوں کو مرید کرنے لگا اس شاہی طریقے کو اس نے توحید الٰہی یا دین الٰہی سے موسوم کیا۔ یہ مذہب تمام فلسفوں کی طرح بہترین افکار پر مبنی ہونے کا مدعی تھا اس مجوزہ شاہی طریقے میں کوئی یکسانیت اور ہم آہنگی نہیں تھی۔'' (تاریخ مسلمانان عالم از پروفیسر محمد رضا خان ص ۹۹۔۶۹۸)

(ب) ''دین الٰہی مختلف مذاہب کی رسومات کا عجیب و غریب پلندہ تھا یہ رسومات اسلام کے علاوہ عیسائیوں آتش پرستوں، ہندوؤں اور جینیوں کے عقائد کا بے ہنگم اجتماع تھا بعض مورخین اس کو مختلف مذاہب کے اعتقادات کی کھچڑی (Eclectic faith) کہتے ہیں ابو الفضل بار بار یہ لکھتا ہے کہ دین الٰہی کی بنیاد عقل پر تھی اور یہ صلح کل یا کامل رواداری (Universal Toleration) کے اصول کا فطری نتیجہ تھا ابو الفضل کی چرب زبانی سے دین الٰہی کی نوعیت یا حقیقت واضح نہیں ہوتی وہ تو بادشاہ کو تصوف میں ڈوبی ہوئی شخصیت بنا کر پیش کرتا ہے اور بالکل جھوٹ اور خوشامد سے تاریخ کے اوراق بھر دیتا ہے'' (تاریخ پاک و ہند از پروفیسر ایم شمس الدین ص ۱۱۲۔۱۱۱)

(ج) ''دین الٰہی اکبر کی حماقت کا ثبوت تھا نہ کہ اس کا دانش مندی کا۔ اس کے زندگی بھر کے کارناموں میں حماقت اور دانشمندی دونوں خصائص کے نقوش ملتے ہیں'' (ڈاکٹر سمتھ بحوالہ عہد مغلیہ مع دستاویزات ص ۲۴۲)

(د) ''دین الٰہی ایک وحدۃ الوجود تصور پر مبنی تھا جس میں تمام مذاہب کے تمام اچھے اصول شامل تھے (سوائے اسلام کے اصولوں کے) یعنی اس میں تصوف فلسفہ اور فطرت پرستی بھی شامل تھے۔ اس کی بنیاد رواداری پر تھی اس میں کوئی مخصوص عقیدہ نہ تھا نہ ہی دیوتاؤں اور پیغمبروں کا سلسلہ تھا۔ بلکہ بادشاہ خود ہی سب سے بڑا رہنما تھا'' (ڈاکٹر اشیوری پرشاد بحوالہ ایضاً)

(ہ) ''دین الٰہی کو مذہب کا درجہ دینا سراسر مبالغہ آرائی ہے اس میں کتاب، پیغمبر، مذہبی رسوم اور عملاً مذہب کو کوئی دخل نہ تھا یہ مذہب نہ تھا بلکہ ضابطہ ء اصول تھا اور فری میسنری تحریک سے بہت

مماثل تھا"(سری رام شرما بحوالہ ایضاً)

(و)"اکبر کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان ایک سربراہ تلے متحدہ رہے اور یہ بات مشکل ہو جاتی اگر وہ غیر مسلموں سے امتیاز برتتا..... اس قسم کے اتحاد کے لئے ضروری تھا کہ فتوحات کے بعد دوسرا اکام یہ کرتا کہ خدا کی عبادت کرنے والے مذاہب کی تعظیم کرتا اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اکبر نے محمدی مراسم مذہبی میں ترمیمی اقدامات پر اکتفا کیا"(مالیسن بحوالہ ایضاً)

(ز)"دین الٰہی کوئی مذہب نہ تھا اور نہ ہی اکبر کسی نئے عبادت خانہ کی بنیاد رکھ رہا تھا دین الٰہی تو اس وجہ سے وجود میں آیا تھا کہ اکبر ان لوگوں کو یکجا کرنا چاہتا تھا جنہوں نے اسے روحانی پیشوا ماننے کا اظہار کیا تھا اور جن پر وہ ذاتی مراسم مذہبی اور اصول عمل ٹھونسنا چاہتا..... دین الٰہی خالصاً ایک ذاتی مسئلہ تھا جو شہنشاہ اور رعایا کے درمیان نہ تھا بلکہ اکبر اور ان لوگوں کے مابین تھا جو اسے پیر یا گورو مانتے تھے..... دین الٰہی نے ایک مثال ضرور قائم کر دی کہ سماجی' سیاسی اور مذہبی اختلافات کے باوجود لوگ ایک پلیٹ فارم پر آسکتے ہیں اور خدا کی ذات یا بادشاہ کے لئے جمع ہو سکتے ہیں..... اکبر کے مذہبی خیالات نے اس کی دو پشتوں کو متاثر کیا شہزادہ خسرو اور شہزادہ ولدا اسی مکتب فکر سے متعلق تھے"(ڈاکٹر تری پاٹھی بحوالہ ایضاً)

(ح)"اس (دین الٰہی) کا مقصد..... روشن دماغ اور آزاد خیال ہندوستانیوں کو متحد کرنا تھا جو اکبر کو اپنا روحانی اور سیاسی رہنما سمجھتے تھے اور جو ہر مذہب کی اٹل سچائیوں پر اعتقاد رکھتے اور ایک مشترک پلیٹ فارم پر جمع ہو سکتے تھے"(ڈاکٹر سری واستو بحوالہ ایضاً)

(ط) سر و لزلے ہیگ (sir wolley haigue) کا خیال ہے کہ ۱۵۸۲ء سے (جب دین الٰہی کی بنیاد ڈالی گئی) اکبر دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا تھا۔"(بحوالہ تاریخ پاکستان و ہند مصنفہ پروفیسر ایم شمس الدین ص ۱۱۲)

(ی) آخر اکبر کی لامذہبی' مسلمانوں کی عام جہالت' امرائے دربار کی جاہ طلبی و شاہ پرستی نے ایک نیا مذہب ۹۸۵ھ میں جاری کیا۔ جسکا نام دین الٰہی رکھا گیا۔ اور اکبر اس جدید مذہب کا پیشوا قرار پایا۔ "کفر شائع شد" اسکی تاریخ ہوتی۔(اکبر شاہ خان نجیب آبادی قول حق صفحہ ۱۱۹)

مآخذ و مصادر

۱)اثبات النبوۃ(عربی) حضرت مجدد الف ثانی۔۔ استنبول ترکی

۲)اثبات النبوۃ(اردو) حضرت مجدد الف ثانی/ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان ۱۹۸۴ء ادارہ مجددیہ کراچی

۳)اخبار الاخیار(فارسی) شیخ عبدالحق دہلوی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۴)اخبار الاخیار(اردو) شیخ عبدالحق دہلوی/ مدینہ پبلیشنگ کمپنی کراچی

۵)ارشادات مجدد میاں جمیل احمد شرقپوری مکتبہ نور الاسلام شرقپور

۶)ازالۃ الخفاء عن اخلافۃ الخلفاء شاہ ولی اللہ/مولانا اشتیاق احمد قدیمی کتب خانہ کراچی

۷)اسلامی تصوف میں غیر اسلامی آمیزش پروفیسر یوسف سلیم چشتی ۱۹۸۳ء مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

۸)السوء والعقاب امام احمد رضا خان بریلوی ۔ ادارہ تحقیقات احمد رضا کراچی

۹)امام اعظم حضرت مجدد الف ثانی کی نظر میں عبدالحکیم خان اختر شاہجہانپوری ۱۹۸۸ء انجامع مسجد قادریہ شیر ربانی

۱۰)انفاس العارفین(اردو) شاہ ولی اللہ/ محمد فاروق القادری ۱۹۹۸ء تصوف فاونڈیشن لاہور

۱۱)انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا سید قاسم محمود شاہکار فاونڈیشن کراچی

۱۲)انسائیکلوپیڈیا شخصیات

۱۳)انسائیکلوپیڈیا فیروز سنز ادارہ تحریر و تصنیف فیروز سنز لاہور

۱۴)انسائیکلوپیڈیا سید قاسم محمود مکتبہ شاہکار لاہور

۱۵)بال جبریل علامہ اقبال شیخ غلام اینڈ سنز لاہور

۱۶)تاریخ مسلمانان عالم پروفیسر محمد رضا خان علمی کتب خانہ لاہور

۱۷)تاریخ دعوت و عزیمت(چہارم) سید ابو الحسن علی ندوی

۱۸)تجلیات امام ربانی(ترجمہ و تلخیص مکتوبات) مولانا نسیم احمد فریدی ۱۹۸۷ء مکتبہ سراجیہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف ڈیرہ اسماعیل خان

۱۹)تجلیات امام ربانی محمد عبدالحکیم خان اختر شاہجہانپوری ۱۹۷۸ء مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

۲۰)تائید اہلسنت حضرت مجدد الف ثانی/ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان ۱۳۸۴ھ دار المبلغین حضرت میں صاحب

۲۱)تذکرہ اولیاء(اردو) شیخ فرید الدین عطار /زبیر افضل عثمانی ۱۹۷۵ء فرید مبین پبلشرز کراچی

۲۲)تذکرہ اولیاء پاک و ہند ڈاکٹر ظہور الحسن شارب حامد اینڈ کمپنی لاہور

کتاب	مصنف	سن	ناشر
۲۳) تصوف اسلام	عبدالماجد دریا آبادی	۱۹۷۷ء	مکتبہ شاہکار لاہور
۲۴) تزک جہانگیری	نورالدین جہانگیر/اسلیم واحد سلیم	۱۹۶۰ء	مجلس ترقی ادب لاہور
۲۵) تصوف اور اہل تصوف	سید عروج احمد قادری	۱۹۹۲ء	حرا پبلی کیشنز لاہور
۲۶) جواہر مجددیہ	احمد حسین خان سنی حنفی	۱۹۸۸ء	مکتبہ اسلامیات لاہور
۲۷) حضرات القدس	مولانا بدرالدین سرہندی	۱۴۰۳ھج	مکتبہ نعمانیہ اقبال روڈ سیالکوٹ
۲۸) حقیقتِ تصوف حصہ اوّل	ڈاکٹر محمد طاہر القادری	۱۹۹۷ء	منہاج القرآن لاہور
۲۹) حدیقۃ الاولیاء	مفتی غلام سرور لاہوری		اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور
۳۰) حنفیت اور مرزائیت	مولوی عبدالغفور اثری	۱۹۸۷ء	جامعہ تعلیم القرآن اہلحدیث سیالکوٹ
۳۱) ختم نبوت (کامل)	مفتی محمد شفیع	۱۹۸۴ء	ادارۃ المعارف کراچی
۳۲) دین الٰہی اور اس کا پس منظر	پروفیسر محمد اسلم		ندوۃ المصنفین لاہور
۳۳) دائرۃ المعارف (اردو) جلد دوم	ادارہ تحریر و تصنیف		جامعہ پنجاب لاہور
۳۴) دائرۃ المعارف (اردو) جلد دوم	ادارہ تحریر و تصنیف		جامعہ پنجاب لاہو
۳۵) زبدۃ المقامات	محمد ہاشم کشمی/ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان	۱۴۰۷ھج	مکتبہ نعمانیہ اقبال روڈ سیالکوٹ
۳۶) سفینۃ الاعلیاء (اردو)	دارا شکوہ/مولانا محمد وارث کامل		مدنی کتب خانہ
(۳۷) شریعت و طریقت	امام احمد رضا خاں بریلوی		ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی
(۳۸) شریعت و طریقت	اشرف علی تھانوی		ادارہ اسلامیات انار کلی لاہور
(۳۹) شیخ سرہند	جمیل اطہر سرہندی	۱۹۹۹ء	ادارہ اسلامیات انار کلی لاہور
(۴۰) شیعہ سنی مفاہمت کی ضرورت و اہمیت	ڈاکٹر اسرار احمد	۱۹۹۹ء	انجمن خدام القرآن لاہور
(۴۱) علمائے ہند کا شاندار ماضی	سید محمد میاں	۱۹۷۷ء	مکتبہ محمودیہ جامعہ مدنیہ لاہور
(۴۲) علمائے ہند کا شاندار ماضی	مولانا رحمان علی	۱۹۶۱ء	پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی
(۴۳) عہد مغلیہ معہ دستاویزات	صفدر حیات صفدر		نیو بک پیلس اردو بازار لاہور
(۴۴) فیضان امام ربانی	عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری	۱۹۸۹ء	ادارہ غوثیہ رضویہ مصری شاہ لاہور۔
(۴۵) کشف المحجوب (اردو)	حضرت داتا گنج بخش / جمیلہ ہاشمی		رائٹرز بک کلب لاہور
(۴۶) گلزار ابرار (اردو)	محمد غوثی شطاری / فضل احمد جیوری	۱۳۹۵ھ	اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور
(۴۷) مقالات یوم مجددؒ	میاں جمیل احمد شرقپوری		مکتبہ نور اسلام شرقپور شریف

(۴۸) مکتوبات امام ربانی (اول دوم سوم) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی / محمد سعید احمد نقشبندی ۱۹۷۲ء مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

(۴۹) مکتوبات امام ربانی (اول دوم سوم) ترجمہ قاضی عالم الدین نقشبندی — ادارہ اسلامیات انار کلی لاہور

(۵۰) مکتوبات امام ربانی (تلخیص) محمد ہدایت علی نقشبندی ۱۹۷۲ء — مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

(۵۱) مبدا و معاد حضرت مجدد الف ثانی / زوار حسین شاہ ۱۹۶۸ء — ادارہ مجددیہ ناظم آباد کراچی

(۵۲) حضرت مجدد اور ان کے ناقدین مولانا زید ابو الحسن فاروقی — مکتبہ نور اسلام شرقپور

(۵۳) حضرت مجدد الف ثانی سید زوار حسین شاہ ۱۹۷۲ء — ادارہ مجددیہ ناظم آباد کراچی

(۵۴) حضرت مجدد الف ثانی پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد — ادارہ مسعودیہ کراچی

(۵۵) مجدد ہزارہ دوم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۱۹۹۷ء — ادارہ معارف مجدد الف ثانی کراچی

(۵۶) معارف لدنیہ — ڈیرہ اسماعیل خان

(۵۷) مکتوبات امام ربانی بحیثیت مآخذ ایمانیات پروفیسر عبد الباری صدیقی ۱۹۸۵ء سرہند پبلی کیشنز کراچی

(۵۸) حضرت مجدد الف ثانی (تذکرہ) مولانا منظور احمد نعمانی ۱۹۷۷ء مکتبہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف

(۵۹) مجموعہ حالات و مقامات امام ربانی محمد عبد الاحد مدیر مطبع مجتبائی ۱۹۸۸ء جامع مسجد قادریہ شیر ربانی لاہور

(۶۰) مسلک امام ربانی مکتوبات کی روشنی میں مولانا سعید احمد نقشبندی — مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ لاہور۔

(۶۱) منتخب التواریخ) ملا عبد القادر بدایونی / محمود احمد فاروقی — شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

(۶۲) نور اسلام مجدد نمبر (حصہ اول) زیر ارادت میاں جمیل احمد شرقپوری ۱۹۸۸ء مکتبہ نور اسلام شرقپور

(۶۳) نور اسلام مجدد الف ثانی (حصہ دوم) = = = ۱۹۸۸ء = = = =

(۶۴) نور اسلام مجدد نمبر (حصہ سوم) = = = = ۱۹۸۸ء = = = =

(۶۵) The Naqshbandis By Saedar Ali Ahmad 1994 Maktaba Noor I Aslam Sharqpur

اور بہت سی کتابیں، رسائل اور دوسرا مواد جس کا حوالہ کتاب ہذا میں جگہ جگہ مذکور ہے۔

اسی مصنف کے قلم کے شاہکار



عقیدہ ختم نبوت اور ہمارا نعتیہ ادب

عقیدہ ختم نبوت کے اثبات میں ہمارے نعتیہ ادب سے مکمل نعتیں اور متفرق اشعار، مصنف کی چار سالہ محنت کا نچوڑ اردو، عربی، فارسی، پنجابی، سندھی اور پشتو زبان کی نعتیں



قصہ موسیٰ و خضر علیہما السلام

مطالعہ قرآن کے شائقین کے لئے ایک نادر تحفہ

بیسیوں تفسیروں، حدیثوں اور متعلقہ کتابوں کے مطالعہ کا نچوڑ،

قصہ کی تفصیل، کردار، حکمتیں اور اسباق

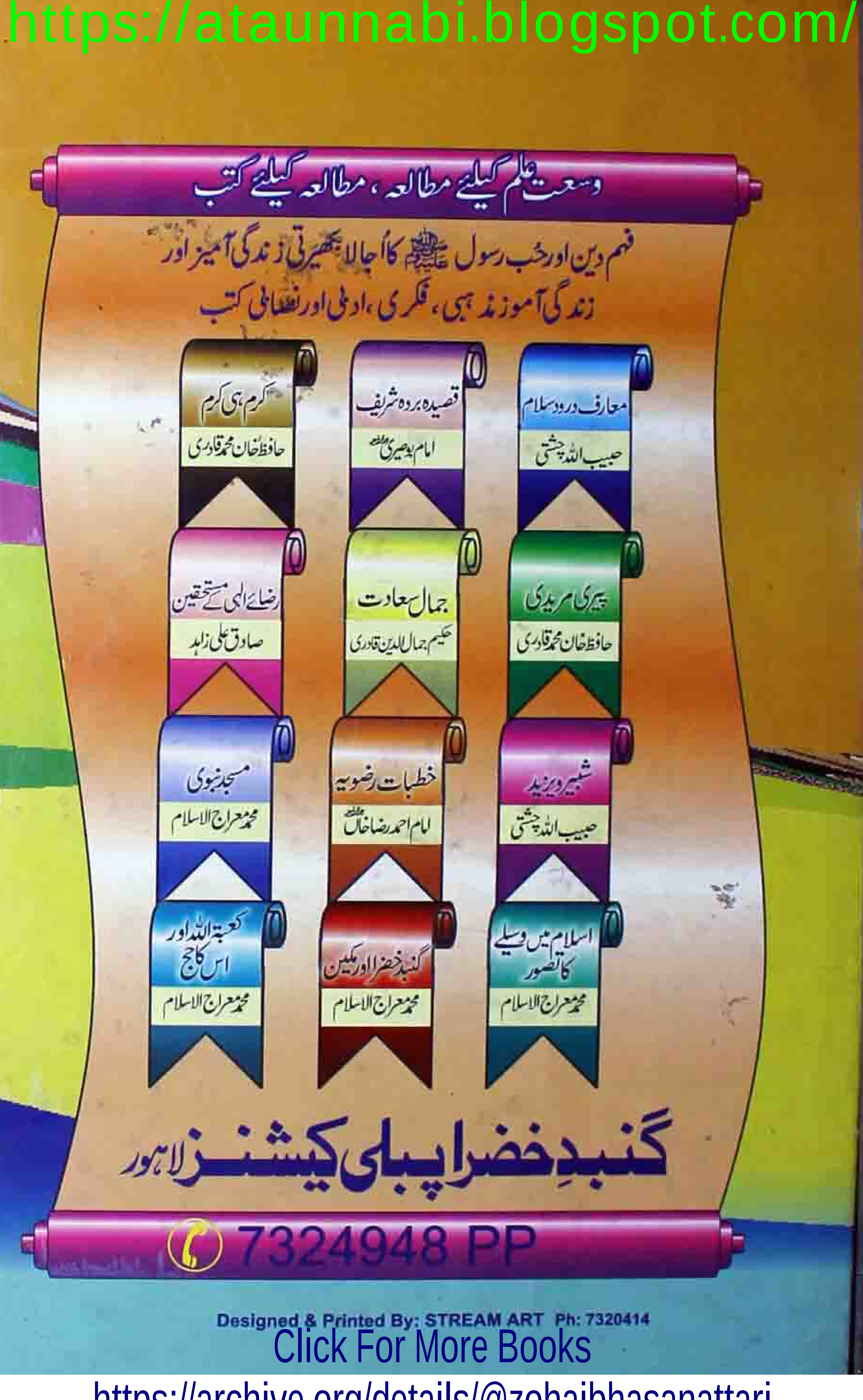


مقالات شبیری

بیس علمی و تحقیقی، دینی مقالات و مضامین کا انتخاب

قرآن، حدیث، سیرت النبی ﷺ دین اور تاریخ کا مطالعہ مقالات شبیری کے ذریعے

تینوں کتب زیور طبع سے آراستہ ہو رہی ہیں۔



وسعت علم کیلئے مطالعہ، مطالعہ کیلئے کتب
فہم دین اور حُبِ رسول ﷺ کا اُجالا بکھیرتی زندگی آمیز اور
زندگی آموز مذہبی، فکری، ادبی اور نصابی کتب
معارف درود سلام
حبیب اللہ چشتی
قصیدہ بردہ شریف
امام بوصیری
کرم ہی کرم
حافظ خان محمد قادری
پیری مریدی
حافظ خان محمد قادری
جمال سعادت
حکیم جمال الدین قادری
رضائے الٰہی کے مستحقین
صادق علی زاہد
شبیر و یزید
حبیب اللہ چشتی
خطبات رضویہ
امام احمد رضا خاں
مسجد نبوی
محمد معراج الاسلام
اسلام میں وسیلے کا تصور
محمد معراج الاسلام
گنبد خضرا اور مکین
محمد معراج الاسلام
کعبۃ اللہ اور اس کا حج
محمد معراج الاسلام
گنبدِ خضرا پبلی کیشنز لاہور
7324948 PP
Designed & Printed By: STREAM ART Ph: 7320414